(دیوان اوّل)

بہادر شاہ ظفر

مکتبۃ الحدیث، فروکہ (سرگودھا)
پنجاب، پاکستان
ghani1406@yahoo.com

الماس رخشان سخن روشن بیانی لعل تابانی لآلی افشانی
منجملہ چار جلد
کلیات ظفر
دیوان اول
مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں نقش نگین طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ نعتیہ

ای سرور دو کون شہنشاہ ذوالکرم
سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم

موکب ترا ملائک مرکب ترا براق
مولد ہی تیرا مکہ و معبد ترا حرم

رنگ ظہور سے ترے گلشن رخ حدوث
نور وجود سے ترے روشن دل قدم

ہوتا کبھی نہ قالب آدم مین نفخ روح
بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم

کرتا تھا جس سے مردہ کو زندہ دم مسیح
تھا شمہ تیرے خلق کا وہ ای علو شیم

ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے
صد جا بے سر شکستہ ہی زنار موج یم

تو تھا سر اوج رسالت پہ جلوہ گر
آدم جہان ہنوز تھے پس پردۂ عدم

کرتا ہی تیرے اسم مبارک کو جو نقش
اسواسطے عزیز جہان ہو گیا درم

ای سعد اکرم تری تمہت کے روبرو
کمتر ہی سنگریزہ سے قدر نگین جم

آغاز غزلیات

بلوایا اپنے دوست کو اُسنے دہان جہان | مقدور یہ زدان نہ ہوا جبرئیل کا

کیا پاے کُنہ ذات کو اُسکے کوئی ظفر
دان عقل کا نہ چل نہ ہرگز دلیل کا

کشتہ ہون اُسکے طرۂ عنبر شمیم کا | خوشبو ہو میری خاک سے دامن نسیم کا
گلشن ہو خلد کا کہ چمن ہو نعیم کا | کب دل لگے ہو تیری گلی کے مقیم کا
دولت سے عشق کی مرا ہر قطرۂ سرشک | تکمہ ہو میری جیب مین دُرِّ یتیم کا
طالع یون کیا جو مرا ملک دل تمام | مژگان تھمی تیری یا کوئی لشکر غنیم کا
ہو جائے کام نیم نگہ مین تری تمام | ای شوخ تیرے شیفتۂ دل دو نیم کا
دکھلائین سوزش دل بیتاب ہم اگر | کانپ اُٹھے شعلہ خوف سے نار جحیم کا
حیرت نہیں کہ پرتو رخسار یار سے | آئینہ ہوا اگر ید بیضا کلیم کا
آتی ہین یاد ہجر کی ہمکو اذیتین | واعظ سے ذکر سنکے عذاب الیم کا

آنکھون مین اپنی نور اسی سے ہے ای ظفر
یہ مردمک ہے سایہ محمد کے میم کا

کسی نے اوسکو سمجھا یا تو ہوتا | کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا
مزہ رکھتا ہے زخم خنجر عشق | کبھی ای بوالہوس کھایا تو ہوتا
نہ بھیجا تو نے لکھکر ایک پرچہ | ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

وہ لقا و رنگ ہے تماشکی گر کوئی سا ہے عالم میں
نہیں اُسکے برابر کا سیہ ایسا سفید ایسا

مرے مژگان اشک آلودہ کو جو کچھ برسے ہے
یہ بادل دیدۂ تر کا سیہ ایسا سفید ایسا

مسّی ہے اسکے دندان دیکھ حیران ہو ہر اک کیونکر
یہ رنگ اس سلک گوہر کا سیہ ایسا سفید ایسا

نہ دیکھوں نرگس شہلا کا گل کیونکر کہ ہے نقشہ
بعینہ چشم دلبر کا سیہ ایسا سفید ایسا

خیالات کشش سواد شلم و نور صبح ہیں دونوں
وہ شالہ ہے ترے سر کا سیہ ایسا سفید ایسا

نہ رشک سرمہ آلودہ اپنا دکھلا کرے کہ ستم میں
کہ ہر رنگ اس ستمگر کا سیہ ایسا سفید ایسا

نہ ہووین سوسن و نسرین خجل کیونکر کہ ہے زیبا
لباس اس مہ پیکر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ظفر ہیں نیلم و الماس پتھر ایک صانع نے
کیا ہے رنگ پتھر کا سیہ ایسا سفید ایسا

ترا گر ناخن پا تیر زمانہ دھو کے پی جاتا
تو اُسکے ہاتھ پاؤں ملکے کاہل دھو کے پی جاتا

نہ آتا ہاتھ خون میرا اگر اس تشنہ خون کے
تو اپنی تیغ پر خون کو وہ قاتل دھو کے پی جاتا

نکلتا زہر پھر کیا کیا وہ تیرہ بخت سودائی
اگر کوئی ترے رخسار کا تل دھو کے پی جاتا

اگر ہو سکتا عالم میں حصول علم بے محنت
تو پھر ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

اٹھا سکتا جو مجنوں نقش پائے ناقۂ لیلے
تو جوں تعویذ ہیولی دل وہ بیدل دھو کے پی جاتا

حلاوت یاد گر تیری آب تیغ کی قاتل
ہر اک زخم اپنے آپ گھائل دھو کے پی جاتا

ظفر بے شغل ہی ہو جاتا نسبت مجھ شکستہ تن
در فخر جہان گر کوئی شاغل دھو کے پی جاتا

اشک کا قطرہ فقط کیا صفا گوہر سا بنا — بلکہ لخت دل بھی ہے یاقوت احمر سا بنا

صبحدم گلشن مین آیا میکشی کو کیا وہ گل — ہر گل لالہ جو ہی یکدست ساغر سا بنا

گل سے بھی نازک بدن اُسکا ہے لیکن دوستو — یہ غضب کیا ہے کہ دل پہلو مین پتھر سا بنا

دشت مین بھی تیرے مجنون کی مگر تدبیر ہے — خار وادی جنون جو تیر نشتر سا بنا

کیا گریبان ہے بنا اس ماہ کا ہیکل ہلال — بلکہ تکمہ بھی گریبان کا ہے اختر سا بنا

در پر اُس پردہ نشین کے آ وقت تھا — چشم کا حلقہ ہمارے حلقۂ در سا بنا

کیا عجب خال سویدا گر جلے مثل سپند — سوزش الفت سے دل اپنا ہے مجمر سا بنا

عشق نے کیا جانے کیا دل مین جگر آگ لگائی ہے — اب جو سینہ مین مرے ہر داغ اخگر سا بنا

اے ظفر منظور تھا اس چشم کو عاشق کا قتل
اسلیے ہر موے مژگان اُسکا خنجر سا بنا

سمجھ نظر آوے نہ کیونکر آنکھ میں اُس یار کا — آنکھ اپنی پتلی ہے آئینہ دیدار کا

صفحۂ قرآن پہ کھینچی ہے اک جدول سیاہ — مصحف رخ پردہ سا ہے زلف کے ہر تار کا

پاس ابرو کے مرے چشم کا ٹیکا ہے کمان — ہے میان قبضہ جڑاؤ یار کی تلوار کا

زخم دل کو صاف کرتا ہے خیال خط سبز — چارہ گر مرہم نہ رکھ بیفائدہ زنگار کا

گرمی مژگان تر برسائی موتی ایکبار — نام دھو ڈالے جہان سے ابر گوہر بار کا

دیکھنا جا کہین وہ مہروش شاید ہے — آخر صبح قیامت روز ہے اُس دیدار کا

دیگر

چارہ

چارہ گر بھر نسکے میری جگر کے ناسور | ایک گر بند کیا دوسرا روزن نکلا

ای ظفر نالۂ دل نے مرے کچھ کی تاثیر
گھر سے گھبرا کے جو وہ غیرت گلشن نکلا

ترکش دست ستم جو ہین ترا قاتل بڑھا | خون جسم ناتوان تل تل گھٹا تل تل بڑھا
مت گھٹا دل کو مری بوسہ مجھے چپکے سے دے | قصہ کوتہ کر نہ اتنی بات ای جاہل بڑھا
ہر بھنور عکس رخ روشن سے بنجاوے گہر | مہ جبین منھ کو ذرا اپنے لب ساحل بڑھا
داغ ہجر کو کر اپنی دولت سے قناعت کے غنی | بس بہت دست ہوس اپنا نہ ای غافل بڑھا
وادی مجنون کی ای لیلے ہو گیا گلشن زمین | اک قدم ہرگز نہ آگے ناقۂ محمل بڑھا
کوئی دم ہے بحر ہستی مین ابھی تو ای حباب | جنس دم کی نہ ہوس کر کثرت تو جون شاغل بڑھا
جب ہوئی مجھکو شباہت اس رخ پر نور سے | مرتبہ پھر اور بھی تیرا مہ کامل بڑھا
غنچۂ گل دیکھکر اس رشک گل کے ہاتھ مین | دل جو اپنا سمجھے ہم کیا کیا ہمارا دل بڑھا

جامۂ فانوس مین کیا کیا جلی غیرت سے شمع
بے جو پوشاک ای ظفر وہ رونق محفل بڑھا

زلف کھلائی تلے وہ رخ اگر چھپ جائیگا | رات کے پردے مین پھر روئے سحر چھپ جائیگا
خواب غفلت سے تری جسوقت کھل جائیگی آنکھ | ہی جو کچھ آنکھون کے آگے جلوہ گر چھپ جائیگا
دیکھنے کو ہم گئے تھے آج اسکے بیخبر | کیا خبر تھی کہ وہ ہمکو دیکھکر چھپ جائیگا

جسم لاغر تیری سودائی کا اب ایسا ہوا
عکس چشم مور جولان ہے تو ہمین پھیلا ہوا

دود دل سے تفتہ جانو نکلا تیرا ای رشک ماہ
یک فلک اب ابر زیر ہر فلک پیدا ہوا

کان پر سے زلف آ لگی اب سرکتی کیون نہین
یا کہین یہ سانپ اس سا ہی کہ ہے کیلا ہوا

اور پری کی بانہین لیلی پر جو دیکھا ہو خیال
وہ مری تعویذ ہول دل کا اک نقطا ہوا

تو ہوا ای دل ناتوان دیکھا آہ کو سست چھوٹکا
یہ عصا تیری لیے ہنگام پیری کا ہوا

اف تیری کشتہ کا سو دل کر تمام سنگ بھی
گو درا گیکے رہا محشر تلک جلتا ہوا

ای ظفر انجم نہین ہین ماپرے تیرے آہ سے
ہے مشبک سر بسر گنبد مینا ہوا

وہ بیحجاب جو کل پی کے یان شراب آیا
اگرچہ مست تھا مین پر مجھے حجاب آیا

ادھر خیال مری دلمین زلف کا گذرا
ادھر وہ کھاتا ہوا دلمین پیچ و تاب آیا

خیال کس کا سمایا ہے دیدہ و دل مین
نہ دل کو چین مجھے اور نہ چشم کو خواب آیا

تمھاری نقش کف پا کے بوسہ لینے کو
زمین پہ سایہ کے مانند آفتاب آیا

وہ رخ صفا تر آئینہ رو برو جب لے
جب آیا شرم سے پانی ہو کے غرق آب آیا

جب آیا طرۂ مشکین کا تیری دلمین خیال
زبان پہ پھیر دہن ذکر مشک ناب آیا

ترا سخن ہے ظفر وہ کہ سامنے تیرے
ہوے خموش سخنور نہ کچھ جواب آیا

سبز خط مین کیا یہہ سا گال پر پیدا ہوا
بچۂ طاؤس ہے بے بال و پر پیدا ہوا

پہلے تو دلمین محبت کا شجر پیدا ہوا
پھر لگے حسرت کے گل غم کا ثمر پیدا ہوا

خال مشکین آتش رخسار پر پیدا ہوا
چشمۂ خورشید مین بھی نیلوفر پیدا ہوا

کھل گیا بے نامہ مضمون بیقلم نامے کا صاف
واہ کیا پیک تصور نامہ بر پیدا ہوا

ابن حبشی پر جلوہ گر الماس کا ٹیکا نہین
آسمان پر دن دیے دیکھو قمر پیدا ہوا

کھائی ہی کس کس حلاوت سے دل عاشق سے
شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا

ہو سکا تیغ ادا کا کچھ ادا تجھسے نہ شکر
کسلیے تو اے لب زخم جگر پیدا ہوا

فصد مجنون کی جنون نے خوب ہی تدبیر کی
خار صحرا تیز مثل نیشتر پیدا ہوا

گریہ ہنگام ولادت کیون نہو ہر طفل کو
جو ہوا دنیا مین پیدا نوحہ گر پیدا ہوا

بے شرارت کوئی ہوتے ہین بہم و سنگدل
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا

عکس روے آتشین ساقی کا دریا مین پڑا
ہمسر خورشید تابان ہر بھنور پیدا ہوا

جو جہا مین پروانون کے تہا اک نیزہ پر خورشید حشر
شمع کے سر پر جو شعلاے ظفر پیدا ہوا

کوہکن کا فقط پتھر مین لہو جم ہو گیا
کچھ تو تیشے مین جما کچھ سر مین لہو جم گیا

زخم پہلو سے اگر میرے نہین ٹپکا لہو
پھر کہان ہے چارہ گر بستر مین لہو جم گیا

اشک خونی نے بنائی شاخ مرجان ہر پلک
اسقدر مژگان چشم تر مین لہو جم گیا

دیگر

دود جگر نے دل پہ جو سرپوش سا ڈھنکا
سینہ میں دل ہو ساغر سرجوش سا ڈھنکا

دیکھا جو کوئی اختر تابندہ ابر میں
یاد آیا زیر زلف بناگوش سا ڈھنکا

اٹھا ہے یون جو زور سے صحرا میں گرد باد
اس پردہ میں ہے کسکا تن توش سا ڈھنکا

بچھا ہا نہ زخم دل سے اٹھا میرے چارہ گر
رہنے دی اسکو تو خم پر جوش سا ڈھنکا

سبزہ نے خط کے چاہ زنخدان یار کو
رستہ یہ دل کے ہو چہ خس پوش سا ڈھنکا

جوہر جو آدمی کا کھلا کچھ تو ہوش سے
جبتک رہا ظفر کوئی بیہوش سا ڈھنکا

بھید دل کا گریہ بیجای چشم نم کھل جائیگا
وہ جو ہے پوشیدہ اپنا حال غم کھل جائیگا

بولتے جو ہم نہیں منھ سے کچھ اس مین بھید ہے
بولنا اچھا نہیں سارا بھرم کھل جائیگا

عقدہ دل ہی ہمارا غنچہ گل تو نہیں
جو یہ تجھ سے ای نسیم صبحدم کھل جائیگا

کھول مت جوڑا کہ سودائی کا تیرے سر پر
راز سربستہ تری سر کی قسم کھل جائیگا

گر اثر ہو شوق مین اپنے تو بن خط کے کھلے
اپنا مضمون اُن پہ قاصد یکقلم کھل جائیگا

کتنے ہی چھٹ جائینگے پابند زنجیر بلا
جبکہ تیرا طرہ پر پیچ و خم کھل جائیگا

اُسکے رُخ پر تجلی پیتے ہی جام مے ظفر
دیکھنا یا تو نہیں وہ کافر صنم کھل جائے گا

مطلع ثانی

دیگر

دہن تنگ جو یاد آیا مجھے	تنگ کیا کیا دل ناشاد آیا
عشق مین تیشۂ آخر کے سوا	کچھ ترے کام نہ فرہاد آیا
بلبلو دیکھو چمن مین اتنا	نہ کرو شور کہ صیاد آیا
بول اٹھا دیکھ کے مجنون مجھکو	یہ تو کوئی مرا استاد آیا
اور جاتے گئے ہوش مرے ناصح کے	سامنے جب وہ پریزاد آیا
جو لکھا تھا مری پیشانی مین	سو وہ پیش اے دل ناشاد آیا
نہ تو آیا مری سنکر فریاد	دم لبون پر دم فریاد آیا

دیکھکر اُس بُت کافر کے ستم
اے ظفر مجھکو خدا یاد آیا

جو دل مین تیرا شوق ابروی خمدار ہو پیدا	عجب کیا کفر کعبے سے اگر ای یار ہو پیدا
مژہ گریہ سے یون اسکا خط رخسار ہو پیدا	تو اُگنی خاک سے بھی نرگس بیمار ہو پیدا
محبت مین ملا ہو رتبۂ منصور قمری کو	نہ کیونکر سرو گلشن مین بشکل دار ہو پیدا
اگر معجز نما آئینہ رخسار ہو تیرا	زبان طوطی تصویر سے گفتار ہو پیدا
قدم رنجہ کرے مجنون ترا گر دشت وحشت مین	جہان رکھے قدم سبزہ نہو وان خار ہو پیدا
مثال برق حال عاشق بیتاب ہے تجھ بن	کبھو سو بار ناپیدا ہو سو سو بار ہو پیدا
بلا ہے جسکی سوت آئی مرض کچھ اور ہو مجھکو	کسی پر نہ بیمار عشق کا آزار ہو پیدا

مجھے صاف بتائے نگار اگر تو یہ پوچھوں میں رو رو کے خون جگر
ملے پاؤں ہم کسکے ہیں دیدہ تر کف پا پہ جو رنگ حنا نہ رہا

اسے چاہا میں ڈکر روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں
کیے لاکھ فریب کروڑ فسوں نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

لگے یوں تو ہزاروں ہی تیر ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
ولے ناز و کرشمہ کی تیغ دو دم لگی ایسی کہ تسمہ لگا نہ رہا

ظفر آدمی اسکو نجانیےگا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

دیگر

خدا جانے کہاں بیٹھا ہے وہ اور ہے کدھر پھرتا
مگر چشم تصور سے ہو سب پیش نظر پھرتا

تماشا دیکھنا کیا دوڑتا ہے اشک مژگاں پر
یہ لڑکا شعبدہ بازی سے ہو یکبار پر پھرتا

لکھا قسمت کا اپنی آ گیا دم دیتا آنکھوں میں
نہیں سکر جواب نامہ اب تک نامہ بر پھرتا

جو سر گردانی اپنی اُن سے کہتا ہوں تو کہتے ہیں
خدا کے واسطے چپکے رہو ہے میرا سر پھرتا

خورشید آسمانِ چہارم یہ ہے کہان
شعلہ کوئی بلند ہوا میری آہ کا

کثرت ہے آنسوؤنکی ہجوم سپاہِ غم
نالہ نہین نشان ہے اِس سپاہ کا

نکلے چبے گا وحشیون کی طرح جا بجا
دیکھے گا گر کرشمہ اُس آہو نگاہ کا

کس مہروش نے چہرہ سے برقع اُٹھا دیا
منھ ہو گیا سفید فلک پر جو ماہ کا

کرتا ہے جسکے ساتھ فلک کج ادائیان
دیتا ہے اسکو عشق کسی کج کلاہ کا

رکھے قدم جو کوئی محبت مین ای ظفر
لازم ہے پہلے ڈھونڈھ لے رستہ نباہ کا

تو کہین ہووے دلِ دیوانہ وہان پہونچیہی گا
شمع ہووےگی جہان پروانہ وہان پہونچیہی گا

گرچہ تیری زلف کا کوچہ بلا تاریک ہے
پر دلِ صد چاک مثلِ شانہ وہان پہونچیہی گا

عشق کے میدان مین بے ہمت نہین رکھتے قدم
جسکو ہوگی ہمتِ مردانہ وہان پہونچیہی گا

دل کو ہو میری نہ کیون سیلان سوی چشمِ یار
بادہ کش ہوگا جہان میخانہ وہان پہونچیہی گا

انکی محفل مین کہونگا جب کہانی اپنی مین
سبکے کانون تک مرا افسانہ وہان پہونچیہی گا

ای صنم کیون منھ پسارے ہے کہ اس آتش کو
ہر جہان پہونچا ہا آب و دانہ وہان پہونچیہی گا

مجکو اسکے بوسۂ لب کا ہے لپکا اے ظفر
لب ترا مثلِ لبِ پیمانہ وہان پہونچیہی گا

صرف گیا دل تو ای مژگانِ یار آنکھونکے آگے تھا
لگا یا کیون نہ تیر اپنا شکار آنکھون کے آگے تھا

چشم آہو کیون نہ اسکو حلقۂ زنجیر ہو
وحشت ان آنکھون کو وحشی کے لیے زندان بنا

تیرہ بختی سے جو میرے کچھ سیاہی تھی رہی
اے فلک تونے دیا اسکو شب ہجران بنا

اسکو انسان مت سمجھ ہو سرکشی جسمین ظفر
خاکساری کے لیے ہی خاک سے انسان بنا

کسیکو جسنے یہان اپنا نہ پایا
جسے پایا اسے بیگانہ پایا

کہان ڈھونڈھا اسی کسیجا نہ پایا
کوئی پر ڈھونڈنے والا نہ پایا

ہلال عید کو گردون پہ تیرا
بجز یک نعل کفش پا نہ پایا

اڑا کر آشیان صرصر نے میرا
کیا صاف اسقدر تنکا نہ پایا

اسے پایا نہین آسان کہ ہمنے
نہ جبتک آپکو کھویا نہ پایا

دوای درد دل مین کس سے پوچھون
طبیب عشق کو ڈھونڈا نہ پایا

گریبان کیا کہ چاک سینہ پر بھی
جنون کے ہاتھ سے ٹانکا نہ پایا

صبا نے جبس دم سیکھا ہے کس سے
چمن مین ہلتے اک پتا نہ پایا

ظفر دل جانے یا ہم کون جانے
کہ پایا جسمین کیا اور کیا نہ پایا

کبھی جو خواب مین وہ شوخ پر عتاب آیا
تو پھر نہ خوف سے آنکھون مین میری خواب آیا

جو تجھکو دیکھ کے ای رشک آفتاب آیا
مثال آئینہ با دیدۂ پر آب آیا

ساقی کو یک نظر جو دکھائی وہ چشم مست
بدمست ہو کے پھینک دیا ساغر شراب کا

رو رو کے میرا راز نہاں فاش کر دیا
خانہ خراب ہو جیو چشم پر آب کا

جو دیکھتا ہوں دیدۂ بیدار ہی سے میں
قائل نخواب کا ہوں نہ تعبیر خواب کا

دریا پر اپنی موج میں کس کے پرستے
پیکر سراب لٹا ہو ساغر شراب کا

پی جاتا میرے ہاتھ سے مراک بہانہ تھا
منظور تھا اسکو اٹھانا حجاب کا

اعمال کا گر اپنے ظفر تجھے حساب
ہر روز ہو معاملہ روز حساب کا

خوں سے اشک آنکھوں میں جب ملکر گلابی ہو گیا
پھر تو رومال سفید اکثر گلابی ہو گیا

تیرے دامن سے جو ٹپکا خون شہید ناز کا
خوب گہرا دامنِ محشر گلابی ہو گیا

ہر لپیٹے میں ہوا وہ جو گلابی پوش آج
بر میں جوڑا اور زیبا تر گلابی ہو گیا

بزم میں دیکھی گلابی تو نے کسکی چشم مست
ساقیا بیہوش کیوں بھر کر گلابی ہو گیا

یاد میں اسکی گل عارض کے اشک خوں سے رات
لی جدھر کروٹ ادھر بستر گلابی ہو گیا

ہو چکی گرمی گلابی بادۂ گلگوں سے بھر
اب تو چہرا اس پری پیکر گلابی ہو گیا

وہ گلابی آنکھ جو یاد آئی وقت مے کشی
پھر تو میرے حق میں ہر ساغر گلابی ہو گیا

خون کا دعوی کیا جو اس گلابی پوش نے
صاف فق رنگ کاغذ محضر گلابی ہو گیا

باغ میں جیسے گلاب آیا جنوں ہے جوش پر
پنبہ خون سے داغ سودا پر گلابی ہو گیا

مرے نالوں سے گرچہ ہوا رگ ہر سنگ کے جاکا | نہو دم سنگدل کو تیشہ تاثیر کا کھٹکا

ستمگر تابحشر دل میں محروم شہادت کے | بزنگ خار ہر جوہر تری شمشیر کا کھٹکا

گریزاں مجھسے وحشی نگہ یوں ہی گر جوں آہو | رسیدہ ہووے سنکر پای آہو گیر کا کھٹکا

کھٹک جاتی ہے انکے دل میں ایسی بات کہتے ہو
ظفر کیونکر نہووے آپکی تقریر کا کھٹکا

خلش گر ہے جو پاس ہر گل کے کانٹا
کھٹکتا ہے وہ دل میں بلبل کے کانٹا

سمجھتا ہے عکس مژہ وہ نشے میں
کہ ہے درمیان ساغر مل کے کانٹا

چبھوئی ہے کافر ہے انگشت شانہ
جگر میں گرفتار کاکل کے کانٹا

ادھر کو پھرے آنکھ کاش اس مژہ سے
تجھے پیچھے پائے تغافل کے کانٹا

پروئے جو پھول اسنے زلفوں میں اپنے
ہوئے سوکھ کر پھول سنبل کے کانٹا

تجھے بھی خبر ہے کہ او غیرت گل
کوئی ہو گیا غم میں گھل گھل کے کانٹا

ہوا اسقدر گرم بازار وحشت
لگا بکنے کانٹے میں تل تل کے کانٹا

شتر بردباری سے ہو خار کھاتا
نصیبوں میں ہے پر تحمل کے کانٹا

تن زار سے میرے سودہ نیچ کے نکلا
کہ آ الجھے نہ دامن میں فرغل کے کانٹا

اک الجھاؤ کا پیچ ہے راہداری
کہ ہے واسطے تختہ پل کے کانٹا

کہو چارہ سازوں سے جلدی نکالو
مرے دل سے یہ غم کا مل جل کے کانٹا

مری صوت پرستی حق پرستی ہے کہو نہیں کیا
کہ اس صوت مین ہے کیا کیا اہاہاہاہاہا

ظفر عالم کہون کیا مین طبیعت کی روانی کا
کہ ہے امڈا ہوا دریا اہاہاہا اہاہاہا

وہ بگڑے ایسی کہ پہر کچھ معاملہ نہ بنا
رہی نہ جانے سخن موقع گلہ نہ بنا

چلا نہ قافلۂ اشک تا کہ لخت جگر
سر مژہ مرے سردار قافلہ نہ بنا

کہین ہین تیرے کشتۂ زلف کا کوئی گیسو
کہنے بننے گا کوئی ایسا سلسلہ نہ بنا

بلاسے گرچہ وہ ظاہر مفاصلہ سی ہین
مگر دلو نہین خدایا مفاصلہ نہ بنا

بنائی شیشہ ہزارون ہین شیشہ سازون نے
پر ایک بھی مرے دل کا سا آئینہ نہ بنا

دو منزل دل و دیدہ ہین تیرے رہ کو
مکان اپنے لیے تو دو منزلہ نہ بنا

ہمیشہ کھائی ہے تو داغ کباب انگاری
ترا سا طائر دل اسکا حوصلہ نہ بنا

ڈرا نہ موت سے مردان عشق کو ناصح
خدا کیواسطے شیرون کو بزدلہ نہ بنا

جو دل لیا ہے تو عہد وفا پہ قائم رہ
ظفر سے آپ کو تو بد معاملہ نہ بنا

تیر ترا جبکے سینہ سے گذر کر جائیگا
آپ جائیگا گذر پر دل مین گھر کر جائیگا

وہ مقام عیش ہے دنیا کہ یا قسمت جیتے جی
کون جاتا ہے اگر جائیگا مر کر جائیگا

چپکے چپکے نالہ کب سینہ سے جائیگا نکل
جائیگا جسوقت یہ سب کو خبر کر جائیگا

دیگر

دیگر

داغ کیا دل کو ای نگار لگا | عشق کے گھر پہ اشتہار لگا
اپنا جوڑا دکھا دکھا کر تو | دل پہ تکمے نہ بار بار لگا
تیری ہاتھوں سے ای جنون نہ رہا | جیب و دامن میں ایک تار لگا
جو ہوا تیرا کشتۂ قامت | سرو اُس کے سر مزار لگا
ہمکو سیراب کر شہادت سے | قاتل اک تیغ آبدار لگا
پھر اُٹھائی عشق نے آفت | پھر جو دل ہونے بیقرار لگا
دل پہ عاشق کے ایک تیر لگا | آنکھیں ہوتے ہی جب دو چار لگا
خوش ہوا دل میں وہ شکار افگن | کہ مرے ہاتھ اک شکار لگا

ای ظفر کب سُنے ہے وہ میری
اسکو باتون میں تو ہزار لگا

اس دلربا سے کیجے گلہ دلبری کا کیا | ہو دل ہی بر خلاف تو شکوہ کسی کا کیا
جبتک کہ تو نہ ہوگا نمک پاش ہر خراش | پائیگا کوئی خستہ مزا خستگی کا کیا
ای ہفتہ دوست کسکا ہوا تو ہمیشہ دوست | ہو اعتبار ہمکو تری دوستی کا کیا
آئے ہے لب پہ حرف کبھی جائے لیکے دم | احوال مجھسے پوچھے ہے بیطاقتی کا کیا
اس سوچ میں ہے یہ دل بیکس کہ مجھسے | ہو بعد مرگ حال میری بیکسی کا کیا
کہتا ہے مجھسے پھر دل بیتاب جیل وہین | کیا جانے مدعا ہے اب اس مدعی کا کیا

خط اُسے دیکر ابھی آیا تھا قاصد ای ظفر
آفرین ہے کیسے پیغام زبانی پھر گیا

بحر کوزے میں کب اے ہمدم سمٹ کر آگیا
ظرف دل میں پر محیط غم سمٹ کر آگیا

تنگ تھا وسعت سے جسکے عرصۂ ارض و سما
جی میں کیونکر ای دل آدم سمٹ کر آگیا

شوق نظارہ اسے کہتے ہیں تیرا آتے ہی
چشم میں سینہ سے میرا دم سمٹ کر آگیا

زلف کے حلقے میں رخ ہے یا بغل میں ماہ کے
سارا نور نیر اعظم سمٹ کر آگیا

تھا دل صد چاک میں شانہ کی تو ہر خاک تنگ
کیونکہ تار گیسوے پرخم سمٹ کر آگیا

کان میں اسکے گہر یا چشمۂ خوبی کا آب
ہو برنگ قطرۂ شبنم سمٹ کر آگیا

کشتیٔ دل غرقۂ دریای وحدت جو ہوئی
اک بھنور میں سارا آب یم سمٹ کر آگیا

دامن صحرای دل میں گرد باد نالہ ہے
اک غبار خاطر عالم سمٹ کر آگیا

ای ظفر دار قناعت کا ہے صحن اتنا وسیع
جسکے اک کونے میں ملک جم سمٹ کر آگیا

ہمنے شبدیز قلم کو اپنے جب جولان کیا
ملک معنی کا قلمرو یک قلم میدان کیا

جوں شرار سنگ ہمکو عشق کی گرمی نے آہ
دفعۃً پیدا کیا پھر دفعۃً پنہان کیا

دیکھ غافل صانع قدرت کی تو صنعت گری
ایک مشت خاک کو کیا صورت انسان کیا

بار عصیان ایسے دنیا سے رکھکر سر پہ ہم
کیا کہیں اپنے سفر کا ہمنے کیا سامان کیا

ترے دستِ حنائی سے جو کی تھی دوستی اُس نے
دھر انگارہ اس غلط سے دستِ شاخ پر گل کا

نغانِ عاشق کی سُنتا حق میں ہے معشوق کے بہتر
دماغ اب نالۂ بلبل سے ہو کیونکر نہ ترگل کا

ظفر بادِ صبا بھی ایک بادی جو رہے دیکھا
اُڑا کر لے گئی کیسا چمن سے جیبِ زرِ گل کا

جب ترے بیمار کی گردن کا منکا ڈھل گیا
ہم ہونگی آنکھ میں نقشہ کفن کا ڈھل گیا

جان شیرین دیتے ہیں یا کھوں شال کو کمین
گرچہ جوبن اُس بتِ شیرین ادا کا ڈھل گیا

شام بھی بگڑی تو پھر کیونکر کٹے گی غم کی رات
دن تو یہ اک طرح سے رنج و محن کا ڈھل گیا

شمع کا کیا منھ ہے جو اس قد کی ہمسر ہو سکے
صاف سانچے میں بدن اُس گلبدن کا ڈھل گیا

جانے تحسین ہے سلیقا اس غزل میں اے ظفر
واہ وا کیا خوب مضمون ہے سخن کا ڈھل گیا

خطِ رخ پہ تیرے آنے نظر گلبدن لگا
ہو کیوں نہ شور دل وہ جو کہنے لگا

گلشن میں اُسکے جلوۂ قامت کے سامنے
مانند بید کانپنے سروِ چمن لگا

کروٹ بدل کے سو نہ سکے کیا خاک ہو فرا
سینہ سے سینہ اور بدن سے بدن لگا

گر نہ سے تھم گیا یہ فلک میری آہ سے
دیکھو تو کیا ستون تہِ سقفِ کہن لگا

پھولا برنگ گل نسمایا میں آپ میں
آ کر مرے گلے جو وہ گل پیرہن لگا

کیونکر نہ اپنا زور یہی ہو کہ اب ترا
قسمت سے ہاتھ بوسۂ سیبِ ذقن لگا

توا اسد مرکر ہی وقت سحرای گلبدن ٹھنڈا
زمین ٹھنڈی ہوا ٹھنڈی مکان ٹھنڈا چمن ٹھنڈا

خدا جانے سحر کسکی گلی سے یہ ہوا آئی
حباب آسا جو میرا ہو گیا ہی پیرہن ٹھنڈا

برنگ کاسہ بستہ آہ سرد سحر میرے
ہوا شب کو بہ کامل سر چرخ کہن ٹھنڈا

جو وہ خورشید رو بھی محفل آرا انکو ہوگا
تو پھر ہو جائیگا بازار شمع انجمن ٹھنڈا

سحر گر بام پر دیکھے اگر تاثیر مہرو کا
وہ ہین ہو چرخ کجرفتار کا پھر بانکپن ٹھنڈا

حرارت اسقدر سوز محبت کی ہی سینے مین
نہوگا بعد مردن بھی بدن پر کفن ٹھنڈا

تو مت شعلہ ہو اب مجکو لگالے اپنے سینے کر
کرے پر اسقدر سوزان ہوا ای غنچہ دہن ٹھنڈا

مرض عشق کی تیری بیان کیا کیجیے حالت
کہ بس تپ ہر گئین آنکھین ہوا یکسر بدن ٹھنڈا

ہوا کیون ایک شب کے واسطے پروانہ سے سرکش
سحر ہو جائیگا ای شعلہ شمع لگن ٹھنڈا

مرا دل تشنہ ہی زلف عرق آلودہ کی مدد
پلادے اسکو پانی تو سر چاہ ذقن ٹھنڈا

برنگ شمع ہنس ہنسکر وہ آتشخوار جلاتا ہے
شتاب ای دیدہ پر آب کر میرا بدن ٹھنڈا

سدا دل شعلہ افروز آتش ہجران رہتا ہی
نہین ہوتا ہی یہ گلخن کبھی ای جان من ٹھنڈا

جلے ہین آنکو جوری ہی ہم آہن دل گھر مین
چراغ ماہ کو کر دیکر تو لے چرخ کہن ٹھنڈا

ظفر لکھون غزل وہ اور ردیف و قوافی مین
کہ تا ہو جائے اب بازار ارباب سخن ٹھنڈا

ہماری آہ کو کب داغ سینہ کا ہوا ٹھنڈا
چراغ گل نہین ہوتا صبا سے بھی ولا ٹھنڈا

کے تھی شب یہ گلگیر شمع رو زرد کر ‌ ‌ وہاں سر پہ رے تاج زر بنایا تھا

مجھے تو بوسہ ندی نا ہو تلخکامی دو ‌ ‌ اسی لیے تو تجھے لب شکر بنایا تھا

اسی نے مجھکو بنایا بہ رنگ مولا غر ‌ ‌ کر جسنے تجھکو میان مو کمر بنایا تھا

بدل کے قافیہ لکھ اور بھی غزل کوئی
قلم اسی لیے تو نے ظفر بنایا تھا

خدا نے جبکہ جمالِ بتان بنایا تھا ‌ ‌ مژہ کو تیر بھوؤن کو کمان بنایا تھا

ہنسے ہے دیکھ کے محفل میں وہ بت بیدرد ‌ ‌ الٰہی کیون مجھے گریہ کنان بنایا تھا

یہ مجبور وزنِ سینہ کو بنداے جراح ‌ ‌ اندھیر کر گھر کا اُسے تابدان بنایا تھا

گیا تھا سیر کو گلشن میں کونسا گرد ‌ ‌ صبا نے غنچۂ گل عطردان بنایا تھا

رہا نہ آکے وہ ایوان چشم میں میری ‌ ‌ مژہ سے کہ میں عبث سائبان بنایا تھا

مثال نقش قدم بیٹھکر اٹھون کیونکر ‌ ‌ ازل سے حق نے مجھے ناتوان بنایا تھا

ملی نہ بحر میں ہستی کے ایک دم فرصت ‌ ‌ حباب وار عبث یہ مکان بنایا تھا

غزل اک اور قوافی بدل کے پڑھیے ظفر
اسی لیے تو تمھیں خوش زبان بنایا تھا

خدا نے جبکہ تجھے مہ جبین بنایا تھا ‌ ‌ تو خط سے رخ مہ ہالہ نشین بنایا تھا

دو چار کیا تیری جھکون سے شب ہوئی پروین ‌ ‌ فلک نے انکا انھیں خوشہ چین بنایا تھا

آہ ہوتی ہے لگن آخر و بال سر ہیان
گردش چشم اپنی مت دکھلا چمن مین صبحدم

عشق پروانہ سے سیکھے شمع سے سر کھینا
بھولجائیگی یہ نرگس ساغر زر بیچنا

عشق کے بازار مین کہتا ہون تجکو اے ظفر
شیشۂ دل کو مئے الفت سے بھر کر بیچنا

لگے ہے سیر گلشن مین دل اے غنچہ دہن کسکا
تری زرقت کی ماری کو روش کسکی چمن کسکا

مری وحشت سے ہمسر ہو سکے دیوانہ پن کسکا
برنگ گل ہے سینہ چاک مثل پیرہن کسکا

سراپا آتش الفت سے مثل شمع جلتا ہے
نہین پروا عاشق کو کہ جلتا ہے بدن کسکا

خطا ہے گر نہ اسکو نافۂ مشک ختن کہیے
گرہ مین تو نے دل باندھا ہے زلف پر شکن کسکا

تصور مین ہمیشہ جسکا پیغام سحر تا ہون
خدا جانے نظر مین کھب رہا ہے بانکپن کسکا

زمین سے تا فلک برپا ہوا اک طوفان آتش ہے
شرر انگیز ہے نالہ بعزم سوختن کسکا

مسافر خانۂ دنیا مین جو آیا ہوا راہی
یہ منزل آمد و شد کی ہے اسمین ہے وطن کسکا

عزیز و جان شیرین ہی ہے کسنے عشق شیرین مین
زبان تیشہ پر مذکور ہو جز کوہکن کسکا

سہ نو غرق ہے خون شفق مین دیکھ خجلت سے
لب زخم جگر ہنستا ہے اب زیر کفن کسکا

ظفر اسکے لب رنگین سے ہمتو کام رکھتے ہین
کہان کا لعل رمانی ہے یاقوت یمن کسکا

بیان کیجے اگر احوال اپنی شام غربت کا
گریبان تا بدامان چاک ہو صبح قیامت کا

دیگر

استقدر جہاں میں تہ انجم تہ تھا حباب
دم میں برباد ترا نقشہ تعمیر ہوا

تکمۂ لعل بجای شوخ نہیں زیب گلو
کسی بیجرم کا خون تیرے گلوگیر ہوا

چین ابرو نے تری قتل کیا ایک جہان
آج ظاہر یہ ترا جوہر شمشیر ہوا

کیا ہوا پاؤن کو جو ہاتھ لگایا تیرے
اتنی سی بات پہ مین مورد تقصیر ہوا

اُٹھ گیا مُنھ سے نقاب آج یہ کسکے کہ صبا
اتنا رنگ رخ گل باغ مین تغییر ہوا

کیمیا ڈھونڈھتے پھرتے ہین ظفر اہل ہوس
دل گداز اپنا کیا جس نے وہ اکسیر ہوا

زخم جگر اتنا ہی ہنس ہنس کر دل بیتاب کا
کسنے یہ مرہم لگایا اسپہ ہے تیزاب کا

زلف تیری سر بسر ہے موجۂ دریای حسن
کان مین بالا نہین حلقہ ہے یہ گرداب کا

تونے مہتابی پہ چمکایا جو اپنے حسن کو
رنگ پھیکا آسمان پر ہوگیا مہتاب کا

شاخ ہے لیکن نہین گل اسمین ساقی جلوہ گر
گر نہو وے ہاتھ مین ساغر شراب ناب کا

تیرے ہر شعر تر مین ہے وہ آبداری ای ظفر
اُس سے ہمسرکش ہو سکے کیا مُنھ درِ خوش آب کا

رخ تابان جو تہ زلف گرہ گیر رہا
کفر و اسلام شب و روز بغلگیر رہا

حلقۂ زلف بہم دیکھکے اس ابرو سے
موج دریا سے بھنور روز گلوگیر رہا

ہوچکی فصل بہار اور ترا دیوانہ
حیف صد حیف کہ وابستۂ زنجیر رہا

مطلع دیوان ظفر

وفور گریہ سے ہر موج آتشین ہے آہ
ہر ایک اشک کا قطرہ حباب سا چمکا

خرام دیکھ کے شبرنگ ناز کا تیرے
ہلال چرخ پہ ہوکر رکاب سا چمکا

صنم خدا کی قسم قشقہ جبین تیرا
نظر مین خلق کی لوح کتاب سا چمکا

ہزار دن زوپ کھاتا ہے قطرہ سیماب
ولے نہ اس دل پر اضطراب سا چمکا

ظفر کلام مین تیرے عجب صفائی ہے
کہ ہر سخن ترا گوہر خوش آب سا چمکا

تم کمر بند اب نہ بالائے کمر باندھو کرو
پر گلے مین تیغ رکھ بند پہ سر باندھو کرو

ہین نگینہ کا میان نکلنے فصل گل آئی ہے آہ
دیکھو صیاد و نہ تم بلبل کا پر باندھو کرو

جا ہے نہ جیگا مرہم نہ جلا جو تم اب مرہم لگاؤ
اس سرے زخم جگر کو کھول کر باندھو کرو

ہو نہ طفل اشک ابتر مردمان چشم آہ
ہان آہ پر راہ اب تم دیکھو کر باندھو کرو

ہاتھ آئے مین عدو اتو تمھارے آج سب
دست بر پشت انکا اب تم اے ظفر باندھو کرو

بہا گریہ سے میرے اسقدر سیلاب پانی کا
نظر آنے لگا جون بلبلا مہتاب پانی کا

تر گیا ہے جہان مین لے کے کو کہ ہم اب حیران ہین
یہ دور اشتین یار ہے یا گرداب پانی کا

عجب کیا ہے جو اپنا پارہ دل چشم مین ٹھہرے
تو سچ ہے گر عاشق ہو وے کہے سرخاب پانی کا

تمھاری آب خنجر نہ کیا سیراب اے یارے
نہایت تشنہ تھا مرغ دل بیتاب پانی کا

مرجائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا — دنیا مین نہین کوئی مرتجان کسی کا
یہ سنگدلی اپنی بتو چھوڑ دو للہ — دل توڑتے ہو کس لیے ہر آن کسیکا
ہوتی ہو جو بری عشق کی آتش مجھے ڈر ہے — گھر پھونکے نہ یہ آتش سوزان کسی کا
ہو عشق کی منزل مین یہ چال اپنا کہ جیسے — لٹ جائے کہین راہ مین سامان کسی کا
سوجھی ہے مجھے رونے سے دن رات کے اکدن — گھر دینگے ڈبو دیدۂ گریان کسی کا
ہو زلف و رخ یار کے قائل کوئی ہر گز — ہندو نہ کسی کا نہ مسلمان کسی کا

اب قافیہ و بحر ظفر پھیر غزل لکھ
بٹ جائے نہ اس سمت سے پھر دھیان کسی کا

نہین دیکھہ بہتر ستانا کسی کا — کڑھانا کسی کا کڑھانا کسی کا
مجھے یاد آتا ہے ہنس ہنس کے یارو — رُولانا کسیکا رُولانا کسی کا
کبھو تو سُنا کر ذرا گوشِ دل سے — فسانا کسی کا فسانا کسی کا
مجھے یاد کر کر کے آنسو بہانا — بہانا کسی کا بہانا کسی کا
نہ سمجھا تو ناصح کرد ہے مین ہون — دوانا کسی کا دوانا کسی کا
عزیزو مرے آگے مجھ ذکر دلبر — نہ لانا کسی کا نہ لانا کسی کا
سنو یگا دل تیر مژگان بن اسکے — نشانا کسی کا نشانا کسی کا
نمانا کرو میری جانب سے اب تم — لگانا کسی کا لگانا کسیکا

ظفر وہ دشمن جان قدردان دل نہوویگا
ندینا دل برب کعبہ کچھ حاصل نہوویگا

جسے ہر درک فن عشق مین نماحل نہوویگا
اسے گر لاکھ قاتل کیجیے قائل نہوویگا

جو وہ سرمست ساقی رونق محفل نہوویگا
نشہ ہوگا مجھے البتہ پر کامل نہوویگا

جھکاویگا وہی محراب بیت اللہ مین سرکو
جسے زاہد خیال ابروی قاتل نہوویگا

گلی مین یار کی اسکون کہر رہ تو بھی چل اے دل
ابھی تو قافلہ پہونچا سر منزل نہوویگا

کئی بوسے مقرر گر کیے دینے مجھے تم نے
تو کیا صاحب حساب دوستان دردل نہوویگا

سیاہی مین خط و رخسار کے تو غور سے دیکھا
کچھ اتنا ہوگا باقی آپکا فاضل نہوویگا

ظفر تو نام لے مشکل کشا کا اور پڑھ مطلع
بدلنا قافیہ اب کچھ تجھے مشکل نہوویگا

ہے ترے ہاتھون سے عاشق کا گلا کاٹا ہوا
اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا غراٹا ہوا

سہم کر اس ناتوان کا ہوگیا بس دم ہوا
صید افگن تیر پر ناوک کا یہ سناٹا ہوا

دیکھے دل اس زلف کو ہمنے نہ کچھ فائدہ
بلکہ اس سودے مین ہمکو ہمنشین گھاٹا ہوا

کھینچے ہے دامن مرا خار جنون جب دشت مین
پوچھے ہے آہو سے مجنون کیا یہ جھرآٹا ہوا

ہونٹ چاٹے ہے ہمیشہ اس مزے سے اپنے وہ
وہ لب شیرین ظفر جس کا کہ ہے چاٹا ہوا

عیان ہے رخنۂ دل مژگانِ پہ میری کیا تماشا ہے
دیا ہو دیگا جسنے عاشقی مین جان شیرین کو
مری آنکھو نمین اُسکے سبزۂ خط کی جو ہی کیفیت

کہین بیدا نیستان مین گل ورنگ ہو دیگا
نشان کوہکن چھاتی پہ اسکی سنگ ہو دیگا
تجھے ساقی نصیب ایسا نہ جام بنگ ہو دیگا

کھلین جیسا گل معنی تمھارے ای ظفر اُسجا
نکیونکر قافیہ غنچے کا بو لو تنگ ہو دیگا

نزلۂ شبنم سے گرا دل پہ ترے گل ٹھنڈا
تپ دوری سحر جو مین سرکے ہوں بانگ گل ٹھنڈا
دلِ سیپارہ کو شیرازی کو باندھے ہو دلے
ہو کہان مرغ نظر چشم مین زیر ابرو
نام پر لیتے کے وہ گرم ہوی تھی لیکن
اسکے لب شربت دیدار ہوی گی تسکین
ابر کیا عشق کی آتش نہ بجھے سے تجھے
سینے داغ آنکھون مین کھا درشتے ٹھنڈک
کیا ہی گھبرائے ہین و درات کو جسوقت چراغ
کھا گیا جلتا ہوا لقمۂ شعلہ گلگیر
یاد دنبالہ نے دی پھونک سر دلمین آگ

نازکی کھینچے ہے تاسف سے جو بلبل ٹھنڈا
تب کلیجا ہو ترا مست تغافل ٹھنڈا
کہین قرآن نہ ہے سنبل کا کل ٹھنڈا
مرغ آبی نہ مکان ڈھونڈھتا ہی پل ٹھنڈا
کیا تدبیر سے انکو بہ تامل ٹھنڈا
پانی ہے اشک ترے ہر گز نہو خل جل ٹھنڈا
کر چکا دل کو دین آتش دانِ قرنفل کا ٹھنڈا
گرم تیلا نہو جب تک کہ سر گل ٹھنڈا
ہو گیا لگ کے مرا دامن قرنفل ٹھنڈا
بل بے گرمی نکیا وقت تنا دل ٹھنڈا
کون کہتا ہی کہ ہر برگ قرنفل ٹھنڈا

جو غیر کا ترے گھر میں پلنگ نہ بچھے گا — تو اپنی چھاتی یہ یہاں فرش سنگ بچھے گا

تو لیا بجز خجالت نہ کیوں ہو زاہد خشک — مُصلّا اپنا سر آب گنگ نہ بچھے گا

پلا مجھے مے گلگوں اس ابر میں ساقی — چمن میں غاشیۂ سبز رنگ نہ بچھے گا

اگر ہے قصد ہم آغوشی اب تجھے گلرو — بچھونا تیرے لیے بید رنگ بچھے گا

ظفر کو خواب نہ آویگا فرشِ مخمل پر
بغیر تیرے اگر شوخ و شنگ بچھے گا

کیا وصف جبین میں کہوں اُس ماہ جبین کا — اک تختہ سراسر ہے وہ فردوس برین کا

یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے ید بیضا — یا صفحۂ رخسار کسی شوخ جبین کا

یا مشتری و زہرہ ہے یا مہر درخشان — یا جلوۂ پر نور ہے یا ماہ مبین کا

یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین — یا صفحۂ سادہ کسی انمول نگین کا

کیا زور زمین شعر کی یہ تو نے نکالی
ہے وصف ظفر اسمیں بیان اسکی جبین کا

ہی ہماری خاک پر تیرا سراغ نقش پا — شمع مرقد سے یہ بہتر ہے چراغ نقش پا

گل نہیں چھاتی پہ میری نقش پاے عشق میں — جلوہ گر ہے لالہ و یہ دیکھ باغ نقش پا

فندق پا سے ہوا ہی جسکے اک عالم شہید — ہر گل او رنگ سا اسکا ہے داغ نقش پا

پیکے ہے مستی تری رفتار سے وہ مست ناز — نشہ بخش دو جہان ہے ہر ایاغ نقش پا

مزار کوہکن اب سوے باغ پتھر کا
رکھے ہے دیکھ کے شیرین چراغ پتھر کا

کرے جو خال صنم سے ہمارے ہمچشمی
تو بن ہی جا کے مقرر وہ زاغ پتھر کا

یہ دل ہی ہے کہ رکھی جسمین عشق کی آتشِ غم
وگرنہ رکھون تو شق ہوا جاے پتھر کا

نہ مرتا کوہکن آخر تو گھر تراشیرین
بناتا کوہ سے پا کر فراغ پتھر کا

بتون کی سنگدلی نقش کالحجر ہی نہین
یہ سچ ہے مٹ نہین سکتا ہی داغ پتھر کا

تو لے کے شیشۂ دل اس روش سے پھر بلبل
کہ فرش سنگ بھی ہے صحن باغ پتھر کا

ادا و ناز اُٹھانے کو تیرے سنگین دل
کہان سے لائے کوئی اب دماغ پتھر کا

بسھو نکو جام مرصع حسین کے ہے ساقی مے
ہمین فقط یہ بلورین ایاغ پتھر کا

ظفر کا ریختہ گر یہ سُنے تو بجاوے
ہر ایک شاعر نازک دماغ پتھر کا

وصیان زندان پہ تری آٹھ پہر ہے اپنا
بن گیا تار نگہ سلک گہر ہے اپنا

مہر رخشان نہ فقط داغ جگر ہے اپنا
سینۂ چاک بھی مانند سحر ہے اپنا

موج زن تا بگلو ہے جو دہ آب دم تیغ
چون حباب لب جو کاسہ سر ہے اپنا

زخم سینے پہ چھڑکتے ہین سدا اشک نمک
کم نمکدان سے نہین دیدۂ تر ہے اپنا

ہم وہ ہین دہر مین نخل گل آتشبازی
کہ جو شعلہ ہے وہی برگ وثمر ہے اپنا

تیغ کھینچے ہے جو موج نگہ یار ادھر
یان بھی ہر داغ جگر مشکل سپر ہے اپنا

الٰہی خیر کرنا جو دما دم ہے مین
قاتل آیا ہے کہین قتل کے میدان مین کیا
در کے بھینے نظر آئے تو لگے بوسے کھینے مست
آفتاب آیا ہے ساقی کہین ہم ان مین کیا
جلوہ گر نور ازلی کا نظر آیا ہے ظفر
برق رخ دار کان مین کیا کسی نے بجلی جان مین کی

کچھ نہ تنہا پاس سحر وہ دلربا جنیت بنا	ساتھ اسکے ہمدمون دل بھی مرا جنیت بنا
غم نہین گر پاس ہے وہ مہ لقا جنیت بنا	پر مرے پہلو سے دل سا آشنا جنیت بنا
ایک بادی جو رہی جھونکا ہوا کا عندلیب	صبح گلشن سے زر گل کو اڑا جنیت بنا
کھینچکر الئیس دیوار جو مین چھپ رہا	بولے دیکھو تو کوئی دو ہی ہا جنیت بنا
فرصت نظارہ ہر کسکو کہا مانند حباب	بحر ہستی مین جہان کی چشم وا جنیت بنا
اعتبار اسکی دلا پہلو نشینی کا نہین	بیٹھکر پہلو مین وہ تو بار ہا جنیت بنا

کل سمجھ لو نگا ظفر اس سحر جو وہ آئیگا ہاتھ
آج دھوکا دیکے مجھکو کیا ہوا جنیت بنا

قاتل اب ڈھونڈھے ہے عاشق بیجان مین کیا	جب گئی جان تو باقی رہا انسان مین کیا
فرق اب تجھ مین اور یوسف کنعان مین کیا	لکھیے جز صل علیٰ ہے خط ریحان مین کیا
خط رخسار کا تیری نہین اٹھا اک حرف	نہین معلوم لکھا ہے خط ریحان مین کیا
روش بادیہ ہر جادہ جنون نے تیرے	ہاتھ مارے ہین کہین دشت کے دامان مین کیا
جھونکی جنبش سحر تمہاری کہین بھونچال آئے	کلو سید انہین تم نے تھیے ہو دالان مین کیا
ہو گئے جس سے کہ مسجود ملائک ہے خاک	نہین معلوم کہ وہ چیز ہے انسان مین کیا
نالہ بلبل کا جو سنتا نہین وہ گلشن مین	بارہ شبنم نے بھرا گل کے کہین کان مین کیا
جو کہ رنگین ہین ظاہر مین وہ ہین خالی ہاتھ	کوئی بتلا دے کہ ہے تحفہ مرجان مین کیا

ہوا اُس دریہ نقش کا لجراب غیر سنگین دل
ظفر پہلے ہی گر جیدہ اُکھڑ جاتا نہ جم جاتا

آنسوؤن سے سینہ کے یون گھاؤ پر پانی چڑھا
جیسے جو دریا مین بنیاد پر پانی چڑھا

کھینچے گا نقاش نقشہ کیسے رنگ زرد کا
اسقدر زر کا دیا جو تاؤ پر پانی چڑھا

کشتگان کو کہان دیوے گا ان کو عشق مین غسل
ئے برس کر ابر اس ستھراؤ پر پانی چڑھا

کوچہ جانان مین دم جوش ازدحام چشم تر
بند بند ہوا کہ پل ہواؤ پر پانی چڑھا

آج گریہ سے مرے دریا چڑھا ہے ورنہ کل
یون تو تھا یو خشک تھا کہ ناؤ پر پانی چڑھا

مستعد ہے جنگ پر غیر دن کے کہنے سے ظفر
ہے یہ تیغ بے حیا کس چاؤ پر پانی چڑھا

بولے وہ جب ہمنے شب کو نالۂ حسرت بھرا
یون جتائی چاہ تو بھی کیا ہے فطرت بھرا

سو نہ بات غنچہ کرتا ہے پریشانی بیان
یہ خدا جانے کہ دل ہے کس کا سو حسرت بھرا

بھرتا تھا سنگ جراحت جس جراحت مین مرے
دہان تک کان ملاحت تونے ہی شدت بھرا

کھینچی جب تصویر زخمی کی تو کر بہزاد نے
رنگ کی جا خون اُسنے دیکھو رنگت بھرا

دیکھنا اک حضرت عشق آنسوؤن کے جوش کو
ہمنے دامن موتیون سے آپ کی دولت بھرا

دھجیان ہو کر اڑا دامن دونے انکا کبھی
سو نہ خار مغیلان سے ذرا کی وحشت بھرا

یاد چشم مست مین بیہوش ہین کس کو خبر
زہر ساقی نے بھرا ساغر مین یا شربت بھرا

دیگر

یہ اٹھان غلام ہر کس مہ جمال کا	پہنے پھرے ہے کان میں بالا ہلال کا

مطلع ثانی

رکھا ذقن پہ یار نے کیوں دانہ خال کا	ہے بضیۂ ہما پہ عجب ہونا دال کا
انبوہ خال و خط سے ترا صفحۂ عذار	گویا کہ فال نامہ ہے یہ دانیال کا
دل سیلی میں زلف کی جیت گرمیں ہوا	کوئی اسے مرید کہو کوئی بالکا
ہوتا ہے چودھوین کو ہمیشہ خسوف ماہ	جو دن کمال کا ہے وہی ہے زوال کا
غیرت کہو ہے قبر سکندر کو دیکھنا	یارو کچھ اعتبار نہیں ملک و مال کا
بارش ہے میری ابر مژہ کی عجب نہیں	موسم ہے تمام برس برشگال کا
ہے آئینہ رخوں کا تصور جو آنکھ میں	ہے آرہا نظر مجھے عالم مثال کا

منھ ہم نے پیٹ پیٹ لیا شب کو اے ظفر
یاد آیا انکے گال پہ رکھنا جو گال کا

نہ ہرگز درد دل سے میں کراہا	غرض پوشیدہ الفت کو نباہا
محبت کے یہ معنے ہیں کہ میں نے	وہی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا
عیاں ہے صفحۂ رخ پر ترے خط	کہ ہے تنخواہ بوسوں کا سیاہا
نفیروں سے تو پوچھو لذت عشق	اہاہاہا اہاہاہا اہاہاہا

اشک سے دیدۂ تر میرا کہان ہے لبریز	بحر عشق سے یہ کوزہ مین جیحون ہے بھرا
غم لیلےٰ نے لٹا کر اُسے مارا شاید	خاک صحرا مین جو یکسر تن مجنون ہے بھرا
کشتۂ مژگان کا ترے دشت مین خون ہے کیسا	اسقدر کا ہے ٹسوون جو دامن ہامون ہے بھرا
چین ملتا ہی نہین عشق کے آوارون کو	بغض کیا جی مین ترے گردش گردون ہے بھرا
خاک درد کے کرے کوئی جی اپنا خالی	لاکھ حسرت سے ہمارا دل محزون ہے بھرا
کون ہو تجھ سے دوچار آن کے ظالم کربلا	تجھمین ہائے نگہ چشم پُرافسون ہے بھرا

درم داغ کی دولت سے مرے سینے مین
اے ظفر دیکھ کہ گنجینۂ قارون ہے بھرا

یہ چشم تر سے دم گریہ خون ناب بہا	کہ پانی کو چے مین رنگین جو شہاب بہا

مطلع ثانی

ہمارے آگے نہ آنسو تو اے سحاب بہا	وگرنہ باور تو لیوین ہین در خوش آب بہا

مطلع ثالث

ہماری آنکھون سے جسوقت خون ناب بہا	بھر گیا گنبد افلاک جون حباب بہا
ہماری ہاتھ سے اک جام نوش کر ظالم	لگا کے لب سے گریبان مین شراب بہا
ستارے آئے نظر آفتاب پر ہمکو	عرق جو رُخ پہ ترے رشک آفتاب بہا
کھلا اگر کبھی واعظ پہ ایک نکتۂ عشق	یقین ہے کہ ڈبوئیگا دریا مین ہر کتاب بہا

جو نہ کہنا تھا کہا جھٹ منھ پہ اُس سفاک کے
سچ تو یوں ہے ہاں ظفر بھی ایک ہی بیباک تھا

ہووے تمھارے در تک اپنا گمان سے آنا
بیمار غم کو تیرے دیکھ آئے سب اطبا
کوئی عدم کو جا کر کوئی پھرا نہ ہرگز
للہ کر نہ دیکھو برباد خاک عاشق
اک ان بڑے سودا عاشق کی جنس دل کا
کیا وجل ہی کر آوے وہ خاک کشتگان پہ

جب تک قدم نہ نکلے اس ناتوان سے آنا
عیسیٰ کا ایک باقی ہے آسمان سے آنا
دشوار ہے نہایت شاید وہان سے آنا
آہستہ ای صبا تو کوی بتان سے آنا
فرماتے آپ کیوں ہیں ناحق زبان سے آنا
آنا کبھی جو شاید اس کشان سے آنا

دم ای ظفر ہوا تھا اپنا بھی رات جو میں
خوشبو کا اُسکی زلف عنبر فشان سے آنا

تراش کوہ سے کیا کوہکن پتھر بنا دیتا
صدف کا سا اثر ہوتا نقش بانہہ جانان میں
اگر میں جانتا نکلے زمیں سے لالہ نکلے گا
اگر تصویر مانی کھینچتا اُس میرے قاتل کی
نہ پوچھو میں مرے کچھ خلش ہے نوک مژگان کی
تصور دیدہ تر میں ہے اُس دُر تابان کا

اگر ہوتا سلیقہ کا تو شیرین گھر بنا دیتا
کہ ہر اشک چکیدہ کو مرے گوہر بنا دیتا
تو اپنے کاسۂ سر کو ترا ساغر بنا دیتا
تو اس تصویر کے بھی ہاتھ میں خنجر بنا دیتا
اگر ہر مو کو بدن پر مرے نشتر بنا دیتا
گہر کو اشک کے ہر دانہ اختر بنا دیتا

اسکی پشت لب جان بخش پہ نکلا خط سبز
خضر گویا کہ سر چشمۂ حیوان پہونچا

بخیہ گر کون تھا جو چاک جگر کو سیتا
خوب برقت تو ای ناوک جانان پہونچا

چھوڑتا حشر تلک بھی نہ تجھے ای قاتل
ہاتھ بسمل کا نہ تا بر داماں پہونچا

غم میں اُس پردہ نشین کے ہے مرا ناک میں دم
اور حسد نہ مجھے ای غم جانان پہونچا

آتش عشق سے جلتا ہے مرا خانۂ دل
جلد پانی کہیں ای دیدۂ گریان پہونچا

بھاگنا ہاتھ چھوڑا کر تمہیں ہوتا معلوم
گر مری ہاتھ میں آجاتا مری جان پہونچا

دیکھیے صبح تری کو کبھی دن ہوتی ہے
میں تو مر نکلے قریب ای شب ہجران پہونچا

دیکھنا شوق کہ پائوں تلک اُس قاتل کے
سر مرا اڑ کے مثال گُرِ غلطان پہونچا

ای ظفر پہونچے مرا ہاتھ کب اس دامن تک
ضعف سے جو نہ مرے تا بہ گریبان پہونچا

جب استخوان سے یہ سوفار تیر کا ٹھہرا
تو مرغ تیر ترا طائر ہما ٹھہرا

عجب ہے سوز محبت سے دل مرا ٹھہرا
کہیں بھی آگ پہ سیماب ہے بھلا ٹھہرا

نہ ہاتھ تیغ زنی سے کبھی ذرا ٹھہرا
ہماری جان کو بلا کو وہ دوسرا ٹھہرا

یہ کسکی چشم کی گردش نے اُسکو دی گردش
کہ آسمان نہ گردش سے اک ذرا ناٹھہرا

دکھاتی جنبش مژگان جو موم بدم اپنی
گلے پہ کیا مرے خنجر سا ہے پھرنا ٹھہرا

دکھوں تھمرے کبھی اے میر نصیب کی گردش
کہ سنگ قبر مرا سنگ آسیا ٹھہرا

[illegible]

دیگر

[illegible]

ہے خاک راہ یار کی چٹکی بھی کیمیا
ایسا نہو کہ غیر پہ کھلجاے مدعا
سب یار کوچ کر گئے میری کھلی نہ آنکھ
تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمین

یہ عشق نے بنا ہمین اک چٹکلا دیا
قاصد نے میرا خط اُسے جا کر کھلا دیا
غفلت نے کیا کہون مجھے کیسا سُلا دیا
ہمنے تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا دیا

کھینچا جو نقشہ کلک تصور سے یار کا
نقاش چین کو ہمنے ظفر چین بھلا دیا

جگر سے یو دھوان ہے بار بار اُٹھا ہوا آتا
سریر سلطنت پر بیٹھتے آتا ہے ننگ اسکو
پڑا ہے خاک پر ظالم تو کیا جب سر اُٹھا تا ہے
جلا کر شمع ساں جسکو اُٹھایا تمنے محفل سے
خرام ناز سے تیری سر رہ تیرے عاشق پر
اُڑاتا خاک آتا ہے ترا دیوانہ صحرا مین

کہ ہو جسطرح سے ابر بہار اُٹھا ہوا آتا
تری کوچہ سے ہے جو خاکسار اُٹھا ہوا آتا
زمین سے ہے وہ موذی شکل مار اُٹھا ہوا آتا
دہی جان سوختہ دل داغدار اُٹھا ہوا آتا
نظر ہے ایک فتنہ اے نگار اُٹھا ہوا آتا
بگولا سا جو ہے یہ اک غبار اُٹھا ہوا آتا

خدا جانے بھڑکتی ہے ظفر کیا آگ سینہ مین
کہ دم کے ساتھ ہے شعلہ سا یار اُٹھا ہوا آتا

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بیگانہ رہا

ترا تو بھی دوست یگانہ رہا
جو رہا سو کسی کا فسانہ رہا

دیگر

[illegible]

میرے گریے نے دھویا دل سے میرے اک داغ	دم اسکے دل سے اب حرف محبت دھو دیا
دیکھنا رنگ محبت کیا دکھاتا ہے بہار	تختۂ دامن پہ اشک خون لالہ بو دیا

اب دل آزاری کرے وہ خواہ دلداری کرے
اے ظفر اس دلربا کو ہمنے دل اب تو دیا

ہاتھ قاتل تری تلوار کا ایسا چھوٹا	سارے جھگڑوں سے جہان کے ترا شیدا چھوٹا
چھٹ گیا ہاتھ سے دامن دم بسمل تیرا	پر ذرا خون ترے دامن سے نہ میرا چھوٹا
عکس چشم اسکا نظر آتے ہی یون دیدہ مین	جیسے تالاب مین ہو کوئی فوارا چھوٹا
نوک مژگان نے تیری ایسا ڈبویا نشتر	رگ جان سے مرے فوارہ لہو کا چھوٹا
سوزش غم ہی تماشا کوئی آتشبازی	نالہ کیا سینہ سے نکلا مرا چمکا چھوٹا
نہین تلودن سے ملے دیدۂ تر تحفے کیون	رنگ منہدی کا کف پا سے نگارا چھوٹا
کو بکو چھوٹے مرے واسطے لاکھون سو جاسے	عجب ہے پر کوچۂ جانان کا نہ جانا چھوٹا
اوڑ کے جا سکتا نہین تا سر دیوار چمن	دام صیاد سے چھوٹا بھی تو مین کیا چھوٹا

آخرش لے ہی لیا تیغ نے لب کا بوسہ
اے ظفر پر نہ لب زخم سے لپکا چھوٹا

جبکہ شبدیز قلم قرطاس پہ جولان کیا	تب قلمرو مین سخن کا اک قلم میدان کیا
چشم بینا ہے تو دیکھو ہے تجلی طور کی	دل مین اپنے جو شرر ہر سنگ نے پنہان کیا

گر کھینچے سینہ سے ناوک روح تو قالب کھینچ	اے اجل جب کھینچ گیا وہ تیر پھر کھینچی تو کیا
کھینچا تھا یا تون میرا پہلے ہی خنجر سے	اے جنون تو نے مری زنجیر پھر کھینچی تو کیا
دار ہی پر سے کھینچا جب بازار عشق	لاش بھی میری پے تشہیر پھر کھینچی تو کیا
کھینچ اب نالہ کوئی ایسا کہ ہو اسکو اثر	تو نے اے دل آہ پر تاثیر پھر کھینچی تو کیا
چاہیے ہم اسکا تصور ہی سے نقشہ کھینچنا	دیکھکر تصویر کو تصویر پھر کھینچی تو کیا
کھینچ لی اول ہی سے دل کی عنان اختیار	تو نے گر اے عاشق دلگیر پھر کھینچی تو کیا

کیا ہوا آگے جو اٹھائے گر ظفر احسان عقل
اور اگر اب منت تدبیر پھر کھینچی تو کیا

مر جائیے یا کچھ ہو کسے دھیان کسی کا	دنیا میں نہیں کوئی مری جان کسی کا
ملنے کا تجھے رہتا ہے ارمان کسی کا	لیتا جو نہیں نام کسی آن کسی کا
ٹکڑا نہیں ہے دوست جنون ایک بھی چھوڑا	دامان بچے تا گریبان کسی کا
اے سنگدلی اپنی تم اب چھوڑ دو اتنی	دل چھوڑتے کیون ہو بتو ہر آن کسی کا
ہے لالہ رخان تن مرا گلچو زرد ہے جیسے	ایسا نہیں یکدست گلستان کسی کا
ہوتی ہے بری عشق کی آتش ہی ڈرتے	گھر پھونک نہ دے آتش سوزان کسی کا
طے منزل عشق اس سے یہ کب ہو سکے یارو	کٹ جائے سر راہ جو سامان کسی کا
الطاف و کرم غیر پہ رہتا ہے تمہارا	تم جانتے ذرہ بھی نہیں مان کسی کا

بھلا ہووے کس وسے اب غنچہ رو کش	کہان منھ ہو اُسکے برابر کسی کا
دل اُسکا ملاؤن مین سج نسے کیونکر	کہ بس کب چلے ہے کسی پر کسی کا
کمر کا جواب اُسکی عالم ہے ہمدم	نہ دیکھا کوئی ایسا خنجر کسی کا
یہ جی چاہتا ہی کہ سرہی سے مارین	اُٹھا کر ہم اب رسیہ پتھر کسی کا

بدل بحر اور قافیہ کو ظفر اب
کہ خوش ہووے دل تا سراسر کسی کا

الفت کا ملا ہمکو مزا یار کسی کا	بیجا کبھی ہوتا نہین قرار کسی کا
گر ہم ہین گنہگار تو کر خاک کا پیوند	پردہ نہ اُٹھا چرخ ستمگار کسی کا
جون آئینہ اب حیرت دیدار ہے تیری	رہتا ہی کھلا دیدۂ بیدار کسی کا
رونے کا رہیگا یہی عالم تو بھلا کدن	گھر دیگا ڈوبا دیدۂ خونبار کسی کا
شانہ سے نہ بل کیونکہ کرے اب وہ سراسر	دل زلف بتان مین ہے گرفتار کسی کا
ہمت ن مین غیر برق صفت آنکے لینا	پہلو مین تڑپتا ہے دل آزار کسی کا

مستغنے کونین سے رکھ اپنے ظفر کو
محتاج نکر حیدر کرار کسی کا

عشق نے جسدم دیار دین آہو کا دیا	نالہ سوزان نے سینہ مین کمر رو کا دیا
ورنہین جلا دیکھ تیغ ستم کا اب ہی	زخم دکھا ہی سنے ہمکو اپنی آبرو کا دیا

نہ ٹانکا لگ سکا زرگر سے بھی صبا اُسمین — جو تیری ہاتھ سے غنچہ کا عطردان ٹوٹا

جہاز چشم تباہی مین آگیا جو مین — غرہ کا باد مخالف سے بادبان ٹوٹا

ہمارا شیشۂ دل گرکے تیرے ہاتھون سے — ہمارا حیف ہے محفل کے درمیان ٹوٹا

تمام بادہ کشی خاک مین ملی ساقی — لب اپنے حق مین یہ ایک کوہ ہے گران ٹوٹا

خیال خال رخ اُسکے کا دل کو کیا ہے ظفر

یہ ہوگا دانہ پہ ہے مرغ بوستان ٹوٹا

بعد خط ملنے کا قاصد نے جو پیغام دیا — سر قلم اسکا کیا اُسنے یہ انعام دیا

دل کھائی جو تہ زلف سیہ فام دیا — غم دیا درد دیا تحفۂ دشنام دیا

خاک آرام مرے دلکو دل آرام دیا — دل لیا ایک تو اور دوسرے الزام دیا

طپش دل کو لگی آگ کہ یارب کیا ہے — بعد مرون بھی نہ خاک آرام دیا

[illegible] کی کمون کیا اپنے شرارت گستر — چرخ خورشید فلک کو لب بام دیا

یاد مجھے ہے کب اس چشم کی گویا رونے — کبھی نرگس کو دکھایا کبھی بادام دیا

خم کو خم پی گئے یاران سبو کش لیکن — ہمکو اس دور مین ساقی نے اک جام دیا

قطرۂ اشک نہ مین پر نہیں مژگان سے گری — نخل الفت نے ہمین یہ ثمر خام دیا

جون جرس کی دل مجنون نے جو فریاد سے — جانے ناقے کو جو لیلی نے یک گام دیا

جیب و دامن مین جو باقی نہ رہیگا کچھ بھی — نظر آتے یہ سر آغاز کا انجام دیا

رہ گئے ٹوٹ کے جو پاؤں میں خار سر دشت
چشم ہر آبلہ پہ ہوئیں مژگان پیدا

خاک کشتۂ مژگان کی اگر ہو گلبن
طے غنچہ سر ہر شاخ ہو پیکان پیدا

حلقۂ زلف میں بالکے کہاں ہیں تی
دہن مار سیہ میں ہوئے دندان پیدا

اُسکے رخسار مخطط کی کہوں کیا تعریف
کہیں اس خط کا جہاں میں نہیں قرآن پیدا

اشک مژگان پہ ہے سو تیر چڑھانا پانی
چشم تر کوئی یہ لڑکا ہو طوفان پیدا

لگئی سرزنش خار الم خاک میں ہے
میری تربت پہ ہوئے نخل مغیلان پیدا

کون تھا بار امانت کا اُٹھانے والا
گرچہ دنیا میں نہوتا ظفر انسان پیدا

دابو سر کس کا تم اور ہاتھ دباؤ کسکا
سب بیل آپکے ہیں تمکو دباؤ کسکا

اپنے کوٹھے پہ جو کی اپنے دیوار بلند
دیکھا لے پردہ نشین تمنے دکھاؤ کسکا

ہو ہم چشم مرا اشک رواں دریا کی
دیکھیے دو میں زیادہ ہو بہاؤ کسکا

کھتی ہیں سیکڑوں وہ نوں مژگان لیکن
کوئی پوچھے کہ سیا آپنے گھاؤ کسکا

رات دن رہتی ہو تم خانۂ دل میں میرے
گھر تمھارا نہیں تو پھر یہ بتاؤ کسکا

اسقدر آج جو بگڑا ہی مرا دل مجھسے
نہیں معلوم کہ دیکھا ہی بناؤ کسکا

اے ظفر کرتے ہیں سب آنسے لگاوٹ لیکن
کسکا لگا ہو وہاں اور لگاؤ کسکا

دیگر

اے ظفر افسوس وہان ہرگز گلی اپنی نہ ڈال
گوشت سب شوربا حسرت سے مرا یان گل گیا

ہمنے سبھی کو عشق مین بدظن بنالیا
تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنالیا

مشق ستم رہی وہی اسکی کہ جب تلک
ہر استخوان کو میرے نہ قطعہ زن بنالیا

دعوی تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمین
اس بت نے ایکدم مین برہمن بنالیا

آنکھون نے تیری سحر کیا اک نگاہ مین
دیوانہ مجکو اے بت پرفن بنالیا

قصر بہشت تجھکو مبارک ہو زاہدا
ہمنے تو کوے یار مین مسکن بنالیا

اللہ رے تیری سنگدلی تونے اپنا دل
پتھر بنالیا ہے کہ آہن بنالیا

بگڑا مزاج دیکھیے کیسی بنے ظفر
منھ اسنے یون جو پھیر کے چتون بنالیا

بے ضبط فغان از نہان ہو نہین سکتا
اور تجھسے ولا ضبط فغان ہو نہین سکتا

بیطاقتی دل سے یہ عالم ہے کہ ابتو
اشک آنکھ سے بھی میری رواں ہو نہین سکتا

تا لب قدم شمع صفت گو کہ زبان ہون
پر سوز غم عشق بیان ہو نہین سکتا

جبتک وہ خفا مجھسے ہین سن لو طبیبو
کچھ میرا علاج خفقان ہو نہین سکتا

ہمچشم مری چشم سے ہو ابر تو کیونکر
اسطرح وہ خونابہ فشان ہو نہین سکتا

کیا جانے بلا کیا ہے ترا غمزہ کہ جس سے
جانبر کوئی اے آفت جان ہو نہین سکتا

دیگر

دیگر

جب کھلکھلا کے ساقی گلفام ہنس پڑا
شیشے نے قہقہے کیے اور جام ہنس پڑا

غنچے کا منھ ہی کیا کہ تبسم کرے گا پھر
گلشن میں گر وہ شوخ گل اندام ہنس پڑا

دندان کی تاب دیکھ کے انجم ہوے خجل
وہ مہ جبین جو شب کو لب بام ہنس پڑا

کچھ تو خوش آئین مجھکو تری بد زبانیان
مین سنکے تیرے منھ سے جو دشنام ہنس پڑا

تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت ہی باغ مین
پر کچھ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا

سیراب آب تیغ سے ہو کر برنگ گل
ہر ایک زخم عاشق ناکام ہنس پڑا

جس رات ٹھہری آنیکی اس بت وش کی ان
گھر کا مرے چراغ سر شام ہنس پڑا

بارش کے وقت چمکے ہے بجلی بھی کیا ہوا
رونے پہ میرے گر وہ دلارام ہنس پڑا

کیا بات یاد آ گئی اسکو کہ اے ظفر
وہ یکبیک جو سنکے مرا نام ہنس پڑا

وہ نہ آیا بار لگئے یون نتھا تو یون ہوا
اسکا آنا بن بلائے یون نتھا تو یون ہوا

ضبط مین کرتا تھا نالے تا نہو افشاے راز
چشم نے آنسو بہاے یون نتھا تو یون ہوا

تو نتھا دلدار اس سے ہو گیا بیزار دل
کون تجھکو یہ جتاے یون نتھا تو یون ہوا

وصل ظاہر تو نہوتا تھا ہمین اسکا نصیب
خواب مین وہ چھپکے آئے یون نتھا تو یون ہوا

عشق کا حاصل نتھا ہمکو مزا زخم دل
زخم بھی لو ہمنے کھائے یون نتھا تو یون ہوا

صبر گر ہوتا مجھے ہوتا نہ مین رسواے خلق
کہتے ہین اپنے پرائے یون نتھا تو یون ہوا

قطعہ

دیگر

دیگر

هر ایک کرتا ہی احوال پر مرے افسوس
غم فراق سی مین ایسی حال کو پہونچا

کیا تصور بوسہ اگر کبھی مین نے
تو صدمہ اُس گل خوبی کی گال کو پہونچا

پہونچ چکا ہے مرا وقت آج ای قاصد
جو تو نہ لیکے نوید وصال کو پہونچا

کیا ہے تو نے ظفر گرچہ دلکو یار کی ملک
تو اپنے پاس نہ رکھ اُسکے مال کو پہونچا

پوچھے ہے یارون سے کہتا یار کیا تھا کیا ہوا
آج تک کھلتا نہین اقرار کیا تھا کیا ہوا

نالے کرتے کرتے کیون مر جائین کوچہ مین ہم
وہ نہ پوچھے غل پس دیوار کیا تھا کیا ہوا

دیکھ تو آئینہ مین اپنے خط عارض کو تو
تیرا عالم اے پری رخسار کیا تھا کیا ہوا

پھرتا جس تا نفس سے یہ ہے پتلا خاک کا
پوچھنا بعد از فنا وہ تار کیا تھا کیا ہوا

کرتے تھی اخلاق دل لینی کو سو دل لیکے
کیا بتاؤن مین کہ کیا بکا بیا کیا تھا کیا ہوا

ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا مری تقدیر مین
کیا کہون مین تجھ سے ای غمخوار کیا تھا کیا ہوا

حال اُس نے سنکر وہ بگڑے تھی مجھے امید لطف
ہائے مین سوچا دم اظہار کیا تھا کیا ہوا

پھٹتی ہی شیرین کوئی تاثیر خون کوہکن
دیکھ رنگ لالہ کہسار کیا تھا کیا ہوا

کیا برا ہے درد فرقت دیتی ان مین بھیجو
حال تیرا ای دل بیمار کیا تھا کیا ہوا

سرکشی کرتا ہی کیا کیا اپنی ہستی پر حباب
دیکھنا یکدم مین یہ پندار کیا تھا کیا ہوا

لیگیا وہ نیم غمزہ مین جو دلکو ای ظفر
ہو گیا حیران مین یکبار کیا تھا کیا ہوا

دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیون رشک سے مارا
کہ مین تو مر رہا دیدار کی حسرت مین یون ہین تھا

ظفر تم دیکھتے ہو جس طرح آئینہ کو حیران
کل اُنکو دیکھکر مین بھی رہا حیرت مین یون ہین تھا

کیا کہون دل مائل زلف دوتا کیونکر ہوا
یہ بھلا چنگا گرفتار بلا کیونکر ہوا

جنکو محراب عبادت ہو خم ابروی یار
اُنکا کعبہ مین کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

دیدۂ حیران ہمارا تھا تمہارے زیر پا
ہمکو حیرت ہے کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا

نامہ بر خط دیکے اُس نو خط کو تونے کیا کہا
کیا خطا تجھسے ہوئی اور وہ خفا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھو دے اگر دلکا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا

جنکو یکتائی کا دعوی تھا وہ مثل آئینہ
اُنکو حیرت ہے کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا

تیرے دانتونکی تصور سی نتھا گر آبدار
جو بہا آنسو وہ در بے بہا کیونکر ہوا

جو نہونا تھا ہوا ہمپر تمہارے عشق مین
تمنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

وہ تو ہے نا آشنا مشہور عالم مین ظفر
پر خدا جانے وہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا

عشق کے میدان مین رستم کا مُنہ پھر جائیگا
تیغ غم کے سامنے ضیغم کا مُنہ پھر جائیگا

مُنھ لگے گا جا کے اور جو لگے گا تیری مُنھ
تو اگر پھیر یگا مُنھ عالم کا مُنھ پھر جائیگا

دل ترا کس لیے ہوا شاخ و تنگ آب
ورنہ پیارے ہوتے ہین گہر یہ سنگ آب

روتی نہین ہی شمع پڑی حال دیکھکر
آتش کا ہوگیا یہ نہ زہرہ پتنگ آب

خط سے نہ کم ہو کیونکہ رخ یار کی چمک
جاتی رہے ہی آئینہ کی زیر زنگ آب

یون خط سبز کے ہین تصور مین اشک سبز
کا ای سی جسطرح کہ بدل جاے رنگ آب

عارض پہ تیرے ہو عرق افشان کبھی جو زلف
پھر جایک بیک سر ملک فرنگ آب

مین تشنہ لب ان جام شہادت کا ہمدمو
کے ہی مجکو بیتے ہوئے عار ذنگ آب

مژگان مین لخت دل ہے کہان تیر نیستان
آتا ہے دیکھو پینے کو بالاے گنگ آب

تو جلد جام حلقہ جوہر سے دے مجھے
اس اپنی آب تیغ سی اے خانہ جنگ آب

دل کی ظفر ہے بجر محبت مین زندگی
ہان یعنے سچ ہے یہ کہ ہے جان نہنگ آب

چشم کا ہی عشق کی آتش کے چمکانیکو آب
جلے روغن ہے اس شعلہ کی بھڑکانیکو آب

چشم تر کیونکر نہ اپنی اشک افشانی کرے
چاہیے ای مردمان تر کانکے نہانیکو آب

خال رخ تیرا عرق سی سبز ہوتا ہی نہین
سبز کرتا ہے زمین مین ورنہ ہر دانے کو آب

دلکی گرمی کو نہ کھویا آنسوؤنکی چشم نے
سرد کرتا ہی ساقی گرم پیمانیکو آب

کام بھی آئیگی قاتل تشنہ کامونکی کبھی
یا یون ہین تیغ بران تیری کھلانیکو آب

دل ہوا پژمردہ میرا اشک افشانی سے نہ آہ
ورنہ ہوجاتا ہی مانع گل کے کھلانیکو آب

عرق سی حسن ہے اور اس رخ کتابی پر
وگرنہ پھینکنا پانی مین ہے کباب کو عیب

دل برشتہ کو میر نہ تو جلا اتنا
لگے گا سوختگی سی کہین کباب کو عیب

جہان مین دل عاشق کو ہو کہان آرام
سمجھتا عشق مین ہے کون اضطراب کو عیب

شراب خود نہین معیوب ساقیا لیکن
بروں کے پینے سی ہے لگ گیا شراب کو عیب

ظفر ہے عشق بتان کا ہنر مرے نزدیک
ہر ایک جانے ہی اس فعل ناصواب کو عیب

خیال رخ سی ترے قطرے ہین پسینے کے
یا دھرے ہیرے ہین نیلم کے نگینے کی قریب

ناوک انگن تری الفت نے دکھائین آنکھین
روزن اک اور ہمارا وزن سینے کے قریب

ساغر عشق کو ساقی ازل نے جو بھرا
پہلے جا بیٹھے ہین واسطے پینے کی قریب

زخم سینی سی نکلتے ہین ہزارون شعلے
چارہ گر آئے کہان واسطے سینے کی قریب

اتبلک شہر بدر ہی آہین سمجھے وہ ماہ
ہمکو یہان آنے ہلوا ایک مہینے کے قریب

سینہ صافون سے بھی تم دور جو بھاگو افسوس
کر نہ وہ بغض کے ہین پاس کینے کی قریب

کوئی لگجائے اُترتے ہوی شاید ٹھوکر
اس تمنا مین پڑا ہون ترے زینے کے قریب

ہی نگہبان دل پر داغ کی آہ پر درد
ہمنے یہ سانپ بٹھایا ہی خزینے کی قریب

خال یہ متصل ناف نہیں تیر کرے
اُنجہ حسن مین ملاح سفینے کے قریب

دیکھو تم غیر سے صحبت رکھو جانے دو
بیٹھے کسو اسطے اشراف کمینے کے قریب

اس طرح سی وہ ہوا تیری نظر سی غائب | نور جو دیدۂ معدوم بصر سے غائب
بل بے ظالم ترے مضمون کمر کی تاثیر | ہو گیا خط مرا قاصد کی کمر سے غائب
اڑ گئی دل کی سیاہی ترا مُنھ دیکھتے ہی | ہو گئی ظلمت شب نور سحر سے غائب
ہنستے کیا گرم رہ راہ فنا ہستی مین | ہو گئے ایک تبسم مین ترے سے غائب
کیونکہ دل موم کرون اُس بت سنگین دل کا | کہ اثر ہے مری فریاد جگر سے غائب
صبر و طاقت گئی یون دل سے مرے گم جیسے | گھر کے آرام کا اسباب ہو گھر سے غائب
نظر عام سی پنہان ہو نہ کیون بندۂ خاص | جو کہ حاضر ہین ادھر ہین وہ اُدھر سی غائب
پردۂ غفلت کا پڑا دل پہ اسیلکے ورنہ | وہ تو اک لحظہ نہین چشم بشر سے غائب

اُکہ گئی دل کو تری چشم پہ افسون کا قمر
طرفۃ العین مین پہلو سے نظر سے غائب

دیکھکر اس کو وقت بیحجابی آفتاب | ہو گیا مُنھ پر بجائے آفتابی آفتاب
تیری مے نوشی کی خاطر ساغر سیمین ہوا | اور گزک کیواسطے زرین رکابی آفتاب
خانۂ آئینہ مین ہی اس رخ روشن کا عکس | جلوہ گر ہے یا میان برج آبی آفتاب
اپنی چشم مست کی گردش اگر دکھلائیے تو | رقص مستانہ کرے مثل شرابی آفتاب
شام کا وعدہ کیا ہی اُس بے مہر نے | یا الٰہی آج چھپ جا ی شتابی آفتاب
وہ ہلال ابرو اگر چمکائے تیغ مغربی | نکلے مشرق سی لیے ڈھال آفتابی آفتاب

دیگر

جام جم کی آنکی نظروں مین کیفیت چڑھا
آپکو پہونچا مین اُن انکسا مین ہونی ہو ہوا

آج ہم بھی آزمائین ای دل مضطر نصیب
ہوے چشم مست ساقی سی جسے ساغر نصیب

وہ رہا جب تک بسر صورت ہا حیرت زدہ
صورت آئینہ یہان جسکو ہوا جوہر نصیب

خاک ہو کر بھی گئی گردش نصیبونکی نہ آہ
خاک کو اپنی بگولی مین ہوا چکر نصیب

جسکی آنکھونکو نہ تیری خواہش دیدار ہو
اسکو دیدار خدا ہو نہ ای کافر نصیب

مست اُٹھا آسودگان خاک کوئی روز حشر
اُنکو آرام مگر ہوا اُنکو مر کر نصیب

آتے آتے تم اُلٹے میرے دستے پھر جاتے وہ کیون
اے ظفر برگشتہ ہو جاتے نہ میرے گر نصیب

دیکھے گر چشم تری ہی گل شاداب حباب
شرم کے مارے وہین بحر مین ہو آب حباب

محو نظارہ وہ ہے اُس لجۂ خوبی کا تو
کیونکہ آنکھون سے نہ اُڑ جائے تر خواب حباب

میکشی کیلیے کیونکر نہ تری رشک قمر
صورت جام بلورین ہی بر آب حباب

تیغ ابرو تری موج ہی کیا کانپے ہی
سر پہ کہ خود بھی پھرتا ہی گرداب حباب

کیا تعجب ہی جو دریا مین پھرا ہی ہر دم
گردش چشم تری دیکھ کے بیتاب حباب

داغ ہو لگی جو مر حشر مین دیکھی شورش
زہرہ دوزخ کا ہو واللہ وہین گر جا ب

چشم کیا خاک کھی اہل کرم سی ظالم
تیغ کی کھیت کو کرتا نہین سیراب حباب

لمعۂ مہر سی کیا پاٹ پہ دریا کے نسیم
سجدہ مر جھکے ہی شکل گل کمخواب حباب

مے کشی کا ہی یہی بزم محبت مین مزا	دل عاشق ہو کباب اور لب یار شراب
دین عرق کھینچ کر کتنے ہین صحت ہوئے	پیے جبتک تری چشم کا بیمار شراب
گر کے ہاتھون سے مری جام بلا سے ٹوٹا	پر کرے پانون سے گر کر دگنہگار شراب
چشم ساقی کے کرشمے سے عجب کیا کہ پیئے	زاہد گوشہ نشین بھی سر بازار شراب

بات دل کی نہ کہی اس بت عیار نے ایک
اے **ظفر** ہمنے پلائی اُسے سو بار شراب

کرتی ہی ہر لحظہ مجھکو میر جان کا ہی خراب	کاہش جان سے ہوئین یہ بھی عشق مین کیا ہی خراب
ماہ سرگردان ہی اور ماہی تہ بار گران	خوب دیکھا تو یہان ہی سے تماما ہی خراب
دیکھ میرا حال کیا سوز و گداز عشق سے	بزم عالم مین ہی جو شمع سحر گاہی خراب
وا نہو غنچہ تو پھر کیون ہو پریشان بے قدر	کرتی ہی اسکو صبا تیری ہوا خواہی خراب
خضر راہ منزل مقصود کر تو عشق کو	ورنہ ہی وہ رہرو کریگی تجکو گمراہی خراب
طفل کو راحت زیادہ ہی جوانی سے ترے	چین نادانی مین ہی کرتی ہی آگاہی خراب
اے **ظفر** چاہیے خرابی تیری جو خانہ خراب	کر دے اسکو تیرا اقبال شہنشاہی خراب

ردیف باے فارسی

اٹھ کے پہلو سے ہمارے جسطرف جائینگے آپ	مثل سایہ آپکے ہمراہ ہم آئینگے آپ

کریں عرض حال اپنا سب آپ سے — رہے پھر پہلی گنہگار چپ
کہا تیرے غمگین نے چپکے سے کیا — کر سب ہوگئے اُسکے غمخوار چپ

ظفر اس بحر و قوافی بدل
نہو پڑھ کے یہ چند اشعار چپ

ہوئے دونوں کچھ ایسا سو جکے چپ — کہ وہ چپ ہیں اُدھر اور ہم ادھر چپ
خدا جانے جواب اُسنے دیا کیا — کہ آیا وہاں سے میرا نامہ بر چپ
دماغ گل بہت نازک ہے بلبل — نہ کر شور اتنا اے شوریدہ سر چپ
ہمیں بھاتی ہے کب چپ کی مٹھائی — دم بوسہ نہ بول اے لب شکر چپ
ذرا بولا جو غنچہ تو صبا نے — کہا مُنھ پر طمانچہ مار کر چپ
کہاں ہے دل جلوں کو تاب گفتار — سراپا گو زبان ہے شمع پر چپ
ہوئی ہے آج مدت میں شب وصل — ذرا سونے دے اے مرغ سحر چپ

کہوں گر حال رسوائی سے ہے لیکن
رہا جاتا نہیں مجھ سے ظفر چپ

کیا ہو مجھسے کشیدہ ہے وہ گر آپ سے آپ — کشش دل اسکو کھینچے گی اُدھر آپسے آپ
دیکھ کر اُسکا کیا جانے ہے کیا خوف مجھے — دل دھڑکتا ہے مرا دونو پہر آپسے آپ
ہے ابھی رات کہاں جاتے ہو اے ماہ لقا — بول اُٹھتا ہے یونہیں مرغ سحر آپسے آپ

ردیف تاء فوقانیہ

کیجیے نہ دس مین بیٹھ کر آپس کی بات چیت
ہو جگی دس ہزار جگہ دس کی بات چیت

کبتک رہین خموش کہ خاطر سے آپ کی
سنیے بہت سنی کس و ناکس کی بات چیت

دنیا نہیں مجھین لب شیرین سے حرف تلخ
اس لعل شکرین سے جو کچھ اسکی بات چیت

کوئی نہین سمجھتا کہ ہو بیکسی سے کیا
پوشیدہ تیرے کشتۂ بیکس کی بات چیت

درویش کو ہی اپنے گلیم و نمد سے کام
سنتا نہین وہ مخمل و اطلس کی بات چیت

دیکھا گذار تیر حوادث جو پے بہ پے
جانا کہ ہی یہ چرخ مقوس کی بات چیت

قطعہ

مدت کے بعد حضرت ناصح کرم کیا
فرمایئے مزاج مقدس کی بات چیت

پر ترک عشق کے لیے ارشاد کچھ نہو
مین کیا کرون نہین یہ مرے بس کی بات چیت

کیا یاد آگیا ہے ظفر پنجۂ نگار
کچھ ہو رہی ہے بند و مخمس کی بات چیت

بنگر ہمی ہمہ ہا قالب جان ہمہ اوست
بلکہ ہم قالب و ہم روح روان ہمہ اوست

آنچہ بیرون و درون ہا نست ہمان
راز فاش ہمہ و سر نہان ہمہ اوست

در پس پردہ و بی پردہ در آید از دل
بی نشان و سبب نام و نشان ہمہ اوست

نیست دیر و حرم از شیخ و برہمن آباد
ہمہ مہمان و مکینی بمکان ہمہ اوست

می آن گوہر یکتا کہ نیر زد بدو کون
چشم بکشا و ببین زیب کان ہمہ اوست

سیم بر آتا نہین برمین عزیز بے زر
مجھ مین مقدور نہین یہ تو ہی مقدور کی بات

دولت حسن کا ہی جیسے ظفر اسکو غرور
خالی از غرہ نہین کچھ بت مغرور کی بات

ہین وہ ہم ہین کہ جو کر لیتے ہین اکثر برداشت
نقد دین ودل وجان کھو کے سیہ بختون نے
ہو تا آئینہ مکدر ہے نفس سے ہمدم
نہ تو تابوت نہ تختہ نہ کفن ہے نہ لحد
انکہ گنہ ظلم اٹھا کرتے ہم دنیا سے
بردباری جو دل صبر گزین مین ہو مرے

ہو زبان با تو نکی ہوس سے شکر ریختہ
کی ہے مرکار مین اہن لف کی کیسے برداشت
بات کی کسکی کرین صاحب عجب ہر برداشت
اس تہ کشتہ بیکس کی ہو کیونکر برداشت
سنگ الاوند ہو ویگی پتھر برداشت
تحمل کیسی ہین نہ دلبر برداشت

کیون نہ برداشتہ دل زیست ہو نہین کہ ظفر
تیغ بر قتل من آن غمزۂ کافر برداخت

تھا جو کو مجھے وہ ہی جلوہ کنان ساری رات
ہجر مین ہم جو ہے اشک فشان ساری رات
توڑے کس مست نے تھی جام کہ میخانے سے
آفرین ایک سونے کو نہ جاگے اور ہم
دیکھ انجم کو جو یاد آئے وہ دردندان

تو رہی چشم ستارہ نگران ساری رات
تارے گنتے رہے اے ماہ و نشان ساری رات
طرف جبینی کی ستی تی ہی فغان ساری رات
بس یوار ہے گرم فغان ساری رات
مثل شبنم مین ہا اشک فشان ساری رات

دیگر

کیا تری زلف کے گھر میں ہوئی مہمان تھی رات
تیرہ بختی سے مری ست گریبان تھی رات

کہکشان سینہ گردوں پہ نمایان تھی رات
کسکے ماتم میں کیے چاک گریبان تھی رات

جوش گریہ سے ترے ہجر میں ابر رشک چمن
چشم بد دور رہے آنکھ ابر بہاران تھی رات

سوزش دل کا مری مجھسے نہ پوچھو احوال
کہ مرے سینہ میں اک آتش سوزان تھی رات

شمع کیطرح مجھے رات جو سوئی پہ کٹی
یاد قامت سے تری سرو خرامان تھی رات

حلقہ زلف میں نے دیکھا رخ روشن اسکا
لیے آغوش میں خورشید درخشان تھی رات

چشم پر آپکے چھینٹے نے بچایا ورنہ
لائی کسطرح حرارت سے تپ ہجران تھی رات

عجب تاثیر تھے عشق کی ہمنے دیکھا
شمع خاکستر پروانہ پہ گریان تھی رات

زخم پر تیغ جدائی کے چھڑکائے دیتی
اے ظفر چرخ پر انجم سے نمکدان تھی رات

ردیف تائے ہندی

سنئے او کافر بدکیش ذرا دھیان سے بات
جھوٹ کہتے نہیں ہم کہتے ہیں ایمان سے بات

ہے وہ کیا بات کہ تو یوں ہے عدوئے دل و جان
ہمنے مانی تری ہر ایک دل و جان سے بات

بول سکتے نہیں محفل میں تری ہم منہ سے
کوئی کہتا ہے تو سن لیتے ہیں ہاں کان سے بات

قطع کرتا ہے جو گلگیر زبان کو اسکی
ایسی سرزد ہوئی کیا شمع شبستان سے بات

یہ بھی قسمت کا لکھا پھیر نے منہ وہ نو خط
اپنے مطلب کی کہوں گر کسی عنوان سے بات

بولتے طوطی تصویر کو دیکھا کس نے
کیونکہ نکلے دہن عاشق حیران سے بات

ردیف تائے مثلثہ

زر فراہم کرکے ناداں ہے نہ تو قارون کی ارث
علم گر پیدا اسطے تا موسے و ہارون کی ارث

عشق میں یون قیس نے پائی تری محزون کی ارث
جس طرح پہونچی ارسطو کو ہے افلاطون کی ارث

لکھ دے مُہر داغ سے اپنے سیہ نامہ جنون
کب کما ہتنے کرے ہے اتنی زمین ہامون کی ارث

میل گندم کی طرف جنت میں آدم نے کیا
پہونچتی ہے ہم کو عشق حسن گندم گون کی ارث

جون صدا جو خانہ زاد حلقۂ زنجیر ہو
خانۂ زندان نہ کیون گھر ہووے اُس مجنون کی ارث

دیکھ دور چشم ساقی عقل جنگل مین گئی
کیا ہوا اگر دش تھی گریہ پشت سے گردون کی ارث

آل تمغا غم سے نسلاً بعد نسلاً لکھ دیا
خون فشانی ہے یہ اشک دیدۂ پر خون کی ارث

دی سزا گو اُسنے کشتہ کو زمین صد کر تھی
نے ہبہ نے زر خریدا اور نہ یہ اس مدفون کی ارث

ردیف جیم

ہمارا تحفۂ [illegible] رنگ ہو گئی پامال
چمن میں نزدیک [illegible] جب کھائی آج
مثال نقش قدم [illegible] نہیں سکت
ملا یا خاک میں تو نے [illegible] پائی آج
عجب وحشت سے [illegible] دہن [illegible] یار دو
کہ ہو گئی ہے [illegible] گرہ کشائی آج
[illegible] اٹھاتا ہون [illegible]
نظر پڑا ہے ترا [illegible] حنائی آج
[illegible] دل کشتی میں
کیسا ہی زلف تری [illegible] ادا آئی آج
[illegible] حسن کے کوچہ میں [illegible]
[illegible] بات بن آئی آج

دیگر

چھوٹے ہم دام سے صیاد کے پر کیا حاصل / نہ بتا گل کا ملا اور نہ گلزار کا کھوج
بے خلل پردۂ دلدار میں سوراخ نہیں / ہم لگاتی ہین گے اس روزن دیوار کا کھوج
جب دو چار قدم آئے کہ جون نقش قدم / مٹ گیا خاک نشینون سے دو چار کا کھوج

اے ظفر کیونکر نہ ہو کہ جنون کے ہاتھون
ہاتھ آیا نہ گریبان مین کہین تار کا کھوج

جیسے کہ ہین مو زلف کے خم سے کج و واکج / ہے بو نہین مزاج آپکا جیسے کج و واکج
ہو جو نہین ہے یہ حباب نکہ دکھاتا / چلنے لگی کچھ موج بھی تم سے کج و واکج
ہے گجروی چرخ دلا ایک جہان سے / تنہا نہین کچھ یہ ترے دم سے کج و واکج
پلکین تری بگڑ گئی جو ٹھہری ہو سبب / سر تیر ونکے ہو جاتے ہین تم سے کج و واکج
بیٹھے ہین کج و واکج ہے تمہی جبین جبین / رہتی ہے طبیعت اسی غم سے کج و واکج
ہے وصف مین اس لکھتے یہ ہاتھ کو رعشہ / اب حرف نکلتے ہین قلم سے کج و واکج

تشنہ ہون ظفر اس پہ کہ اس مست کی شمشیر
چلتی ہے عجب طرز ستم سے کج و واکج

کھلی جو لالۂ احمر کی مسکرائی آج / ہنسی چمن مین مجھے تیری یاد آئی آج
مسی یہ شوخ نے لب نہین لگائی آج / گھٹا جو چشمۂ حیوان سے خوب چھائی آج
نہین ہے وجہ کدورت کوئی مجھے معلوم / کرون گی آئینہ رو جوین صفائی آج

[illegible]

[illegible]

گر کسی دل مین سرایت اپنے جتا تیر موج — تب کھلی دیا دونپر ہیں جہون تو قیر موج

اسلیے پھرتا ہے سر پیہ خود کو رکھکر حباب — عرصۂ دریا مین رہتی ہے علم شمشیر موج

مت ہو اپنے عشق مین اے نادل دیوانہ تو — پانون دیوانونکو پڑتی ہے سدا زنجیر موج

یہ سرشک چشم پر عکس خرہ مردم نہین — ہے سلیمانی کی دانے پر عیان تحریر موج

چین پیشانی نہین اسکی ظفر دیکھو تو اب — صفحۂ قدرت پہ ہے کھنچی ہوئی تصویر موج

ردیف جیم فارسی

سبکا جہان ہیچ ہو سبکا جہان ہیچ — اس ہیچ سی امید ہی اے ہیچدان ہیچ

جن نامورون کے کہ جہان زیر نگین تھا — اب ڈھونڈھو تو انکا ہی کہین نام و نشان ہیچ

مانند حباب ایکنفس مین ہی خرابی — اس منزل فانی مین ہی بنیاد مکان ہیچ

ایک عمر ہے مایۂ دنیا سی گرانبار — آخر کو جو دیکھا تو بجز بار گران ہیچ

خوبان جہان کا ہی تو کیا محو تماشا — جنکی کہ کمر ہیچ ہی جنکا کہ دہان ہیچ

اس باغ مین تھوڑی سی بہار اور پھر اسپر — اے نوگل خندان مجھی تشویش خزان ہیچ

ہو جنس تنک مایۂ ہستی کے خریدار — اس جنس کی بازار یہ گوہر یہ دکان ہیچ

آواز طرب گوش دل محو فنا سے — جز نالہ و فریاد و بجز آہ و فغان ہیچ

جو ہونی ہی ہو گی نہین امکان کہ نہووے — پھر فکر سی کیا فائدہ غیر از خفقان ہیچ

آپ کا چوری سے جانا کھل گیا شاید ظفر
آج چرچا ہو رہا تھا اُنکا گھر والوں کے بیچ

دیکھنا کیا آ پڑے اُس چشم پر گیسو کے بیچ
ہے یہ زیبا سر بسر شاخ سمن آہو کے بیچ

طوق قمری کو نہین گردن مین اپنی اے صبا
یہ اُٹھایا عشق مین ہے سرو آب جو کے بیچ

ساتھ سونے مین لپٹ کر اسطرح سے لطف ہے
یا تو ہین بازو کی اُنکے بازو مین ہو بازو کے بیچ

جسم لاغر کو مرے دیکھے وہ بل کھاتے ہوئے
آگ پر چلتے نہ دیکھی ہو کسی نے مو کے بیچ

ہے حیا اُس عرق آگین کو کہ اُس سے دیکھیو
رکھ لیا پر روبرو دیکھی تو لی زانو کے بیچ

پہلوان غم سے کیسا ہے جو کشتی رات دن
کاہیکو رستم کو بھی ہین یاد اس قابو کے بیچ

آگیا دل بیچ مین عاشق کا وقت مہ کشی
دیکھکر گردن مین مینا بت کی لچکے بیچ

اے ظفر ہر بات اُسکی پیچ سے خالی نہین
میرے دلسے کوئی پوچھے اُس بت بد خو کے بیچ

گر پڑے ہین مین آنسو نہین دو بلکہ چار پانچ
سرخاب جیسے پانی مین تیرا ہین ملکے چار پانچ

منھ کھولے ہین زخم جو بسمل کے چار پانچ
پھر لینگے وہ سے خنجر قاتل کے چار پانچ

کہتے ہین مطلب انسے ہم ہین دل کے چار پانچ
کیا کھلے ایک منھ ہین وہان ملکے چار پانچ

دریا مین گر پڑا جو مرا اشک ایک گرم
تبخالے لب پہ ہو گئی ساحل کے چار پانچ

دو چار لاشے اب بھی پڑے ہین تیری در پہ ہین
اور آگے دب چکے ہین تلے گل کے چار پانچ

سر جائیے نہ ہو جیے منت کش مسیح
اب تو یہی ہی اس ترے بیمار کی صلاح

کاکل مین دل پھنسے کہ گرفتار زلف ہو
فرمائیے جو آپ مین ہو سرکار کی صلاح

انکار وصل کیونکہ نہو تیرا مشورہ
ہی ان سے جو نہ دین کبھی اقرار کی صلاح

ٹھہری تھی انکے آنیکی پھر آج اسطرف
لیکن نہ ٹھہری اُنکے طرفدار کی صلاح

کینے پیجیے پیر خرابات کے عمل
لیجے نہ زاہدان ریاکار کی صلاح

برگشتہ بخت وہ ہون کہ بیچون جو دلکو مین
پھر جاے لیتے لیتے خریدار کی صلاح

کیا ذکر اپنے منھ سے نکالین وہ ایک بات
جب تک کہ اے ظفر نہو دو چار کی صلاح

سب حال اونکو دیکھا ہمنشین اچھی طرح
اُس پر یہ دیکھ کسی کی بھی نہین اچھی طرح

گر پڑھے خط بھی تو نہ خط تو خطر ہو غیر کے
حرف مطلب کا نہو خاطر نشین اچھی طرح

سرد مہری کسطرح شیوہ ہو اُس بے مہر کا
ہو اگر تاثیر آہ آتشین اچھی طرح

نہین کر تو لیجیے ہو گو ہر دل کو مرے
پر نہ رکھو دینا اسے رکھنا کہین اچھی طرح

بہہ گئے دریا ابھی ہمنے نچوڑے بھی نہین
پونچھ کر آنکھونکو آنسو آستین اچھی طرح

سر مرا حاضر ہے قاتل سوچتا ہے تو مین کیا
امتحان تو کر لے اپنی تیغ کین اچھی طرح

خواب غفلت سے کوئی دم جاگ تو زیر فلک
جاکے سونا غافلو زیر زمین اچھی طرح

تو اگر غم مین محبت کے نہوتا مبتلا
کیا گذرتی اے دل اندوہگین اچھی طرح

سمجھایا تو نے ہمکو تو سو طرح ناصحا		لیکن ہمارا دل نہیں سمجھا کسی طرح
بے طرح دام زلف بتان میں ہے دل اسیر		چھوٹے یا اس بلا سے خدایا کسی طرح
رکھتے ہی رکھتے ٹوٹ گیا رشتۂ حیات		پر آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا کسی طرح

ٹھہرا ہے اک زمانہ سے گردون اگر بے
اسکو ظفر بنایئے سیدھا کسی طرح

ساقی جو تو ہو وقت شراب صبح		ہو آفتاب حشر مجھے آفتاب صبح
زلف اپنی رخ پہ دیکھ ذرا سے لیکے آئینہ		دریا پہ گرد دیکھا ہو تونے سحاب صبح
ہین کامیاب صبح صبوحی سے بادہ کش		رہتا نماز صبح سے ہے فیضیاب صبح
یون تشنگان کو دے ہے مزا آب تیغ یار		مستان شبانہ کو جس طرح آب صبح
کیا تاب آفتاب میں ہو اتنی روشنی		جھلکے ہے حسن اور بھی زیر نقاب صبح
پیری میں گر حلاوت غفلت زیادہ ہو		یارو عجب نہ سمجھو کہ شیرین ہے خواب صبح
نور جمال کا ظفر اُسکے نہ پوچھ وصف		عارض جواب مہر و جبین ہے جواب صبح

ردیف خاء معجمہ

برگ گل باغ میں ہین سرخ تو کیا خوب ہین سرخ

پر حنائی پہ ترے ناخن یا خوب ہین سرخ

اشارہ دار پہ ہے کھینچنے کا یہ کس کے
کہ تم نے گاڑی ہے لوہے کی اپنے گھر مین سلاخ

وہ اپنی آنکھون مین پھیرے جو میل سرمہ کی
تو کیون نہ رشک سے ہو میری چشم تر مین سلاخ

تب درون سے ہنساتا ہے مثل سیخ کباب
ہمیشہ آہ جگر شعلہ ور شرر مین سلاخ

شراب تند کے پیتے ہی بن گئی ساقی
گلو سے سینے تلک میرے لحظہ بھر مین سلاخ

ظفر کے نالے سے اے سنگدل حذر کر تو
گذر ہی جاوے ہے یہ کوہ کی کمر مین سلاخ

دیگر

خاک اڑے یہ دشت کی مجنون جو تیرا کھائے چرخ
چرخ کے نیچے بگولا دوسرا بنجاوے چرخ

میرا رونا دیکھکر ہر رات تجھ بن مہ لقا
اشک انجم سے نہ کیونکر چشم مین بھرلاے چرخ

دل بیتاب سے میرے جو ہو سرزد نالہ
مارے عالم ابھی اس گنبد افلاک مین چرخ

کئے کیفیت چشم اپنی دکھائی اے شیخ
دختر رز کی جو کھاتا ہے پڑا تاک مین چرخ

شکل مرغ قفسی یہ دل بیتاب مرا
کیونکہ کھائے نہ ظفر سینۂ صد چاک مین چرخ

آنکھین تری نشے مین ہین یون ہے حجاب سرخ
جیسے شراب سرخ مین ہووے حباب سرخ

وہ رخ ہے زیر گیسوے پر پیچ و تاب سرخ
یا شام کو شفق سے ہوا آفتاب سرخ

یون آہ سوزناک نے جھلسا دیا جگر
ہو جیسے بھن کے سیخ کے اوپر کباب سرخ

لب سرخ او سکے روے کتابی مین دیکھنا
شنگرف سے کتاب مین جو لکھے باب سرخ

ظاہر ہے یون گلوے تری پیک پان کی
جون شیشۂ بلور مین جھلکے شراب سرخ

رنگت ہے جو کہ اوس لب نازک کی ہم
دیکھا نہ ایسے رنگ سے ہمنے گلاب سرخ

روتا ہون یاد پاے نگاری مین کیچھ
نکلے ہے اشک آنکھ سے جیسے شہاب سرخ

شعار طوطی ایسی نہین سرخ جیسی ہے
خار مژہ ہے میرے سبب خون ناب سرخ

کس پر غضب کیا ہے کرشمے سے اے ظفر
ہے آج یون جو روے بت پر عتاب سرخ

بلکہ ہو تجھ بن مجھے خواب و خور و آرام تلخ
زندگی کیونکر نہو پھر اے بت خودکام تلخ

اس شکر لب کی زبانی لگتا ہے شیرین مجھے
ورنہ لگتا ہے ہر اک انسان کو دشنام تلخ

روتا ہون کسکے دست نگارین کی یاد مین
آنسو ہین میری چشم مین جیسے شہاب سرخ

اے دست ناز دل کا مرے سوز عشق سے
یہ رنگ ہے کہ جیسے ہو بھنکر کباب سرخ

ہو لعل لب سے روے کتابی کی کیون نہ زیب
شنگرف سے کتاب مین لکھتے ہین باب سرخ

خون جوش مین ہے تیرے شہیدون کا زیر خاک
نکلا زمین کے پردے مین جو آفتاب سرخ

ہے میرے اشک خون سے ظفر راہ عشق مین
ہر سنگ ریزہ صورت لعل خوش آب سرخ

ہجو مین کرتا ہے شبخون کی مری تدبیر چرخ
کہکشان سے کیون نہ کھینچے رات کو شمشیر چرخ

گردش چشم سیاہ یار دکھلا کر مجھے
دیکھیے دیتی ہے کیا کیا گردش تقدیر چرخ

ایک شب گھر مین بلا دن اپنے اس مہوش کو مین
ہے ستارے مین مرے اتنی کہان تاثیر چرخ

وہ بلا چکر ترے دیوانے کے ہے پانو مین
لگا ہے جسکا اثر سے حلقۂ زنجیر چرخ

اس چمن مین تیرے ہاتھون سے گل و غنچہ کیطرح
ہے کوئی خاطر شگفتہ اور کوئی دلگیر چرخ

ہے بنائے خانۂ دنیا خرابی کے لیے
اس زمین پر کر چکا ہے کتنے گھر تعمیر چرخ

قد خمیدہ ہے مرا گو ضعف سے شکل کمان
پر مرے نالون سے ہے آماج گاہ تیر چرخ

چرخ فانوس خیالی اور ہم حسرت زدے
لگا رہی ہین اس مین کیا کیا صورتین تصویر چرخ

خاک ہو گردش زدون کی گر شریک گرد باد
اے ظفر ہوئے نیا اک زیر چرخ پیر چرخ

کوئی رہ سکتا زمانے مین نہین اک طور پر
کچھ سے کچھ کر ڈالتا ہے اے ظفر دم بھر مین چرخ

دیتا ہے جو مزا ترے لب نے کلام تلخ	رکھتی ہے کب یہ لطف مئے لعل فام تلخ
صیاد آب ودانہ کی تو پوچھتا ہے کیا	ہے اتنو زندگی بھی مجھے زیر دام تلخ
وہ تلخ کام ہون کہ مرے وقت تشنگی	ہو جاوے آب چشمۂ شیرین تمام تلخ
کیا کیا غضب ہے زہر اوگلتے ہو تم و لے	اک حرف منھ سے کہتا نہین یہ غلام تلخ
صفرائے رنج وغم سے ہی ترے مریض کا	منھ تلخ حلق تلخ زبان تلخ کام تلخ
ہے شیشۂ سپہر مین زہر اب جلے مے	کیونکر نہ عیش بزم جہان تلخ کام تلخ
گو حرف پند تلخ ہے پر دل مین اے ظفر	اک روز یہ دوا ترے آئے گی کام تلخ

ردیف دال مہملہ

قدر اے عشق رہے گی تری کیا میرے بعد	کہ تجھے کوئی نہین پوچھنے کا میرے بعد
زخم پر دل کے گوارا ہے مجھے گو یہ نمک	کون چکھے گا محبت کا مزا میرے بعد
در جانان سے مری خاک نہ کر یا برباد	دیکھ جانا نہ ادھر باد صبا میرے بعد
خار صحرائے جنون یون ہین اگر تیز رہے	کوئی آئے گا نہین آبلہ پا میرے بعد
میرے دم تک سے ہے ترا اے دل بیمار علاج	کوئی کرنے کا نہین تیری دوا میرے بعد
اوس ستمگر نے مجھے جرم وفا پر مارا	کوئی لینے کا نہین نام وفا میرے بعد

[illegible]

تو میری طرف مائل نظارہ ہو کیونکر | آئینہ ترا طالب دیدار ہے موجود
بنیاد محبت کے یہ آثار ہین دیکھو | عاشق جو تمہارا پس دیوار ہے موجود
ابرو کش مہ نو ہو خم ابروے جو اوسکی | کہتا ہے خبردار یہ تلوار ہے موجود
بجز اشک مسلسل نہین کچھ پاس ہمارے | یہ تیرے لئے موتیون کا ہار ہے موجود
کہتا ہے تصور مین دل اوس زلف سیہ کے | مین جاؤن کدھر سر پہ شب تار ہے موجود
ٹھہری کئی بار اونسے کہ اب ہووے نہ تکرار | پھر دیکھو تو ہر بار یہ تکرار ہے موجود

پڑھا اور غزل کوئی بہ تبدیل قوافی
واللہ ظفر قافیہ بسیار ہے موجود

سب رنگ مین اوس گل کی مرے شان ہے موجود | غافل تو ذرا دیکھ وہ ہر آن ہے موجود
ہر تار کے دامن کے مرے کرکے تبرک | ہر بستہ ہر اک خار بیابان ہے موجود
عریانی تن ہے یہ یہ از خلعت شاہی | ہمکو یہ ترے عشق مین سامان ہے موجود
کس طرح لگاوے کوئی داماں کو ترے ہاتھ | دیوانی ہو تو اب دست و گریبان ہے موجود
لیتا ہی رہا رات ترے رخ کی بلائین | تو پوچھ لے یہ زلف پریشان ہے موجود
تم چشم حقیقت سے اگر آپ کو دیکھو | آئینہ حق مین دل انسان ہے موجود

کہتا ہے ظفر ہین یہ سخن کہتے سبھون کے
جو کوئی یہان صاحب عرفان ہے موجود

[illegible]

دیگر

تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا وہ جوش
بند دریا کے بندھین خاک کہ مین توڑ دیے
جان دینے اہل جہان گھر سے جو باہر نکلین
رہ گئے میرے لب زخم جگر بند کے بند
جوش گریہ نے تری دیدۂ تر بند کے بند
کیونکہ اس حال مین رہ جائین نہ گھر بند کے بند

پنجۂ یار کا شب بندھ جو گیا دل مین خیال
کھولدیے ہمنے مخمس کے ظفر بند کے بند

چڑھ گئی گرچہ مری خاک سے افلاک پہ گرد
خاک اوڑائی جو رہ حرص مین تو اور جمی
نہ چھپی دل کی کدورت کہ غبار خط سے
مجھے ہے وہ مرے مژگان غبار آلودہ
وہ مری گردش طالع ہے کہ جسکے آگے
دل پر آبلے گر ہو مقابل تو صبا
سر بسر حرص و ہوا سے ہے مکدر عالم
نہ پڑی پر کبھی اوس ماہ کی پوشاک پہ گرد
اہل دنیا کے سوا جامۂ ناپاک پہ گرد
صاف ظاہر ہے ترے روے غضبناک پہ گرد
دیکھکر اپنی گلی مین خس و خاشاک پہ گرد
ہو گیا کاسۂ گردش زدہ بھی خاک پہ گرد
جھاڑ دے خوشۂ انگور کی بس تاک پہ گرد
اے ظفر سب کے پڑی ہے رخ ادراک پہ گرد

ردیف ذال معجمہ

کیونکہ خسرو کو لگیں اوسکے نہ دشنام لذیذ
تشنہ لب جو کہ شہادت کے ہین انکو قاتل
جسکا شیرین ہو دلا نام خدا نام لذیذ
کیون نہ شربت سے ہون آب دم صمصام لذیذ

ردیف را مہملہ

خدنگ عشق ہوا کیا جگر کو توڑ کے پار
یہ تیر وہ ہے کہ جاوے حجر کو توڑ کے پار

ہزاروں روزن در بند کیجیے گا آپ
نگاہ جاویگی دیوار و در کو توڑ کے پار

اے نہ آنکھ مین تل سمجھو تم یہ روزن در
نظر کا تیر گیا ہے نظر کو توڑ کے پار

اوتر سکا نہیں دریائے عشق کو کوئی
چلا ہے کیلیے فرہاد سر کو توڑ کے پار

فلک سے آہ ہماری گذر گئی اس طرح
کہ جیسے تیر کوئی ہو سپر کو توڑ کے پار

کہان ہے اوس لب نازک پہ دگگو نئی نمود
ہوئے ہین خاک سے گلبرگ تر کو توڑ کے پار

قلق سے تھا شب مہتاب مین یہ حال اوس بن
ظفر ہوا ہی تھا نالہ قمر کو توڑ کے پار

نہین دیر تو کچھ بڑی دو گھڑی بھر
اگر ٹھہر جاؤ گھڑی دو گھڑی بھر

ڈبو دینے کو ہے دو عالم کے کافی
مرے آنسوؤن کی جھڑی دو گھڑی بھر

غم ہجر آفت سے مر ہی گیا وہ
مصیبت یہ جس پر پڑی دو گھڑی بھر

کوئی دیکھے پل بھر تو اوس مہروش کو
نظر جیسے میری لڑی دو گھڑی بھر

جہان بیٹھے ہم تفتہ جان ان نہ ہرگز
رہے شمع سوزان گھڑی دو گھڑی بھر

ترے جسم لعل سی زیب دیکھے
رہا دیکھکر غش دھڑی دو گھڑی بھر

کہان ہے ابھی میری مستی مین سستی
شراب اور مجھکو کڑی دو گھڑی بھر

کہان تاب وہ دست نازک مین نازنین
کوئی پھول کی پنکھڑی دو گھڑی بھر

وقت غفلت اور رہے ہنگام ہشیاری ہی اور
خواب کی سیر اور رہی اور سیر بیداری ہی اور

اے تجلائے صنم مین صدقے تیری شان کے
تیری شان حسن مین طرز و ادا داری ہی اور

دردمندان محبت کا طبیبون سے علاج
کس طرح سے ہو سکے یار و یہ بیماری ہی اور

پھر کے کب پابند الفت کی طرح محبوس دام
وہ اسیری اور رہی اور یہ گرفتاری ہی اور

دل کو نظر دیمین ہی لے لینا نہ کرنا منہ بات
سیکھی اون آنکھون نے اب یہ مردم آزاری ہی اور

بتکدہ مین عشق کے جو لوگ ہین کافر تو ہین
لیکن اونکے کفر مین انداز دینداری ہی اور

زخم تیغ عشق کھاتے ہین ہین کیا کیا لذتین
اور نمک پاشی بھی ہو تو پھر مزہ داری ہی اور

چار عنصر کے احاطہ مین ہی کچھ جلوہ عجب
دیر و مسجد کی الگ یہ چار دیواری ہی اور

دیکھکر تاثیر اپنے نالہ ہائے زار کی
ہمنے جانا اے ظفر یہ نالہ و زاری ہی اور

خواب مین بھی تجھے جسکو ہو مین ہشیاری ہی پھر
اسکے رستے کو بتایا ہمنے بیداری ہی پھر

بند رکھنا چشم کا غافل ہی عین مصلحت
اور اگر کھولی تو کھول آنکھین خبرداری ہی پھر

اے دل نادان گرفتار محبت تو نہو
چھوٹنا ہووے گا مشکل اس گرفتاری ہی پھر

دل تجھے دینا کہا تو قول ہی ہم کب پھرے
تو بھی دل لیکر نہ اپنی عہد دلداری ہی پھر

سر پہ اول تو اٹھایا ہمنے اپنے بار عشق
اوٹھ سکا لیکن نہ سر بھی اس گرانباری ہی پھر

میری ہر زخم جگر کو یہ تمنا ہے کہ لون
اس لب شمشیر کے بوسے مزہ داری ہی پھر

سخت جانی کو مری دیکھے اگر تیر قضا
تو کہے بھاگ گیے اس تودۂ طوفان سے دور

طائر سدرہ نشین گرچہ ہو گرم پرواز
پہنچی جا نسکے حضرت انسان سے دور

منہ پہ چڑھنا نہیں شمشیر ستم کی آسان
بوالہوس بھاگے نہ کیون عشق کے میدان سے دور

میرے نزدیک نہیں ہو کہ ظفر کافر عشق
اس سے ایمان ہے دور اور وہ ایمان سے دور

گردش چرخ سے ہے سبکو زمین پر چکر
اک نیا روز یہ لاتا ہے ستمگر چکر

دل کو یون زلف کے حلقے مین ہوا اکثر چکر
جیسے گرداب مین کھاتا ہے شناور چکر

ٹھہرنے دے ہے کسے چین سے یہ گردش چرخ
آسیا سنگ سدا کھائے ہے پتھر چکر

تیر مژگان سے اگر بچ بھی گیا دل تو وہ ہین
گردش چشم لے مارا تری کافر چکر

رفعت جاہ پہ بھی گردش طالع نہ گئی
کھاتے ہین دیکھو فلک پر مہ و اختر چکر

ہرزہ گردی کو مری دیکھ کے کہتا ہے وہ شوخ
ہے ترے پاؤن مین دیوانے مقرر چکر

ڈھبلا سکو بگولا یہ کوئی سرگردان
کھا رہا دشت مین ہے خاک بھی ہو کر چکر

شعلہ خوئی پہ تیری ہووے بلاگردان برق
کھائے جون شعلۂ جوالہ سراسر چکر

ٹھہر گو گر چاک گریبان پہ کوئی تار رفو
دشت وحشت ہے ابھی ہووے گو دور چکر

پھرتا محفل مین ہے کیا چاک بھی پھرتا تھا
ساقیا کھائے ہے اول ہی سے ساغر چکر

اشک سے دیدۂ پرآب کے مثل گرداب
اے ظفر بحر تو کیا کھائے سمندر چکر

ہردم خدنگ آہ سے ہم اپنی اے ظفر
کرتے ہین چرخ پر حمل وثور کا شکار

جو عرش سے ہے فرش تلک سب اسی مین ہے
کیا کیا نہین ہے آسمین کہ سب کچھ اسی مین ہے
دل اپنا پہلے زنگ کدورت سے صاف کر
پھر تو بغور دیکھ کہ اس آرسی مین ہے
پیدا نگاہ کر کہ تجلی حسن یار
شعلہ سے طور کے نہین کم روشنی مین ہے
کیون کعبہ و کنشت مین سر مارتا ہے تو
تو جسکو ڈھونڈھتا ہے چھپا وہ تجھی مین ہے
جوش بہار حسن سے کس گل کی اے صبا
مصروف اس قدر جو گریبان دری مین ہے
ہے دور جام و صحبت یاران زندہ دل
کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی مین ہے
ہے خود پرست پوچھتا کیا ہے خدا کی راہ
گم کردہ راہ آپ تو اپنی خودی مین ہے

دیکھ آنکھ کھول کر
پرچاہیے نظر
مانند آئینہ
کیا حسن جلوہ گر
سب جا ہے آشکار
پر رنگ کا شرر
سرگرم جستجو
پر تو ہے بیخبر
ہے یہ جنون کا جوش
ہر غنچہ ہر سحر
کیفیت حباب
باقی ہے دردسر
ہے وہ بہت قریب
اس سے ہے دور تر

بوسہ خاک لب شیرین ترا دل نے لیا | جیتی مکھی کس طرح سے اُسنے کھائی دیکھکر

اے ظفر ہے شرم سے دیکھا رخ خورشید زرد
یار کے بازو پہ تعویذ طلائی دیکھکر

کیا لچکنے مین ہے نازک شاخ سنبل سی کمر | بلکہ ہے باریک تیری موے نازک سے کمر
تو نے کیون دور سے پٹی باندھی ہے مینا | باندھی بلبل کی تھی تار رگ گل سے کمر
سکی چھاتی سے لگائے اُسکے جو سینہ کو ہم | دیکھنے دیتا نہو جب وہ کسی حیل سے کمر
جی مین ہے اس ابر سے پھر میکشی پر باندھی | تیری اے مینا ہے آواز قلقل سے کمر
کیون نہ آنسو مین سے رواں دریا سا اشک شفق | جبکہ ہو ہمشکل محراب درپل سے کمر
بگنہ ہون طوق مت پہنا کر ٹوٹے گی میان | ساتھ ہی گردن کے بار حلقہ غل سے کمر
روز و شب جون مہر و مہ پھرتے ہین قرص میں | اہل دنیا کھول بیٹھے کب تحمل سے کمر
یکقلم نقشہ اُتارا اس رشک گل کا کھینچو | اے مصور خامہ منقار بلبل سے کمر
کیا کمر باندھے امید وصل پر عاشق ترا | کٹ گئی اُسکی تو اب تیغ تغافل سے کمر
کیون نہ اپنی زندگی کو ہیچ وہ سمجھے میان | جسکے ہاتھ آوے نہ وہ فکر و تامل سے کمر

چاہیے کنج قناعت مین توکل اے ظفر
باندھنی سیکھے کوئی اہل توکل سے کمر

پئے اگر تو جو آب شراب کا ساغر | نکالے موج سے دریا حباب کا ساغر

حنا سے تو دکھا دے اپنی اک مہتاب ناخن کی
اگر ہوں صدقے ترے برگ گل شاداب ناخن پر

سراپا دو گلال اُس نے ملا تب یہ ہوئی ہین
لگا خون جگر کے ہو اے دل بیتاب ناخن پر

نزاکت سے تری پیارے مراجی وہم کرتا ہے
خدا کے واسطے رکھ کر قلم مت داب ناخن پر

قسم ہے اسکو میرے نام لینے کی جو پوچھو تو
دکھا دیتا ہے لکھ کر وہ مرا القاب ناخن پر

شب آنسو کسکے پونچھے نقطۂ شنگرف آسا جو
پڑا ہے تیرا ظالم قطرۂ خون ناب ناخن پر

مرے تار رگ جان سے صدائے درد نکلے ہے
چڑھاتا ہے جو وہ مطرب پسر مضراب ناخن پر

زمانہ رفتہ رفتہ اسطرح سے رنگ بدلے ہے
کہ جیون ہو جاتی ہے رنگ حنا نایاب ناخن پر

ہلال عید کتا ہے جسے عالم وہ صدقے ہے
تراشیدہ ترے اے غیرت مہتاب ناخن پر

ظفر کیا سوچ تبدیل قوافی غزل کا ہے
جو نکتہ رس ہے تو کھا کھا کے پیچ و تاب ناخن پر

تو کاٹے ہے یون رکھ دل کو وہ صحرا ناخن کے
دھنچا لے ہے درم کو دھر کے جیون صراف ناخن پر

کہاں رنگ حنا ہے خوب میں نے غور ہے دیکھا
نگاہ خون عاشق تیرے بے انصاف ناخن پر

دکھائی سیر کوہ قاف ہمکو پس پری ہوش نے
عجب کی جا نشرات اک اُسنے لکھ کر قاف ناخن پر

نجالت کش ہاتھی دل ہر دم چشم بتاں میں ہو
لگے نقطۂ سیاہی کا جو اس سفاک ناخن پر

ظفر کر برگ گل کو توڑے وہ نازک بدن سیرا
نزاکت سے اثر کرتی ہے زنگ صاف ناخن پر

[illegible]

ظفر آگے مرے سر سبز ہووے کسطرح کوئی
کرے سطر ہر مصرع مرا اب سرو موزون پر

فرہاد مر گیا یو نہیں میر حسر سنگ پر
شیرین کی کندہ کرتی تھی تصویر سنگ پر

زانو پہ تیرے غیر کا سر ہو تو کیون نہ پھر
ٹیکے سر اپنا عاشق دلگیر سنگ پر

مٹا نہیں کسیکے مٹائے سے اب یہ آہ
شاید کہ ہے نوشتۂ تقدیر سنگ پر

رگہاے سنگ ہون خط سطر اگر کرین
احوال کو ہم کبھی تحریر سنگ پر

یہ دل تو کیا ہے سنگ مین روزن ہوا ظفر
مژگان لگاے اسکی اگر تیر سنگ پر

کب اشک چشم کی ہے تخت دل کو پیاس پانی
نہیں ہے صاحب کشتی کو کچھ وسواس پانی

لب دریا پہ کسی میکشی کی ہو کہ اے ساقی
بنا ہر یک حباب بحر جو گیلاس پانی پر

حباب آسا جو تو بھرے ہے ہر دم دامن
اگر کچھ جنس دم آیا ہے تجکو راس پانی پر

دل صد چاک میرا آنسوؤں سے یون ہے تر
کہ جون ہوتا ہے پژمردہ گل قرطاس پانی

نہیں گر صورت اخلاص اس سے تو پلاوے تو
ظفر پڑھ کر قل اعوذ برب الناس پانی پر

گرون مین گریہ اگر اپنی ناتوانی پر
فلک مین یہ ہو یون جون حباب پانی پر

مطلع ثانی

[illegible]

ظفر ہم اپنی قصر مین ... آزردہ
خیال کسی کی بھلا رکھین اب کہانی پر

دیگر

دلا شب مین کہان اختر سفیدی ہے سیاہی پر
عجب عالم ہے بالا تر سفیدی کے سیاہی پر
نہیں ہین قطرۂ شبنم گل سوسن پہ اے بلبل
چمن مین دیکھ تو کیسی سفیدی ہے سیاہی پر
لگا کر تو مسی دانتون پہ دیکھو آئینہ بھی
کر کیا ہی طرفہ اب دلبر سفیدی ہے سیاہی پر
[illegible]
دکھاتا شوخ ہے چمن پر سفیدی ہے سیاہی پر
ظفر [illegible]
عجب صورت ہے اپنی پر سفیدی ہے سیاہی پر

دیگر

کون اس پہ ہی مائل سر تابان سمجھکر
دیکھون ہون تیرے رخ کو مین قرآن سمجھکر

آیا ہی لب بام پہ وہ صبح نکلنا
تو چرخ پہ ہے مہر درخشان سمجھکر

افسوس کہ نکلتا نہین وہ سینہ سے میرے
اس دل کو مرے آتش سوزان سمجھکر

کرتے ہین سلام آنکے ہر صبح ادب سی
خوبان تجھے سب خسرو خوبان سمجھکر ق

اور بلکہ جھکاتے ہین سر عجز مہ و مہر
صد چند تری آپ سے اب شان سمجھکر

لایا ہون تری نذر کو لخت جگر و اشک
رکھ دست خرہ پر دُر و مرجان سمجھکر

گلشن مین مرے غیرت گلزار کے آگے
ہنسنا تو ذرا اے گل خندان سمجھکر

او تجھسے یہ کہتا ہون کہ آنکھین تو لڑانا
اُس چشم سے اے نرگس حیران سمجھکر

کرے نہ ظفر لال بیان منھ کو کسی کے
کھا ہاتھ سے غیرون کے تو اب پان سمجھکر

کھینچ مت صید فگن تو دل نخچیر سے تیر
اس نے کھایا ہے کمان کا تری تقدیر سے تیر

قتل عشاق کو ہے جنبش مژگان کافی
کیون لگے رکھنے میان ہاتھ مین شمشیر سے تیر

اے کماندار مین ہاتھ کے تیرے ہون قربان
جا لڑا شہپر مرغان ہوا گیر سے تیر

آہ کیون کر دل حیران سے ہمارے نکلے
چھوٹتا بھی ہے کہین بازوے تصویر سے تیر

واہ اے جذب محبت کہ مرے سینے سے
کھنچ سکا آہ نہ ہرگز کسی تدبیر سے تیر

تجھسے سمجھون گا قیامت کو بت کافرکیش
تو نے مارا ہے مجھے کون سی تقصیر سے تیر

دیکھنا اُسکے ذرا توسن چالاک کے طور — پھرتا ہے خاک لحد پر مری وہ خاک کے طور

کرے ہچکی اگر اُس سے تو شتی جگر جائے — رو سکے ابر کب اُس دیدۂ نمناک کے طور

سر بسر زلف بتان سے ہے سدا ربط اُسکو — شانہ سان کیون نہو اپنے دل صد چاک کے طور

سر بسر صید دل اپنا ہو نہ کیون وابستہ — حلقۂ زلف وہ ہے حلقۂ فتراک کے طور

دمبدم تیغ بکف ہوتا ہے مجھ وہ ظفر
کچھ نظر آتے ہین بیحد ہب بت سفاک کے طور

تیرے دیوانے کو مارے ہین یہ روحی پتھر — کوہ چھٹ نام کو لڑکون نے نہ چھوڑی پتھر

عشق وہ سنگ گران ہو کہ کسی سے نہ اُٹھے — کیونکہ بھاری نہ ہوا ایک جو مرے چھوٹے پتھر

ہاتھ چھاتی پہ جو مین نے لگایا تو کہا — سخت کیا ہاتھ مین تیرے یہ نگوڑے پتھر

کوہکن تو نہ ہوا باندھ کہ جنے بھی یہان — سر سے مارے ہین دیوار کے کیوکر پتھر

سنگ لاخ ایسی غزل تو نے یہ لکھی ہے ظفر
سکے ہو جائین جسے طبع کے گھوڑے پتھر

بیوجہ نہین کچھ مری تقدیر گلوگیر — اس چشم کے سرے کی ہے تحریر گلوگیر

قاتل سے کرون کیا دم تکبیر سخن مین — ہے جوہر شمشیر کے زنجیر گلوگیر

یہ تکمۂ یاقوت نہین تیرے گلے مین — ہے قطرۂ خون دل دلگیر گلوگیر

شب بستر کمخواب پہ آیا مجھے کم خواب — تیری جو رہی خواب مین تصویر گلوگیر

خدنگ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زبان پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہو زہر گویا مری زبان پر

الگا کے باتون مین اُنکو لائین جو حرف مطلب کا کچھ زبان پہ
تو ایسی کہدین ٹھکانا جس کا لگے زمین پر نہ آسمان پہ

تپ محبت مین سرو قد یہ کمان ہے خشکی مری زبان پر
کہ شکل سوہان پڑ گئے ہین ہزارون کانٹے مری زبان پہ

اُٹھائے سوزخم ہر نمط مین یہ خون کے دعوے کو نہ غلط مین
کہ شل قط گیر خط پہ خط ہین ہنوز باقی ہر استخوان پر

ہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزا
یقین ہے مانند برگ خرما اوگے گا نشتر کسی زبان پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مت ترک چشم کو کر
پر آخر شں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہے مژگان کے ہر سنان پہ

وہ چشم و ابرو تمہارے زیبا کہ قاب توسین ٹھہرے اولی
یہ خال پیشانی کیون تمہارا نہ فوق لیجائے فرقدان پر

ہمارے سر پر سبوے ہامون سکے سے داغ جنون کیھکون
چراغ وحشت سراہی مجنون کردن مین دشمن چراغ دان پہ

کہان ہے ہاے مگر اپنے خون سے فرہاد
کیا ہے دامن کہسار کو منقش کر

نہین ضرور ہے قالین کہ نقش پاسے تو
زمین کلبۂ غمخوار کو منقش کر

برنگ سفینۂ نوروز عکس جھمکون کا
رکھے ہے گوہر شہوار کو منقش کر

وہ پہنین برمین دلا اگر لباس گلکاری
تو داغ کھاکے تن زار کو منقش کر

جبین پہ غیرت گلشن تو اپنے جون افشان
باب زر خط گلزار کو منقش کر

کسی کو بھیجنے ہون گر ظفر یہ چھ چھلے
تو دو کو سادہ بنا چار کو منقش کر

کھاے بخیہ مین نہ کیون عقل رفوگر چکر
چاک دل دیکھ رفو بھی ہے رفو در چکر

عارض و خال سے ہو اسکی نزد کش ہرگز
کھائے گر تا بقیامت مہ و اختر چکر

اثر طالع گردش سے مری لے ساقی
کھائے گرداب صفت بزم مین ساغر چکر

چرخ فانوس خیالی ہے کہ جسمین شب و روز
مثل تصویر ہر اک کھائے ہے اکثر چکر

گردش نجد سے دون کوہ کو مین چکر یون
جسطرح کھاتا فلاخن مین ہے پتھر چکر

غمزہ و ناز و ادا اور نگہ گردش چشم
تیر و شمشیر ہے اور نیزہ و خنجر چکر

دیکھ کر وہ مجھے آوارہ لگے فرمانے
تیرے پانو مین ہے یکدست مقرر چکر

ندیا مجکو فلک نے پس مردن بھی قرار
خاک کو رد ز بگولے مین ہے یکسر چکر

آسیا کیطرح اب غور سے گر دیکھ ظفر
کھائی گردش سے زمانے کے ہین پتھر چکر

وفور اشکون کا ہی ہمارے نکلتے نالون مین ہین شرارے
نہ کیونکر ہون عشق پر نچھاور زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
پھپھولے پانؤ مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ کیجین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ذرا جبین عرق فشان پر تو اپنی افشان دکھا دے چنکر
کرتا نظر آئین ماہ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
نہ سبزہ و گل پہ جوش شبنم نہ چمکے جگنو ہوا پہ ہر دم
نظر سب آتے تھے مجکو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
اودھر تو فوارے چھٹتے ہین وہان ادھر ہین اشجار پر چراغان
بنی ہے سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے استاد پردہ کامل
غرض دکھائی دیئے بٹھا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

بجز انگور بب راضی ہون ہم جنت کی جا ہے پر
ہما سفا کو نکین کے بار کو غم اٹھانے پر
اگر میرا کاشانہ تھا اب ہے غیر کا مسکن
اثر دیکھا تراای گریہ دہ بیداد کہتا ہی

رکھے ہی مرغ روح میکشان تک آب دانہ پر
ٹپکتا تھا یہ سر شیرین کی سنگ آستانے پر
انتسلط زاغ نے پایا ہما کے آشیانے پر
کہ مجکو آگ لگتی ہے ترے آنسو بہانے پر

چاک کرتے ہین حریفون کے بٹیرون کا جگر — تیر جو کرتے ہین یہ خنجر منقار بٹیر

مجھکو عشق ایسا ہے کہ کھلاؤن انکو — کھائین گر دانکی جا گوہر شہسوار بٹیر

پتلیان پلکین ہون اور چشم ہے جون کا بک — گر رہین آنکھو مین یہ مرغ نظر دار بٹیر

ہو اس کھیل مین دل صید یون کیجئے — دام صیاد مین ہون جیسے گرفتار بٹیر

اتفاقاً کوئی گر انمین سے گھٹ بھی جاوے — بیمزہ دین جو لڑاوے مرے طرفدار بٹیر

کہدو صیدی ہی کر تو خوش نہو کیا ہوتا ہے — ہاتھ اندھے کے اگر آ گئی اکبار بٹیر

انھین کیا کیف کی حاجت جو ہر کیفیا ہین — چشم خوبان کیطرح کیفی و سرشار بٹیر

نسر طائر بھی انھین دیکھکے کہتا ہے کاش — دیوے مجکو بھی بنا خالق دادار بٹیر

بات مردون کی ظفر ایک ہے کب سنتے ہین — آدھا تیتر کہین آدھا کہین گر یار بٹیر

بن ترے اے رشک گل رشک بہار — نوک سبزہ چشم مین ہے نوک خار

داغ بر دل ہون مین سوز ہجر سے — کیا خوش آوے مجکو سیر لالہ زار

ہون گرفتہ دل برنگ غنچہ مین — ہے روش گل کے جگر میر انگار

اب تمھین ہو مثل موج آب جو — ہاتھ مین میرے عنان اختیار

مین ہون آوارہ برنگ بوے گل — ایک جا ہرگز نہین مجکو قرار

ہوتا اس گل کو نہین مطلق اثر — مثل بلبل کر چکا نالہ ہزار

دیگر

بھیڑے جوتی کو جو اس بیدادگر کی پشت پر
کیون لگین کوڑے نہ اس آشفتہ سر کی پشت پر

بستر گل پر جو وہ سویا تو پھولون کے نشان
نازکی سے پڑ گئے اُس سیمبر کی پشت پر

ماہ کے پیچھے نہ دیکھا تھا کبھی ابرِ سیاہ
پرسیر کو دیکھا اس رشک قمر کی پشت پر

ناتوان ہون مجکو یارو اس گلی مین لے چلو
تم بٹھا کر توسن بادِ صبا کی پشت پر

مال احمق کے لیے گر ہو سوا یہ چاہیے
اور بھی لادا زیادہ بوجھ خر کی پشت پر

پیچھے آنسو کے نہین لختِ جگر اک راہرو
ہے روان گٹھری لیے رختِ سفر کی پشت پر

کھل گیا جوڑا جو بالون کا تو بل بے نازکی
پہونچا اک صدمہ ظفر اس مو کمر کی پشت پر

ای ظفر جامۂ گل پر نکرے ناز کبھی
دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہار

مژہ ہی خنجر ابروی دلبر کے تلے خنجر
بنا یا صانع قدرت نے خنجر کے تلے خنجر

نگہ پھیری اگر اپنی جو صیاد جفا پیشہ
تو پھر جائیگا وہ صید مضطر کے تلے خنجر

وہ تیری سخت جانی دیکھکر جھنجلا گیا ایسا
کہ توڑا سنگدل نے رکھکے پتھر کے تلے خنجر

ہمارا خون نہین ایسا کہ چھپ جاوے اری قاتل
چھپائے تو اگر داماں محشر کے تلے خنجر

اگر بھی ہو لکھو لکر دو سیاہی اسطرح سو دے
بغل مین ہو اگر تلوار تو سر کے تلے خنجر

قلق ہی ہجر کی شب کاٹ ہی ڈالون گلا اپنا
اگر معلوم ہو رکھا ہو بستر کے تلے خنجر

نظر اُس مہر وش کی دیکھیے کس کس کی گردن پر
ظفر ہر روز پھیری چرخ اخضر کے تلے خنجر

ہر آشنا سے ایسا ہی اب آشنا کا طور
دو دن مین جیسے بگڑے ہے رنگ حنا کا طور

تیرے مریض عشق کی ہو کیا شفا کا طور
نے کچھ دوا کا ڈھنگ ہے کچھ دعا کا طور

ہو وے نگہ فتنے کتنے ہی پیدا جہان مین
گر ہے یہی تری نگہِ فتنہ زا کا طور

مانند موج ہم ادھر آئے ادھر گئے
کس طور سے ہو بحر فنا مین بقا کا طور

رکھتا ہی تیرے زیر قدم ہر قدم پہ چشم
سیکھا ہے خاکپا نے تری نقش پا کا طور

واعظ جو اس پر ہین ہے وہ حور مین کہان
شوخی کی طرز ناز کا شیوا ادا کا طور

مارے پتھر مری تربت پہ ظفر یہ اُسنے
کر گیا صدمے سے تعویذ سر تربت جھڑ

دل مرا اڑا لی دل عشق نرگس رنگ مروڑ	پنجۂ رستم کا بھی ہووے کیو دم جنگ مروڑ
ذبح کرتا ہے تو کر لیکے چھری ای صیاد	لیک مت گردنِ مرغان خوش آہنگ مروڑ
شکن زلف کے مانند تری ای نوخط	لکھ سکے کب قلم مانی ارژنگ مروڑ
رد کش اسکے گل رخسار سے یہ ہوتا ہے	ای صبا کیونکہ نہ گوش گل خوش رنگ مروڑ
ایک دریا ہے اشکوں کا بحر سے جسم	دامن تر کو ترا عاشق بے ننگ مروڑ
ہاتھ پکڑدن جو تصور سے بھی تو وہ کہوے	تو مری ہاتھ کو اتنا بھی نہ بے ڈھنگ مروڑ

ہمنے جون طفل دبستان محبت مین ظفر
پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مروڑ

ردیف زاء معجمہ

بشر کو کیون نہو در پیش یان نشیب و فراز	کہ دم کے ساتھ ہے ہر دم یہان نشیب و فراز
فلک عروج و تنزل سے اک زمانے کو	دکھائے ہے روش نردبان نشیب و فراز
کیے ہی جاتا ہے راہ فنا کو طے ہر دم	سمجھتی کچھ نہیں عمر روان نشیب و فراز
حضیض و اوج مین سیارہ ہین ستارے بھی	دکھاتا کسکو نہیں آسمان نشیب و فراز
کہون بگولے کو کیا خاک مین بیابان گرد	کہ میری طرح سے دیکھے کہان نشیب و فراز

جو خط کب ہین دلا گردیہ اُس گال کے سبز
جم گیا گو شہ ابرو پہ نہین کچھ وسمہ
کیون پسند آئی نشیمن ہین قوس و قزح
تیرے عارض پہ خط سبز ہے یا آئینہ
تیری بیمار کا کیا چارہ کرے کوئی طبیب
باندھی مدت مین جھڑی دیکھی مجنون نے ترے

دور صیادونی ہین رنگ کے جال کے سبز
پھول مینے کی ہین اس تیغ تہال کے سبز
واہ تحریر یہ کھینچی مانس ہے کیا لال کے سبز
ہو گیا عکس سے طوطی کے پر و بال کے سبز
رنگ ہو جا ہے بس سنتے ہی احوال کے سبز
پھر ہوا دشت جنون بعد کئی سال کے سبز

اس زمین مین کوئی پڑھ اور غزل بھی رنگین
ہو سخن کسکا ظفر آگے ترے خال کے سبز

سنگ سرمہ نے کیا یون نگہ یار کو تیز
پا برہنہ ترا وحشی جو سر دشت آئے
کل اُسے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہے قصداً
نوک سبزہ کی نہین کچھ سر مہمیز سے کم
نگہ یار غضبناک دوا دل کی نہو
قیمت نیم نگہ دیتے ہین عاشق دو جہان

جسطرح سنگ فسان کرتا ہے تلوار کو تیز
تو کرے باد صبا خار سے ہر خار کو تیز
بلبلین کیون نہ کرین نشتر منقار کو تیز
پھر کیا توسن وحشت کی جو رفتار کو تیز
کر دوا دے مجھے نہ اصلاح کی بیمار کو تیز
کر دیا عشق نے یہ خنکیے بازار کو تیز

اے ظفر دیکھنے کیا ہو کہ وہ سفاک جہان
آج پھر دیکھتا ہے اپنے گرفتار کو تیز

ورنہ فتنۂ محشر ظفر ہے دور دراز

دیگر

دیکھا کیا خاک جلا کر دل بیتاب سی چیز

اے ابر تنک آب آنسو گھٹا جی کو تو اسکے | کز لب ہے صدا نالۂ دل مضطر طاؤس
جو داغ بدل ہے وہ ہی سلطان محبت | رہتا ہے سر طاؤس پہ افسر طاؤس

داغوں سے ظفر کیونکہ نہ ہر پر پہ ہو تیرے
صیاد جفا پیشہ یہ محضر پر طاؤس

بولچکر اشک وہ کہتی ہے ہر بار کہ بس | ہنسے ہر بار نہ دھو یار و نیکا تیار کہ بس

مطلع ثانی

ہم ہوئے شب کو یہ نالاں پس دیوار کہ بس | کھولکر غرفہ لگے کہنے وہ ناچار کہ بس
خوف آتا ہی تری جعد میں ہوئے تو کو کیا | کیا نکالے ہے زبان اپنی یہ مار کہ بس
جان و دل تاب و تواں ہوش و خرد صبر و قرار | لیچکا اور بھی کچھ ہے تمھیں درکار کہ بس
دیکھتا ہی نہیں تصویر کو جا یوسف کی | اسکے ہی حسن کا البتہ یہ پندار کہ بس
ہاتھا پائی میں جو کل ٹوٹ گیا ہار انکا | اسقدر ہیرے گلے کے وہ ہوئے خوار کہ بس
ہو گیا سینہ مشبک تری تیر و نکی تمام | کہ تری مرضی ہی کیا اور بھی ہی یار کہ بس
جام و مینا و سبو کیا ہی چھلکنے لگے | ساقیا منہ سے نہیں کہنے کے میخوار کہ بس

اے ظفر دل ہو نہ کس طرح سے مضطر بے طرح
آج اس طرح کا دیکھا ہے طرحدار کہ بس

جا رہے سب جا ہے یہ اک یاں وہ آئے افسوس | واقعی سچ ہے کہ بجا ہے آئے جا افسوس

کب بزم انبساط بہم اسمین ہو سکے
ہے خیمۂ کبود جو چرخ کہن کے پاس

اے دل گیا ہے خضر لیے چارہ برگ زر
تحریر خط سبز نہیں اس ذقن کے پاس

پھولے نہ پیرہن مین سمائینگے نسل گل
ہو تجھ سے گر آب کی اس بت گل بدن کے پاس

اپنا تو بعد مرگ بھی ہے عالم جنون
سوزن کا کام کیا مری چاک کفن کے پاس

تحریر مسی کی وہ دندان مین ہے خوشنما
کیا طرفہ نیلوفر ہے کھلا یاسمن کے پاس

دیکھے اگر ترے قد دلجو کو باغ مین
قمری دبک کے آنکے سرو چمن کے پاس

ہیبت سے ہو دونیم دہن مین ہے سینۂ جرس
آئے کبھو جو میرے دل نعرہ زن کے پاس

اس بحر مین اک اور غزل پڑھیے اے ظفر
لکھتا ہے کون دل سے یہ موتی سخن کے پاس

زلف آگئی صبا سے جو خال ذقن کے پاس
مار سیاہ کھیلے ہی گیا اپنے من کے پاس

دل مین نہان ہے حسرت نظارۂ چمن
صیاد رکھ قفس کو ہماری چمن کے پاس

ابرو کے پاس تل نہین کاجل کا ہے بنا
یہ حلقہ سپر ہے بت تیغ زن کے پاس

کل وہ گلے جو عاشق بیمار کے لگا
اسکی طپش کی گرمی جو سوجھی بدن کے پاس

بولا کہ مجھکو تاب نہین اب حال ہے
شب جیسے شمع جلتی ہے شمع لگن کے پاس

گر جاؤنا ت دہر سے غم ہے تو اے ظفر
گر جا کے التجا شہ خیبر شکن کے پاس

ردیف شین معجمہ

بھولا نہ تجھے یہ کبھی اس یاد کو شاباش
شاباش ہمارے دل ناشاد کو شاباش

ہر روز ستم تازہ ہی ہر روز نیا ظلم
ای شوخ ستمگر تری ایجاد کو شاباش

گویائی اگر ہو وی لب زخم جگر کو
آنلگے اس خنجر بیداد کو شاباش

نازک ہی تو کس کام کا نا صاف ہی گر دل
فولاد نہ بنا آئینہ فولاد کو شاباش

اللہ بسد کر ہوئی آتی کو تا شہ
کہتے ہین وہ شکر مری فریاد کو شاباش

یہ قتل کا ہی شوق کہ اڑ جایی اگر سر
پیدا ہو صد احلق سی جلاد کو شاباش

مرغ چمن قدس کو اس دام سی کیا کام
پر کھینچ ہی لایا مجھے صیاد کو شاباش

کیا طرز وفا عشق سی سیکھا ہی لا واہ
شاباش تجھے اور تری استاد کو شاباش

مر مر کے ہوئے داخل جنت نبی آدم
پر چھوڑ بنا لے بد ر ا ر لاد کو شاباش

آسان نہین سنگ بہ سر مار کے مرنا
کیا کام کیا عشق مین فرہاد کو شاباش

ہین لاکھون خیالات مین فکر سخن اپنا
تیری ظفر اس طبع خداداد کو شاباش

بالش کہان ہی اور کدھر شوخ سنگ فرش
ہی خشت جائی تکیہ ہمین اور سنگ فرش

بستر پہ کیون تڑپ نہ شب کو کرون سحر
کانٹین ولای ہر مجھے کیا کیا نرنگ فرش

سیکھی ہی آہ کس سے شرارت یہ شمع بزم
شب کر دیے جو تونے جلا کر خدنگ فرش

ساقی بسوچ کر جا در مہتاب نے کیا
کیا چاندنی کا چرخ یہ یہ بد رنگ فرش

نقد دل لیکے دیا بوسہ لب کیا اسنے
حوذ لگا کہنے کہ ہوا لعل بدخشان دو خوش

ہدف تیر قضا جلد کہین ہو یارب
جتنے ہین کوچۂ دلدار مین بکجان ہو خوش

روز و شب قرص مہ و مہر لیے پھرتا ہے
اے ظفر کیون نہ فلک کو کہین ہم نان فروش

وہ چشم ہو کیونکر سحر و شام فراموش
مین مست ہون مجھسی ہو کہان جام فراموش

ہو جس سے کہ اکبار مرا نام فراموش
وہ یاد و دعا سے ہو نہ اکام فراموش

کس وجہ سے ہو جاے یہ پریشانی دل آہ
ہوتی نہین وہ زلف سیہ فام فراموش

لے سر پہ وبال اپنے اسیرون کا صیاد
آنا بھی نہ ہو رکھکے تہ دام فراموش

جسکا مرکو آئے تھے یہان ملک عدم سے
افسوس کہ وہ ہمسے ہوا کام فراموش

اک مین بھی ترے دور مین ہون دُرد کش
تو مجھکو نہ کر ساقی گلفام فراموش

ہو یاد تری کعبہ رو کی نہ مجھے کیون
کافر ہون جو دل سے کرون اسلام فراموش

اس نرگس مخمور کا رکھتا ہون تصور
ہر چند ہے خیال گل و جام فراموش

آرام و قرار و خرد و ہوش وہی ہے
کیونکر ہو ظفر دل سے دلآرام فراموش

نہین قمری کی طرح سرو گلستان پہ غش
شکل پروانہ ہون اس شمع شبستان پہ غش

نہ تو سنبل پہ ہون مین اور نہ ریحان پہ غش
مین ہون اس گل کی خط و کاکل پیچان پہ غش

رکھتا ہوں سلسلہ ہجر میں بھی وصل کا میں گر
گو عیش نہیں پر ہے زبان پر سخن عیش

سیکھے کوئی تردامن خرابات نشین سے
ہے زاہد بیچارہ کب آگاہ فن عیش

ساقی کے لب لعل کی گرمی سے نشہ کی
ہر قطرہ عرق کا ہے سہیل یمن عیش

کیا بادہ پیجیے کہ سنگ ستم چرخ
ہے جام شکن عشرت ساغر شکن عیش

ہو دور پروانیے تو اگر شمع رخ یار
کس طرح سے روشن ہو ظفر انجمن عیش

دکھا دی اپنی جو ذرہ رشک آفتاب تراش
تو آئینہ کی ہو غیرت سے غرق آب تراش

جو تیری چشم سے سیکھے خیال بے چشمی
تو تیغ موج سے ڈالے سپر حباب تراش

ہماری بات کو مردم جو کاٹتے ہو
کہاں سے تم نے نکالے ہیں جواب تراش

تری ہے فلک کی شہسوار توسن ناز
دکھائے ہے مہ نو صورت رکاب تراش

زبان دراز نہایت ہے شمع اے گلگیر
تو اسکے بزم میں اسکی زبان شتاب تراش

کرتو مشق ستم ہے صفحہ دل پر
قلم تراش سے اے شوخ پر عتاب تراش

ظفر مدام یہ ساقی سے اب یہ کہتا ہے
بلور کا تو دکھا ساغر شراب تراش

گھر میں آسکے جائے پھر کسکو ہے پیر کے گھر
نہ خبر تن کی رہی ہے اور نہ طالع دل کا ہوش

سیج پر پھولوں کی وان ساتھ اور کسی کے تم سوؤ
مجھکو یان درد جدائی سے نہیں بستر کا ہوش

نفس پر کھتی ہی انگشت بھبھولا پڑجا‌ے — ای طبیبو وہ بلا ہی تپ ہجران کی طپش
نہیں معلوم ہے کیا عشق نے بھڑکائی آگ — پھونکے دیتی ہی مجھی میری دل جانانکی طپش

لکہہ بہ تبدیل ردیف اور غزل گرم ظفر
جسکو ہو سننکے زیادہ دل یارانکی طپش

جگر و دلمین ہی رہ نشتر مژگانکی خلش — نہ سنانکی جسی ہوتی ہے نہ مژگانکی خلش
بن تری بستر گل پر مری حق مین بگل — ہر رگ گل مین ہی اب خار مغیلانکی خلش
دیکھنا ہوش جنون ہی مری سینہ پہ سوار — نیش زنبور سے بھی تار گریبانکی خلش
تن پہ ہر موی ہی سے نشتر زہر آلودہ — دلمین جسدم سے ہی نیش غم جانانکی خلش
تم ہوا و غبرمین اب اور ہی گلگشت چمن — ہم ہین اور آبلہ اور خار بیابانکی خلش
گو بہ بالی کا مرے دلمین چبھی ہی جسطرح — نیش کژدم مین ہی کا ہیکو اس عنوانکی خلش

اے ظفر نشتر الماس سے بھی ہے افزون
دل عشاق مین خار غم ہجران کی خلش

سخان اگرچہ ہی یہ موسم بہار تو خوش — بغیر بادہ ہون لیکن میگسار تو خوش
خوشی سی ہنستی مین یا گل گرچہ روتی ہی شبنم — بلاے ایک ہے ناخوش تو مین نہ بار تو خوش
بھلا نہ ملک عدم سی کوئی ہزار افسوس — کہ اس سے پوچھیے تبلاؤ یہنگلے یار تو خوش
ہوی وہ داغ جگر دیکھ کر مرے برہم — دگر نہ آتی ہی یان سیر لالہ زار تو خوش

قسم خدا کی وہ ہے تیری شوخ و شنگ تراش	کہ بت تراش نہ ایسا نہ کوئی سنگ تراش
جو اسطرح سے ہو مشق ستم تجھے منظور	قلم کیطرح مرے سر کو خانہ جنگ تراش
اگرچہ حور و پری حسن مین ہین اب مشہور	ولے کہان ہے تمہارا سا رنگ ڈھنگ تراش
کہان ہین قطرۂ خون چشم مین کہ عشق اُسکا	لایا موتی کے ڈالے ہین ایک تنگ تراش

جو اُسکے ناوکِ مژگان کا وصف لکھنا ہے
تو لے ظفر کوئی تو خامۂ خدنگ تراش

کیونکر یہ سنکر کھڑے ہون باغ مین بلبل کے گوش	صبحدم شبنم نے یکسر بھر دیے ہین گل کے گوش
منہ سے کیا اپنے نکالین بات ہم ڈر ہے یہی	ہین لگے رہتے ادھر کو اندنون گل کے گوش
یا تو اے زاہد ہمیشہ چار قُل سنتے تھے ہم	یا لگے رہتے ہین اب آواز پر قلقل کے گوش
گوش بر آواز ہین غماز یار و رات دن	ہو سکے تو بند کر دو اُسکے تم چل چل کے گوش
ہووے زیور کا تحمل کیونکر اُسکے کان مین	ٹوٹین جس نازکبدن کے بوجھ سے کاکل کے گوش
چشم سنگین سے نہ اُسکی ہو سکے ہم چشم دیکھ	ساقیا تو کھولدے محفل مین جام و مل کے گوش

اے ظفر اک بات مین مقراض فکر تیز سے
کترے ہے وقت سخن تو طالب آمل کے گوش

نہ مجکو عشق مین ہے جان کا نہ تن کا ہوش	اگرچہ ہے تو ہے اپنے ہی گلبدن کا ہوش
کیا جو مارکے دفن اُسنے مجکو جوکھٹ مین	غضب ہے گر ہے تو قتال تیغ زن کا ہوش

خیال چھوڑ دے دنیا کا یہ کچھ دین کا کر | تلاش اُدھر کی ہے کیا چاہیے اُدھر کی تلاش

جسے تلاش ہے مضمون کی جانتا ہے وہ
کہ ہے تلاش سے سب کی جدا ظفر کی تلاش

کرتے ہیں بہت صاحب تدبیر پس و پیش
دل ہیلے بہ عنصار لفہیں جان جنبے کے کبھی
جبتک کہ رہا دم مرے دل سے رہی
کر دیکھیو قاصد کہ نہ تھے ہوش ٹھکانے
دم جائیگا ساتھ اُسکی بڑ اے مرگ کوئی دم
پیکان تہ سر پشت سر سینہ ہے سوفار
ہر رہ قدر تری ساتھ ہی لے سرو خرامان

پر دیکھیے کیا کرتی ہے تقدیر پس و پیش
دونوں ہو وابستۂ زنجیر پس و پیش
آہ سحر و نالۂ شبگیر پس و پیش
کچھ خط میں اگر حرف ہوں تحریر پس و پیش
شاید ہو تری باعث تاخیر پس و پیش
کیا خوب ہے ابرو ہے ترا تیر پس و پیش
سایہ کی طرح عاشق دلگیر پس و پیش

دل جنکا ہے روشن وہ ظفر صورت خورشید
یکسان ہے سدا باعث تنویر پس و پیش

ہر طرح غیر کی دلجوئی ہے معقول نہ خوش
بات معقول کہو نہیں تو کہو طرز سے وہ
دل ہوا اُسکا سوا اور مکدر ہمسے
جو نہ کہنا تھا کہا منہ سے وہ تم نے ہمکو

ہمسے ہر بات پہ بدخوئی ہے معقول نہ خوش
تو ناتالیق مرا کوئی ہے معقول نہ خوش
گرد کین گریۂ کیا دھوئی ہیں معقول نہ خوش
واہ کیا آپکی کم گوئی ہے معقول نہ خوش

ردیف صاد مہملہ

عجب طرح کا زمانہ یہ آگیا ہے ظفر
کسی کے ساتھ کسیکو نہین ذرا اخلاص

جو دیکھے داغ دل خانمان خراب کا قرص
تو جل کے سوختہ ہو جاوے آفتاب کا قرص

ہماری مردمک دیدۂ پُر آب کو دیکھ
بھنور کا بحر مین کب ہے اس آب و تاب کا قرص

تپ فراق مین اُس مہ جبین کے دو مجھکو
بجاے قرص طباشیر ماہتاب کا قرص

یہ ترک چشم بتان کے سپر ہی پہلو مین
نہین ہے حلقۂ گیسوے مشکنا کا قرص

نہ کیونکہ قوت دل ہو ظفر کہ وہ گلرو
بنا کے دے نہ مجھے وہ صندل و گلاب کا قرص

بھری تھی ساغر مین رات ساقی نے ایسی خوشبو شراب خالص
نہ اُسکو پہونچے ہے مشک خالص نہ اس کو پہونچے گلاب خالص

اس آرزو مین کہ اُسکے پانون کے چھلے کوئی مجھے بنا دے
اِدھر تو ہے سیم ماہ خالص اُدھر زر آفتاب خالص

حلاوت اُس کے لعل لب کی نہ پوچھو بوسے کی ہے یہ شیرین
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھولدے لیکے آب خالص

دل شکستہ درست میرا نہووے کیونکر کہ ہاتھ آے
ہمالے بوسہ کے خال مشکین کے مومیائی شتاب خالص

راتدن سولی پہ ہون یاد مین اُس قامت کی — کسکو ای فاختہ ہی سرو چمن زار کی حرص

روغن آتش کو بجھا سکتا نہین ہے ہرگز — لقمۂ چرب سے جاتی نہین پرخوار کی حرص

بشش نیسان نکر ہو والب اظہار طلب — ہو صدف کو نہ اگر گوہر شہوار کی حرص

ہین فقط داغ جگر عشق کی دولت کافی — تیری عاشق کو نہین درہم و دینار کی حرص

قطع ہو اور بڑھا شمع کا شعلہ دیکھو — سر کے کٹنے پہ نہین گھٹتی ہی زردار کی حرص

بیٹھنے دیتی ہو کب کنج قناعت مین ظفر
ایک دشمن ہی یہ دنیا کی طلبگار کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

نکالینگے ترے لعل یمن پر اعتراض — زلف ہی کرتی تہی کیا مشک ختن پر اعتراض

ہمنے کی ہی جا کنی اور اسنے کی خارکنی — واجبی ہی گر کرین ہم کوہکن پر اعتراض

لاکھ پیچ و تاب کھائے موج دریا پر کہان — کر سکے اُس آستین پرشکن پر اعتراض

ہو دے پھر صبح قیامت پر قیامت آشکار — گر لگائے کچھ مری خاک کفن پر اعتراض

شاخ سنبل سے نکالے شاخسار زلف گر — قد ترا کرنے لگے سرو چمن پر اعتراض

باندھے گنبد اگر اک اپنی دود آہ سے — لاکھ نکلین چیرے چرخ کہن پر اعتراض

آج کس اہل سخن کو اسقدر مقدور ہے
کر سکے جو ای ظفر تیرے سخن پر اعتراض

بتِ کشمیر کے آیا جو نہیں طرف سے خط
باندھی ہے اُسنے کمر قتل پہ شاید ہمدم

کھل گیا راہ میں شاید کہیں اب برق سے خط
لکھ کے بھیجا ہے جو خونخوار نے شنجرف سے خط

عمر کی صرف اسی بحث میں تو نے ناوان
ہمہ موں آہ مرا دل ہے اسی غم سے نڈھال

لکھنا آتا ہے کوئی نحو سے اور صرف سے خط
نہ پڑا تن پہ جو تیغ بت کم ظرف سے خط

بہ چشم گریہ خواں نے تری خانۂ مژگان سے ظفر
دیا گلزار رستم خان کے ملا حرف سے خط

کسطرح جا کے بیجئے جانان سے اختلاط
مانند موج جیسے ہے جانیں بر جبیں وہ ہے

جبتک مجھے نہ اُسکے ہو دربان سے اختلاط
اس آستین کو دیدۂ گریان سے اختلاط

کس رو نہ چمکے آہ مری برق سان کہ ہے
ہیہات شل گل نہ کسی رنگ ہو رفو

اس حسن کو ہے آتش سوزان سے اختلاط
دست جنون رکھے ہے گریبان سے اختلاط

اس روے زیر زلف کے کیونکر پھرے نگرد
تکتا ہے دل مرا رخ روشن کو یون تری

پروانے کو ہے شمع شبستان سے اختلاط
جون ہو چکور کو مہِ تابان سے اختلاط

صد چاک دل ہے اُلجھے نہ کاکل سے اسکی کیون
رکھتا ہے شانہ زلف پریشان سے اختلاط

تک تک کے شکل و صورت آئینہ طلعتان
مجھکو ظفر ہے دل حیران سے اختلاط

مین نے لکھا ہے ہو کلا کہ سے تدبیر سے خط
یا الٰہی وہان پہونچے مری تقدیر سے خط

غلامی کا **ظفر** فخر جہان کی
لکھا ہمنے تو بے آرے بلے خط

آج مین نے جو لکھا تھا تجھے تدبیر سے خط	شکر تو خط کہ وہ پہونچا مری تقدیر سے خط
اے پری رو یہ ہے خط کس تر دیوانہ کا	تو نے دروازہ کو باندھا ہے جو زنجیر سے خط
خط کے پڑھتے ہی پڑ گیا مرے دلمین سوراخ	اُس کماندار نے لکھا قلم تیر سے خط
کر دیا تیغ نظر ہی نے ترے کام تمام	گو کہ قاتل نہ پڑا جسم پہ شمشیر سے خط
نامہ بر خط کے جو آتی ہی بھر آیا مرا دل	کیا لکھا اسمین یہ خالی جو ہے تاثیر سے خط
خط یہ خط آدھے تھے انوار تلک تو وان سے	نہین معلوم کہ آیا نہین کیون پیر سے خط

اے **ظفر** کیونکہ نہ سمجھے اسے عاشق ایمان
رخ وہ مصحف ہے تو کچھ کم نہین تفسیر سے خط

اسنے برہم ہو جو بھیجا ہے دل افسردہ خط	شل گل ہم دیکھتے ہی ہو گئے پژمردہ خط
قاصد دونکی ہو تہا دو نگاہ اُس بت کی گلی	وان تلک پہنچا یگا کسکا ہے یہ دل گردہ خط
میرے سینہ پہ وہ رکھدینا کفن مین بعد مرگ	ہو گیا اک آہ مین بس کاغذ نم خوردہ خط
نامۂ جانان کے پڑھتی ہی جو آنسو بہے	قاصد اسو جاو نمین گر پڑھتے پڑھتے مردہ خط
گو صریحاً وصل کا اقرار تھا مرقوم پر	یون ہوا معلوم کچھ لکھا ہی ہو آزردہ خط
ہو گئی دل کی تسلی یک بیک میری **ظفر**	قاصد مرا از جانب دلدار چون آوردہ خط

گر نہ ہستی کا بھروسہ کہ فنا یون ہی ابھی — جیسے مٹ جاتے ہین آ کر وان آن مین خط

جلوہ دکھلاتی ہین کیا کیا ہمین اللہ اللہ — ہین جو یہ رنگ مسی کے تری دندان مین خط

لکھ کے بیتابی دل ہاتھ سے دون پھینک اگر — لوٹے جون طائر بسمل ابھی میدان مین خط

پھٹ گیا سنکے مرا نالہ فلک کا سینہ — کہکشان کا ہی کہ یہ گنبد گردان مین خط

لکھتے لکھتے جو مجھے حال دل آیا رونا — بہہ گیا کھل کے مرا اشک کی طوفان مین خط

ای ظفر دوسری بھی گر تجھے لکھنی ہو غزل — پھیر کر قافیہ باندھ اور ہی عنوان مین خط

ردیف خا معجمہ

زلف کی تار سے ہی رخ پہ کہان یار کے خط — صحن گلزار مین چلتے ہین بر امار کے خط

پہن کر ہا نگلے مین جو وہ سویا شب کو — پڑ گئے گردن نازک پہ کئی ہار کے خط

خط تو پکڑا ہی گیا تھا مرا لیکن نکلے — پاس قاصد کے مرے اور بھی دو چار کے خط

خط عارض ترا وہ ہی کہ نہووی سرسبز — روبرو کوئی ترے اس خط گلزار کے خط

نامہ بر دیکھیے تقدیر مین لکھا کیا ہے — یار پڑھتا ہی مرا سامنے اغیار کے خط

یاد آئی دم تحریر جو وہ زلف دراز — ہو گیا ایک برابر کئی طومار کے خط

کھینچے ہے تار شعاعی سے ہمیشہ پر خاک — مہر بھی روبرو اس تابش رخسار کے خط

مہر نامہ اگر ہو دین نہ آنکھیں قاصد — کیونکہ معلوم ہون حسرت کش دیدار کے خط

تیغ ابرو سے ہین جانباز ظفر سینہ سپر — بے اجل پڑتا نہین دھار سے تلوار کے خط

[illegible]

لوگ کہتے ہین یہی دیکھ کے مجکو بخدا	
اے ظفر رہیو تو اُس بت کی دغا سے محفوظ	

مجھے تو وقت سخن شوخ تند خو سے لحاظ	اُسے نہ شرم کسو سے نہ ہے کسو سے لحاظ
پھر آیا دل مرا سو بار پر نہ رویا مین	رہا یہ مد نظر پاس آبرو سے لحاظ
چمن مین آنکھ جھکائے کھڑی ہے کیون نرگس	اگر نہین ہے کسی شوخ لالہ رو سے لحاظ
وہ بیحجاب ہو گیا ایک ساغر مے سے	کہ ٹوٹے جسکا نہ سو شیشہ و سبو سے لحاظ
جہان مین پائیگا کیونکر وہ گوہر مقصود	جسے تلاش سے ہو شرم جستجو سے لحاظ
لحاظ ہو یہ فقط تیری دوستی کا ہمین	تری جو بزم مین کرتے ہین ہم عدو سے لحاظ
قسم ہے خنجر قاتل تجھے مرے سر کی	جو وقت ذبح کرے تو مری گلو سے لحاظ
چمن سے آئے نہ بے پردہ تا سر بازار	اور آئے گل جو نہ اظہار رنگ و بو سے لحاظ

صفائی دیکھو ظفر آئینہ کے دیدے کی	
نہ خوبرو سے ہے اُسکو نہ زشت رو سے لحاظ	

جیسا ہاتھوں سے رہا تیرے یہ بسمل محفوظ	ایسا ہی روز جزا کو بھی ہو قاتل محفوظ
نالۂ و آہ سے خوگر ہون سدا مین غمکش	ہووے کیا نغمہ مطرب سے مرا دل محفوظ
مل گئی نعمت کونین اسے اک پل مین	ہو گیا دیکھ کے تجکو ترا مائل محفوظ
آبرو خاک مین ملجائے گی آئینہ کی	ہو گیا خاک ترے ہو کے مقابل محفوظ

ردیف عین مہملہ

[illegible]

تجھسے تابِ حسن مین گستاخ ہوئے شعلہ گاہ
اور نہو ہمسر کبھی تجھسے قد و قامت مین شمع

شمع کو کیا تاب اُسکے روبرو گرشش رہے
کیا ہوا ساقِ بلورین ہے تری صورت مین شمع

اے ظفر رکھتی ہے اپنا نام روشن بزم مین
گو تہِ فانوس ہے اک گوشۂ عزلت مین شمع

دریا بہائے گر قطرۂ اشکبار شمع
تو بھی بجھے نہ سوزِ دلِ داغدار شمع

ہوتا ہون شب جو انجمن آرای رنج و غم
لیتا ہون اپنی آہ کے شعلے سے کار شمع

اُس شعلہ خو پہ کیونکہ نہ دلوائے اپنی جان مین
پروانہ کسطرح سے نہو وے نثار شمع

ہے دل جلون کو سوزِ محبت سے تازگی
آتش سے ہے شگفتہ گلِ نوبہار شمع

گرمی سے تیرے حسن کے ہو وہ عرق عرق
اے شعلہ رو جو بزم مین تو ہو دوچار شمع

سر تا قدم زبان ہین وے کیا کرین بیان
گویائی زبان پہ نہین اختیار شمع

ممکن نہین کہ ہو نہ سزا جرمِ عشق کی
پروانہ کے ہے واسطے موجود دار شمع

سوزِ غمِ فراق سے ہے کیا عجب اگر
بنجاے میرا تارِ نفس مثلِ تار شمع

پروہ ظفر نہ سوزِ محبت کا ہو سکا
فانوس کیا ہوا جو ہوا پردہ دار شمع

شعلۂ عشق نہین ہے دلِ مایوس مین شمع
جل رہی ہے عجب اس پردۂ فانوس مین شمع

جنبشِ شعلہ سے پروانہ کے جل جانے پر
ہاتھ ملتی ہے کھڑی حسرت و افسوس مین شمع

کس شعلہ ہو کے کوچہ سے ای صبا کہ یوں
بھڑکا حیات عاشق مہجور کا چراغ

جو عیش زار میں ہے ہیں نا دنیا میں بیخبر
دیکھا ہو کسی نے خانۂ زنبور کا چراغ

چشم و چراغ بادہ کشان ہے یہ جام مے
روشن ہے جس سے دیدۂ مخمور کا چراغ

مونس ہوا ور کون تپ غم میں رات بھر
دلسوز ہو نہ جو ترے رنجور کا چراغ

شل سنگ گر نہ ہمیشہ ہوا ے نفس
جاتے ہی کاسۂ سر مغرور کا چراغ

تربت پہ بیکسونکی مناسب ہے ساقیا
روشن ہو جام بادۂ انگور کا چراغ

روشن اگر ہو نور حقیقت سے تیری چشم
ہے ہر ہزار سنگ نہان طور کا چراغ

بے صرصر حوادث دوران کا غم بھی ساتھ
کیونکر رہے کہین دل مسرور کا چراغ

روشن ترے فروغ سے کیونکر نہو چراغ
تو ہی ظفر ہے خانۂ تیمور کا چراغ

جگر برشتہ و جان خستہ دلفگار دریغ
ہزار حسرت و صد حیف و صد ہزار دریغ

مدام داغ نصیب دل و نصیب جگر
نفس نفس تفس سرد بار بار دریغ

سحاب و آب روان لالہ زار و جوش بہار
نہ جام بادہ نہ محبوب گلعذار دریغ

ہمیشہ وعدہ خلافی شعار یار افسوس
ہمیشہ جانب در چشم انتظار دریغ

غم محبت و درد فراق و رشک رقیب
ہجوم آفت دیک جان بیقرار دریغ

حسد ارسے وصال و حیات تا دم نفس
نفس شماری و اندوہ بے شمار دریغ

شب ہجران کی کیا کہیے ظفر ہاے
رہے کھاتے ہم اکثر داغ پر داغ

کیا لائے اس ابرو کی بھلا تاب دم تیغ
ہو جائے اسے دیکھتے ہی آب دم تیغ

جو تشنہ لب آب شہادت ہو ہمیشہ
سفاک اسے کرتی ہے سیر ابدم تیغ

تجھ بن کبھی گر بادہ کشی کرتا ہون آہ
لگتی ہے ہر اک موج مئے ناب دم تیغ

کیونکر نہ حباب اپنا سراب ہاتھ پہ رکھے
بنجائے ہے سر گرداب دم تیغ

کیونکر نہ خم تیغ ظفر حلقوم بسمل ہو
کرتے جو روان خون کا وہ سیلاب دم تیغ

پایا نجائے جسکے گرفتار کا دماغ
ہو نچے فلک پہ کیون نہ اس یار کا دماغ

کیونکر نہ میرے کعبۂ دل پر لگائے لات
عرش بریں پہ ہے بت عیار کا دماغ

ہوتا ہے بوئے گل سے پریشان ای نسیم
نازک ترا سقدر ہے دل زار کا دماغ

بالین پہ اسکی شور مچاؤ نہ ہمدمو
نازک بہت ہے عشق کے بیمار کا دماغ

منصور تو کسیکو نہ لایا خیال مین
حق ہے کہ عالی ایسا ہو سردار کا دماغ

مجنون نے جبکہ دشت جنون مین کھا قدم
یکسر کچھ اور ہو گیا ہر خار کا دماغ

یہان تک غرور حسن ہے اسکو کہ ای ظفر
پاتا نہیں ہر ایک طرحدار کا دماغ

جب جنبش ابرو سے تری خلق ہو عالم
پھر شرم سے ہو جائے نگون آب دم تیغ

اے قاتل ترسک تو ہی بہادر ہے کہ سب مین
دکھلائے ہے وہ تیز نگہ تاب دم تیغ

جلاد دکھا اپنی تو شمشیر تو مجھکو
کشتہ ہون مین ابرو کی جو ہے آب دم تیغ

درکار نہین تشنہ کو بے آب شہادت
لیکر نہ نکل موج بگرداب دم تیغ

دم کیونکہ ظفر اسکا نہ ہر دم مین بھرون اب
ہے گردروان خون کا وہ سیلاب دم تیغ

ہو مہ روشن بھلا دل کی طرح کب چراغ
غیرت خورشید ہے یہ گھر شب چراغ

تجھ سا کوئی مہ جبین پائے نہ ہرگز کہین
ڈھونڈھیو لیکر اگر دیدہ کوکب چراغ

خانہ دل مین ہے روشنی داغ عشق
بجھنے نپائے مرا یہ کبھی یارب چراغ

کر سکے اظہار ہم اس سے نہ سوز جگر
ہو گئے گل عقل کے یہ سر مطلب چراغ

دل تو ہر آرزو کیونکہ بجھے گی ہوس
ہے ابھی روغن سے یہ خوب لبالب چراغ

داغ ترے عشق مین کھاتے ہین ہر ذرہ ہم
جلتے ہین گھی کے ترے گھر مین جو ہر شب چراغ

کیون نہ بجھے سوز دل دیکھکے اس زلف کو
کالے کے آگے ظفر جلتا ہے ہان کب چراغ

ردیف فا

مجھمین اور کل اسمین باہم گفتگو تھی صاف صاف
بات کی لغزش تھی واللہ جو تھی صاف صاف

دیگر

مطلع ثانی

اندنون وہ جو نہین گرمی صحبت ہم سے
دل لگا یا بخدا تو نے صنم اور طرف

دھانی جوڑا پہنے لگا تو جو گلے آ مرے
لکھا کے سب گئے اغیار بھی سم اور طرف

بے قراری نہ کوئی پوچھو عزیزو میری
شب سے اُنکا ہوا ہی سینہ مین ورم اور طرف

رات کو گھر مین مرے آپکے آنے سے لوگ
جا کے کرتے ہین بیان وصل کا غم اور طرف

رو کی کہتے ہین کہ کس آنکھ سے دیکھین ملتے
یہ غضب عیش بیان جور و ستم اور طرف

قافیہ پھیر کے اب غزل چہارم کو ظفر
صفحۂ دل پہ لکھو لیکے قلم اور طرف

دل اگر لاکھ رکھی اب تگ و دو اور طرف
پر بھی جون شمع لگے جا ہے لو اور طرف

ناصحا منع کیے سے کوئی ہٹتا ہو نہین
دل ہو گو ایک طرف گرچہ ہین سو اور طرف

شعلہ رد کو مری بلسوزی پہ آیا نہ خیال
دل گداز اپنا ہوا انکی لگی لو اور طرف

رشک سے ناخن پا کی تری اے غیرت مہر
شب کو مغرب سے گیا ہے مہ نو اور طرف

بن کیے آہ یہ آب دم تیغ اے قاتل
کوئی بجھتی ہے مری پیاس بجھو اور طرف

اسطرف کا جو تمھارے نہین ہے دل مین خیال
دل ٹپا رہتا ہے بس آپکا تو اور طرف

کیونکر اس کا پسر سے کر دن بوسے کا سوال
مجکو کہتا ہے دہن سے کہ برو اور طرف

ناز و انداز و ادا عشوہ اشارت چشمک
غمزہ الطاف و کرم ہین سبھی نو اور طرف

ایسے لشکر سے بچے کیونکہ بھلا کشور دل
جاتی کب چشم کی دریائی ہے رو اور طرف

دست وحشت کو ارادہ ہے کہ آباد کرے دن	کھولدے کاش مرے پا سے تو زنجیر حریف
نامۂ یار کو قاصد سے اڑا لینگے غیر	دیکھو لے بھاگے ہین کیا نسخۂ اکسیر حریف
دوستی ہین تری دشمن جو ہوئی یہ خلق مری	ہدف تیر بنا ہین مری تصویر حریف
ہین زنار محبت نہ کہو زلف سے ہم	ہمکو پروا نہین گر کرتے ہین تکفیر حریف

شمع سان رکھتے ہین ہر چند زبان اپنی دراز
اے ظفر دیکھین تو کیا کرتے ہین تقریر حریف

ہے جو پیشانی عشاق بد احوال پہ حرف	فال مین بھی وہی نکلے ہے سر فال پہ حرف
خط کے لکھنے کی تو فرصت نہین پر لکھین	لکھدون دو چار کبوتر کے پر و بال پہ حرف
انکو کار سر جور و ملال سے پوچھا انسے	بنگیا سرمہ سے اک صاد کا رومال پہ حرف
گر نہو ویگا غلط نسخہ سودا میرا	آئیگا اس سبب تو خط کے خط و خال پہ حرف
کیا خبر ہے کہ بنا گنبد گردون کب سے	نہین تاریخ کے اک سنگ کہن سال پہ حرف
ہائے کیا بے ادبی ہے کہ ترے نام سے ہے	کندہ عاشق کے نگین دل پامال پہ حرف

ابر رحمت کو بھی سایہ نے کیا جنکی سیاہ
اے ظفر ہین وہ مرے نامۂ اعمال پہ حرف

ذبح کرتا کہ تو اک دم ہی کی قاتل تکلیف	کر رہے ہین اٹھائیگا یہ بسمل تکلیف
ہائے وہ چاند سی صورت مجھے یاد آتی ہے	ترے دیکھے سے مجھے ہے یہ کامل تکلیف

پیام کس کا یہ لایا کہ اتنا گرم آیا
روان جو ہے مری قاصد کے پیرہن سے عرق

چمن میں اس پہ پڑے جا کے دیکھ کر اکبار
تمھارے رخ پہ نمایان ہے جو گل سمن سے عرق

سمجھ کے غنچہ اسے دہن اپنا چھوڑ دیا
صبا نے پونچھ کے پیشانی چمن سے عرق

مریض عشق کو تیار ابھی ہے شربت سیب
اگر نمود ہو تیرے لب و ذقن سے عرق

عرق عرق ہے خجالت سے دیکھ کر گل
ٹپک رہا ہے جو یون شمع انجمن سے عرق

ظفر سناؤن جو یارون کو مین غزل گرمی
تو آئے جائے انھین گرمی سخن سے عرق

یون تو مدت سے ہے الطاف و عنایات مین فرق
لیکن ایسا نہ ہوا جیسا ملاقات مین فرق

پہونچے کیا حسن کو اس مہر لقا کے لیلی
فرق دونون مین یون ہے جیسے ہو ذرات مین فرق

دونون مین ہے جو تماشا جو تماشا دیکھو
کچھ نہین خانقہ و کنج خرابات مین فرق

دل و جان اسمین اگر جاے بلا سے جائے
ہم جانا ہے کچھ آئے مدارات مین فرق

ربط دو دل مین ہے پیوستہ جہان شیر و شکر
ہو عجب بات اگر آئی وہان اک بات مین فرق

تیری شوخی کی ہین انداز سمجھتے مشکل
چشم و ابرو کی وہی پر ہے اشارات مین فرق

اے ظفر چاہیے درویش کو ضبط اوقات
ذکر اور شغل کہان جبکہ ہوا اوقات مین فرق

نہ رنگ پان و مسی کرے وہ جا شام شفق
جہان ہے جا بیٹھا اٹھو افتخار شام و شفق

نشے مین چشم سیہ دیکھ کر ترا ابرو
ہوا نہ جانب قبلہ گزار شام شفق

کہ جا داغ تصویر کا بھی رنگ ترٹرق	کیونکہ وہ صورت ہے ہر بار رنگ ہو تبدیل
تو جا زہرہ رستم بھی وقت جنگ ترٹرق	کرے مقابلہ گر تیغ چشم سے اسکی

ظفر وہ نالۂ آتش فشان ہے یہ اپنا
کہ جائے سنکے جسے سینۂ تفنگ ترٹرق

یہ بھی کوئی ہے بھلا ای بت نادان طریق	روز گھر غیر کے رہنا تجھے مہمان طریق
زاہد اہن وہاں صد چاک کا پہچان طریق	شانہ سان سلسلۂ زلف مین جب ہو ہمسے
کیا کرون دیکھے مین عقلہ نمیان طریق	وصل کب اس سے مرا ہوگا یہ تکرار ملال
اپنا اپنا ہی اب ای گبر و مسلمان طریق	شیخ ہے سبحہ بکف میری گلے مین زنار
طمع زر کے لیے مذہب و ایمان طریق	اہل دنیا ہین وہی جو کہ بدلتے ہین ہمیشہ

اے ظفر اس سے محبت کی توقع مت رکھ
آدمیت کا جو رکھتا نہین انسان طریق

میری آہ آتشین رکھتی ہے اب تاثیر برق
بلکہ دی اس نے گھٹا سب عزت و توقیر برق
دیکھکر تیری شرارت حسن کی خورشید رو
زرد خجلت سے ہے رنگ چہرہ تغییر برق

دم بدم ابر بہاری کھینچے ہو شمشیر برق	ساقیا دے ہاتھ مین مستونکو ساغر سے سبر

دیکھو جو چشم شوخ پر چین سرابرو کے بل
خوشنما ہیں شاخ میں کیا سرِ آہو کے بل

سنبلِ پیچان اُگے کیونکر نہ اُسکی خاک سے
مرگیا جو دیکھکر اُس زلفِ عنبر بو کے بل

روِش موجِ تبسم ہے جو موجِ بوئے گل
ہنستے ہنستے پیٹ میں پڑتے ہیں اُس گلرو کے بل

اشک یوں مژگان پر آتے ہیں ڈھلک کر چشم سے
پہلے پہلے جسطرح لڑکے چلیں زانو کے بل

دیکھا بل کھاتے جو دودِ شمع کو محفل میں رات
یاد آئے شعلہ رو مجکو ترے گیسو کے بل

واہ وا ای جذبۂ شوقِ محبت واہ وا
رابعہ کے لیے کعبہ آگئی پہلو کے بل

بل بے گرمی تعب بجلی بھی تھرانے لگی
دیکھو جاتجہ پر اگر اس شوخ آتش خو کے بل

جاتے ہیں کیا کیا گھسیٹے رہروِ راہِ وفا
سر کے بل یا منہ کے بل سینہ کے بل زانو کے بل

سیدھے کیا ہوتے ہیں جنکی طبیعت میں کجی
کسطرح کوئی نکالے موجِ آبِ جو کے بل

اے ظفر شانے سے بل نکلے نہ زلفِ یار کے
بلکہ اور افزون ہوئے اُس کافرِ جادو کے بل

خط یہ گرا قاصد اُس کا کمر سے نکل
تجکو جو اُسنے کہا دور ہو گھر سے نکل

تیر گیا اُسکا یوں زخمِ جگر سے نکل
جیسے نظر جائے صاف روزنِ در سے نکل

کون کہے ہے کہ آہ تو نہ جگر سے نکل
لیک نہ تنہا نکل بلکہ اثر سے نکل

ضبط کیا گریہ پر رگ لب کا کیا کروں
گر ہی پڑا اشکِ تر دیدۂ تر سے نکل

عکس رخِ مہ جبین شب جو فلک پر گیا
بھاگ گیا آفتاب صبح کو گھر سے نکل

بل بے نفرت کہ رہا جن جبین پہ وہ ہر وقت
نکلیا ہم سے جبین ستم ایجاد کا بل

سخت دل طول امل سے ہین خم و پیچ مین دشمن
نار کھا جائے ہے جسطرح سے فولاد کا بل

گدگدی کیون نکرون مین کہ خوش آتا ہی مجھے
ہائے کھانا نگہ شوخ پریزاد کا بل

کیونکہ سیدھا ہو کہ ہی تیر رخ مین تیری
ای ستم کیش عجب آفت و بیداد کا بل

رشک ہو سنبل ریحان کو ہوا جس دم
دور دل کھائے تری عاشق ناشاد کا بل

پھڑک ای مرغ گرفتار اوڑا دے ٹکڑے
رشتہ دام بہت رکھتا ہی صیاد کا بل

اے ظفر اپنی ریاضت کا نہ جبتک بل ہو
نہ تو بل پیر کا کام آوے نہ اُستاد کا بل

دل نہ پہلو سے مرا اُٹھ کے دل آزار سے مل
ای وفا کیش نہ اُس یار جفا کار سے مل

رنج دندان پہ لایا ہی رشح مسی کی کب
طرز تبسم یہ گیا ہے در شہسوار سے مل

چشم مخمور تری دیکھکے دل کیون نہو خوش
آج یہ غنچہ گیا نرگس بیمار سے مل

دو وہان دیدہ خونبار کی دولت اپنی
پاٹ دامن کا گیا تختہ گلزار سے مل

دامن چرخ جلا دی نہ کہین دیکھ ارے
شعلہ آہ مرا برق شرربار سے مل

رو کشی کرنکو آیا تھا ولے نیسان بھی
ابر دریائی مری چشم گہربار سے مل

تیغ ابرو سے کریگا تجھے اکدم مین شکار
ای دل زار نہ تو اس بت خونخوار سے مل

چمن سینہ مین میرے نہو کسطرح بہار
داغ دل اپنا گیا لالہ کہسار سے مل

تختۂ لالہ ہو دامان چمن مین پھولا
یا حنا کے ہین یہ تیرے تن شبدیز پہ گل

لب پانِ خوردہ ہو تیری نہ کیون رخ پہ بہار
ارغوان کا ہے کھلا سبزۂ نوخیز پہ گل

چشم سرمست بتِ مے نوش ہے یہ خال نہین
نیلوفر کا ہے دھرا ساغرِ لبریز پہ گل

جان شیرین نے دی ظفر کوہ مین فرہاد نے حیف
کھائی شیرین نے سدا الفت پرویز پہ گل

کیا انسکا ترمین اپنے بچشمِ پُر آب گول
دیکھے صدف مین ایسے نہ در خوشاب گول

دلمین مدام چشم بتان کا ہے یہ خیال
ساقی دکھا نہ ہمکو سبوی شراب گول

کرتا ہے اپنے پیچ مین ہر اہل بزم کو
عمامہ بجکے شیخ فضیلت مآب گول

گرمی سے زلف یون ہے تمہاری عرق فشان
برسا جون تگرگ زمین پر سحاب گول

دزدی سے اسنے گرمی کو اٹھایا ہے
دستِ فلک مین صبح نہین آفتاب گول

اقرار وصل مین نجلا دیکھیو دلا
باتین کرے ہے کیا ہی وہ خانہ خراب گول

دیکھ ان کچون کو عاشق محرم کہے ہے یہ
دریای حسن مین ہے ظفر کیا حباب گول

آج گلشن مین ہین کس عاشق دلگیر کے پھول
غم وہ ہین جو گریبان کو صبا چیر کے پھول

حاجت گل نہین مرقد پہ کچھ اُسکے گلرو
تن پہ ہین زخم ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

گل نگین سے نہین کم ترا ہر ایک سخن
منہ سے جھڑتے ہین ترے کشتۂ شمشیر کے پھول

دیگر

ہوا نہ سرخ یہ چہرے کا رنگ زرد مرے
تمھارے عشق میں اپنا ہوا ایک سا موسم

چمن میں کیونکہ نہ زنجیر پا ہو موج نسیم
اجاڑ کا ابھی یارو نہیں گیا موسم

بدل کے قافیہ لکھ دوسری غزل بھی ظفر
بہار باغ سخن کا تو ہے سدا موسم

نظر میں ہے وہ شباب نگار کا موسم
خوش آئے کیونکہ ہمیں لالہ زار کا موسم

دلاؤ یاد نہ اس پنجۂ حنائی کی
مبادا آگ لگا دے چنار کا موسم

اسیر کنج قفس ہو نہیں لے نوا سنجو
بلا سے میری گر آیا بہار کا موسم

نہ وہ گلوں کا ہے تختہ نہیں ہے جسکو خزان
سدا رہے ہے دل داغدار کا موسم

نہیں یہ لخت جگر سے ہے شاخ مژگان تر
شگوفہ پھولا ہے ہے برگ و بار کا موسم

نمود خط کی نہ کیونکر ہو تیرے چہرے پر
بہار تو گئی آیا ہے خار کا موسم

ظفر دکھائے ہے برسات کی ہوا ہمکو
ترے یہ گریۂ بے اختیار کا موسم

رکھتے ہیں ٹانکوں کی یہ وا اک بھلا بلبل کے زخم
سی تو یہ صبا در رشتہ سے رگ ہر گل کے زخم

رشک کھاتا ہے لب سوفار جس کو دیکھ کر
رہ گیا ہے تیر کا تیرے وہ دل پر کھل کے زخم

نوشدارو سے نہیں کم حق میں ساقی مرے
لایا پھر انگور تیرے ملتے ہی بسمل کے زخم

رکھدے گر مو باف اپنا اسپہ تو پھاہے کی جا
تو ابھی بھر آئیں تیرے کشتۂ کاکل کے زخم

کب تلک بیداد سہے یارب رکھیں خصیم وفا | تنگ ترے ہیں اب جی تو دل کی غمخواری میں ہم
دیکھ کر آئینہ کیا کہتا ہے یار واہ وہ نخوخ | ماہ سے صد چند بہتر ہیں ادا داری میں ہم

ای ظفر لکھ تو غزل بحر دو قوافی پھیر کر
خامۂ دُرریز سے ہیں اب گہرباری میں ہم

دیوانگی میں ہنسے لیا کب وطن میں دم | مجنون کا ہے آگے نہ ٹھہرا ہے بن میں دم
دم میں نہیں فراق بت سیمتن میں دم | جز نالہ کب ہے ذرا کسیطرح سے بدن میں دم
مانند بوے گل نہ پریشان خراج کر | لینے دے باد صبح ہمین تک چمن میں دم
میں اس پریکا کشتۂ کاکل ہوں دوستو | دالبیل ٹرھکے کچھ مجھ پر کفن میں دم
محفل میں اسکی قلقل مینا کی طرح آہ | ہکا گلے میں آنکے ہر سخن میں دم
خط کیا لکھوں پیام کہوں کیا کہ ابھی | جوں بوے گل سمائے ہو کب پیرہن میں دم

ہنگامۂ جزا کا نہیں غم مجھے ظفر
بھرتا ہوں دل سے دوستے پنجتن میں دم

جو منہ سے لے گرے کوئی جگر کے داغ کا نام | وہ پھونک مار کے تو ہو جائے گم چراغ کا نام
بہار اس تن گل خندہ کی اگر دیکھو | تو پھیر زبان پہ کبھی لو نہ سیر باغ کا نام
نہ ہوتا گر یہ ترا خط سبز خال سیاہ | نشان نہ طوطی کا ہوتا کہیں نہ زاغ کا نام
ہمارے سینۂ سوزان میں ہے وہ آگ بھری | کہ اسکے سامنے روشن نہوا چراغ کا نام

[illegible]

نہ تو ہین نکہتِ گل اور نہ ہیں ہم دودِ چراغ	پر یہ ہے حال کہ باحال پریشان ہین ہم
داغ سینے کا چھپے کیونکہ برنگِ خورشید	رکھتے مانندِ سحر چاکِ گریبان ہین ہم

اے ظفر اُسنے تو انسان کو بنایا ہے ضعیف
ضعف سے نالے کرین کیونکہ انسان ہین ہم

دل اگر مانگوگے تمکو دو صنم دینگے ہم	پر نہ دنیا اور کو یہ بھی قسم دینگے ہم
کار روغن کا کرینگے اشکِ دل کی آگ پر	اور بھڑکے گی جو چھینٹا چشمِ نم دینگے ہم
جانتے ہو آپکا دمساز جانباز و نکو بھی	ہم ہی سمجھے جاؤ گے گر اپنا دم دینگے ہم
زاہدِ بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب	جام مے کیا گرچہ اسکو جامِ جم دینگے ہم
منھ نہ موڑینگے تری تیغِ ستم سے دیکھنا	سر تلک بھی عشق مین اے پر ستم دینگے ہم
گر کہو گے نشان کیا تم دو رخصت مجھے	ہنسکے کہتے ہین کہ کچھ درد و الم دینگے ہم
یہ بھی تھا تقدیر مین لکھا کہ اے نوخط تجھے	یون دل و جان و دین و ایمان یکقلم دینگے ہم
سب نکلجائینگی اے قاتل ہماری حسرتین	جب تڑپ کر دم ترے زیرِ قدم دینگے ہم

کندہ ہو دل کے نگینہ پر ہمارے نامِ دوست
اے ظفر کیونکر کسی کو یہ رقم دینگے ہم

یون ہین آنکھوں سے رواں آنسو اگر رکھینگے ہم	تو ہم اک برسات کا سا سال بھر رکھینگے ہم
ہمدمو جس دم محبت مین قدم رکھینگے ہم	دیکھ لینا اسکو بھی اپنا سا کر رکھینگے ہم

[illegible] اے ظفر رکھینگے ہم

دیگر

خون جگر کا ... [illegible]
[illegible] نشترِ فصاد سے

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

غزل اک اور پڑھیں کیونکر نہ محفل میں
ظفر کہتے ہیں ہم بھی وضع استادانہ رکھتے ہیں

ہمارے نالے کیا سدا ہمسایۂ نالاں ہیں
کہیں طوفاں نہ برپا ہو کہ یہ آنکھیں بھی گریاں ہیں

مقابل تو ہمارے شاخ گل کے باغ میں مت ہو
تن پر داغ سے ہم غیرت صد چراغاں ہیں

سمجھوں گا میں رہرو کو مجھے صحرا نوردی ہے
کہ اپنی آبلہ پائی ہے اور خار مغیلاں ہیں

نہیں ہو دوستی کا اب مزہ آپس میں ای یارو
جو انکے قدرداں وہ ہیں تو ہم بھی آئینہ قرباں ہیں

ہنسا ہو کون ایسا کھلکھلا کر ای صبا یہ کہہ
چمن میں صبحدم غنچہ جو سب سر در گریباں ہیں

نہ قرباں کیونکہ ہم ہوویں کیے اپنا دل اکثر قرباں ہو کر
اگر وہ سینے میں اب بھی لگاتی تیر مژگاں ہیں

پروئے تو نے کیا تار سخن میں گوہر معنی یہ
ظفر تحسین کناں محفل میں اب سارے سخنداں ہیں

بھلا انکو کہیں کیونکر کہ ہم یکجاں وہ تاب ہیں
نہ گہ دم تفرقہ یارو ہم یکجاں وہ غالب ہیں

تو اے عشق میں وہ اور ہم یکجاں وہ قالب ہیں
وہ دل جیتے ہیں جو ان عالم ہم یکجاں تو وہ طالب ہیں

نظر گرچہ دوئی ہو خودی چشم عالم میں
ورنہ ہم اور وہ اپنا جسم یکجاں ہم وہ قالب ہیں

بٹھائے ساتھ سایہ ہر رہتا ہوں سدا ہمدم
جدائی کس طرح ہو کہ ہم یکجاں وہ قالب ہیں

کھلے چشم حقیقت میں تو اے ہمدم یہ نظر آوے
کہ کس صورت حباب موج ہم یکجاں وہ غالب ہیں

ظفر ہو ایک ان آنکھوں میں بھی نور بینائی
بعینہ یہ ترے سحر کی قسم یکجاں وہ قالب ہیں

کچھ نہ تو ظلم عاشق ناشاد کی گردن
بے جرم کا خون ہوتا ہو جلاد کی گردن

مت فصد کرو میرا لہو ورنہ سے گا
خون ہوویگا ناحق مرا فصاد کی گردن

گردن کے جو نقشہ کا گیا سچ مین تیری
زانو سے نہ پھر اٹھ سکی بہزاد کی گردن

اے تیغ نگہ حشر کو ہوئیگا مین گلوگیر
گر تو نے دھرے تن سے آزاد کی گردن

شیرین نے تو جان لعنت پر دبیز یچہ کی
اور اسکے گئی عشق مین فرہاد کی گردن

باندھے نہ ہوا بانع مین ہر سرو بھی اپنی
دیکھے اگر اُس غیرت شمشاد کی گردن

افسوس ظفر دیکھنے کو حال کے تیرے
اٹھی نہ کبھی اُس ستم ایجاد کی گردن

انھین دیوانہ ہم سمجھین ہین جو مستی پہ ہنستے ہین
بھلا کیون رستگاران جہان مستی پہ ہنستے ہین

صفا رکھتے ہین جو آئینہ دل کو بیسان اپنے
وہ اے زاہد تری اس آرسی جستی پہ ہنستے ہین

نہین لیتے ہین اک بوسہ پہ دل اور سکراتے ہین
تماشا ہو کہ وہ اس جنس دل سستی پہ ہنستے ہین

شراب عشق کی کب اہل دنیا سمجھین کیفیت
عجب اندھیر ہو سب عالم مستی پہ ہنستے ہین

خاک تمسے مل سکین ای ہمصفیران چمن
ہم گرفتار قفس تم زیب ایوان چمن

سینۂ پر داغ مین نالان ہے کیونکر نہ دل
نغمہ سنجی سے نہین خالی ہین مرغان چمن

دیکھکر دست حنائی اسکا مرجاون نہ کیون
روبرو جسکے خجل ہے دست مرجان چمن

شبنم و نرگس نہین کیجا غم بلبل مین آہ
آج ہے سرگرم زاری چشم گریان چمن

عرس ہے کسکے شہید ذوق کا تباہی باغبان
لاکہ و گل سے جو ہے سر و چراغان چمن

زلف و خط کا اسکی کس صورت دیا آئینہ اسیر
منفعل جس سے ہے سنبل اور ریحان چمن

ای ظفر مین ہون غلام طوطی ہندوستان
کب مقابل ہو وین میرے عندلیبان چمن

شب کیونکہ دیے ہار کے گل زیر گریبان
چھاتی پہ تری نقش ہین گل زیر گریبان

شیشے جام نہ ساقی کر مین ہون جسے تشنہ
ہونٹون سے ڈھلی آ گئی ہے مل زیر گریبان

یہ نکتہ یا قوت ہے چشمون سے ہماری
لخت جگر آیا نہین ڈھل زیر گریبان

لینے کو ترے بوسۂ ناوک کے لب زخم
سینے مین ترے ہین گل زیر گریبان

کھلتا ہے ابھی پردہ کو نین ظفر دیکھ
منہ کھلتے ہی جون غنچہ گل زیر گریبان

کبھی تو آؤ ہمارے گھر مین سنو ہماری بھی چار باتین

عجب ہے شکوہ رقیب کا بیان ہزار منہ ہین ہزار باتین

کام ای تجھسے تبو دل کا نکانا بخدا
سنگ سے شیشۂ دل دیکھ ٹھہراتے ہم ہین

شمع رو کاٹتے ہین کو تری تسلی پتنگ
رشتۂ فکر سے اب طے ہین جاتے ہم ہین

شکل خورشید اگر لاکھ اٹھا تو آنکھیں
تجھسے بے مہر کو کی انکھہ چراتے ہم ہین

خاک پا کو تری ہم خاک شفا جانکے بس
دیکھ جون سرمہ اب انکھو نسے لگاتے ہم ہین

ترک شاہی کو کر اب طرز گدائی لے کر
کوڑی کوڑی کا سب اسباب لٹاتے ہم ہین

جبین کچھ بھی محبت نہین اسکی خاطر
مفت مین جان جگر اپنا گنواتے ہم ہین

پھر کر تنہہ یہ غضب دیدہ و دانستہ مجھے
کہے دینگے اسی باعث نہین آتے ہم ہین

جیتے ہم کیا خاک رکھین اس سے ظفر ملنے کی
جب کبھی قصۂ غم انکو سناتے ہم ہین

یہ تیرے دندان نہین تنگسی مین جگمگے ہین
پارچہ الماس کے گھر مین جو ریشم کے ہین

صبح آویگا چمن مین کیا صبا وہ رشک گل
اوڑھنی ہر گل کی ڈوبی جو صبا شبنم کے ہین

تن یہ گل جو وہ نہین اپنا ہی ای رشک چمن
اس تن ہر زخم پر پھاہے لگے مرہم کے ہین

ای خریدار وہین کیا ہی جنس حسن لیکن گران
سب جلاۓ آب بیان مانند منیر کے ہین

مردمان اشک لخت دل کی کچھ جانی نظر
لعل و گوہر سے قیمت بھلا مین یہ کیا کم کے ہین

فرش قالین پر کہان تھے گل انھونکے ہمنشین
سب یہ گل بوٹے بناۓ میری چشم نم کے ہین

تیغ سے قاتل تری اکنے زخم دل پر لگ سکے
او سیان مار تیرے ہم ابروۓ پرخم کے ہین

دیگر

بچھے کب آنکھ سے ہو وہ ستمگر مژگان
دیسوم دل پہ لگاتی ہی یہ خنجر مژگان

جنگل باز سے کب ہو تری کمتر مژگان
طائر دل کو دبوچک لیتی ہی یہ کافر مژگان

خار سے کھٹکے ہین جو سینہ مین اکثر مژگان
دور ہون آہ وہ دل سے مگر آکے تو مژگان

قطرۂ اشک نہین جھلکا جو ہر مژگان
رنگ بستان سے کیون انکو ہی خنجر مژگان

جلد اول دیوان ظفر

سرکشی کرتی ہی کیا پروانۂ جانسوز سے — شمع سوزان کا فلک پر ہی داغ آتشین
دل نے بھی عاشق ہو میرے سینہ پر داغ مین — جون خلیل اللہ دیکھی سیر باغ آتشین
کیون نہ گلشن مین کرین مینوشی نافرمایان — ہاتھ مین لالا کے ہی ساقی ایاغ آتشین
لالۂ خودرو کہان ہی دامن کہسار مین — کوہکن کے آتش غم نے دے داغ آتشین

کون پا سکتا تھا میرے اس دل گم گشتہ کو
آہ سے پایا ظفر لیکن سراغ آتشین

مہر خورشید نے وہ جب سے فلک کین آنکھین — سامنے انکے نہین آج تلک کین آنکھین
یاد مین اس ترے حسن نمکین کی ہم نے — کثرت رشک سے ہین ان نمک کین آنکھین
حلقۂ ناف ترا دیکھ کے پریون نے تمام — اپنی اے غیرت صد حور و ملک کین آنکھین
تجکو ہی ماہ جبین انجم افلاک کے بند — دیکھتے ہی ترے دندان کی چمک کین آنکھین

ہم سے کا یہ آنکھ چرانا نہین بیجا ہے ظفر
جیسے رکھتے ہین وہ بے شبہ و شک کین آنکھین

ہین لخت جگر پنجۂ مژگان کے لبس مین — یا مرغ لطافت کو یہ چھوڑے ہین قفس مین
صیاد مرا رکھدے قفس جاکے چمن مین — بیتاب ہون نظارۂ گلشن کی ہوس مین
ایسا بھی تو مین ہو کے تقصیر نہین ہون — کیون گردن تیرہ ہو مجھے بیٹھ کے دس مین
پروانہ صفت کیونکہ جلو شمع کے اب گرد — کس طرح جل جانے کی طاقت ہی کس مین

لے خبر لشہ جا کہ ابتو انکی اے صنم
آج کرتے ہین تمہے دو چار جو بیمار ہین

لخت دل اور اشک کب تھمتے ہین آنکھون سے مرے
لعل کی ٹکڑی ہین یہ دیدۂ خونبار ہین

ہمنے کیا تقصیر کی ہو کیا گنہ ہمسے ہوا
گالیان کیون دیتے ابھین ہر بار ہین

ہمتو انکو چاہتے ہین جان و دل سے ہمنشین
ہمکو وہ چاہین نچاہین اسکو وہ مختار ہین

دیکھیے آوین نہ آوین ہمکو کیا معلوم ہے
لیک آنے کا ظفر وہ کر گئے اقرار ہین

ہجر کے ہاتھ سے اب جانک پڑی ہے سینے مین
خون دل پینے سے جو کچھ ہے حلاوت ہمکو
دل کو کس شکل ہو اپنے نہ صفا رکھون
اشک و لخت جگر آنکھون نہین ہین میرے

درد اکلا ور اٹھا آہ نیا سینے مین
یہ مزا اور کسیکو نہین مے پینے مین
جلوہ گر یار کی صورت ہے اس آئینے مین
ہین بھرے لعل و گہر عشق کے گنجینے مین

شکل آئینہ ظفر ہے تو نرکھ دل مین خیال
کچھ مزا بھی ہے بھلا جان مری لینے مین

موج دریا سے نہو کس طرح ہمسر آستین
سرو ہمسر ہو سکے تیرے قد دلجو سے کیا
موج طوفان خیز اسکو دیکھکر کہتی ہے خلق
کیا بنے یہ دیدۂ تر اپنے اے چشم حباب

روز و شب رہتی ہے میری چشم تر پر آستین
کیا اکڑ جاتا ہے تو اے رشک صنوبر آستین
اسنے بینی ہے قبا کی اپنے چنکر آستین
موج دریا بن گئی اب ہے سمگر آستین

کوئی تار نہیں زلف مشکین کا جو ہاتھ آوے ترا
اے صبا مشتاق کب ہم مشک تاتاری کے ہین

سنکے پیام ہم چمن بھر دو تم زخم دلپر یا نمک
پر مزہ کچھ ہو کہ ہم خواہان خریداری کے ہین

کو بکو خانہ بخانہ پھرتے ہو خورشید وار
مہر وش تم دن تمھارے گرم بازاری کے ہین

اے ظفر تیری وفانے اسکو سکھلائی وفا
اس جفا جو مین جو شیوہ یہ جفا کاری کے ہین

سرایت گر نہ کرتا کوہکن کا خون پتھر مین
تو پھر اس سنگ کی سرخی نہوتی لعل احمر مین

تم اپنی زلف کے مارے کا گر ڈھونڈھو نشان سے
کر انکی قبر ہوگی سنگ ہوگے مجمر مین

نہ ٹھہرے کشتۂ دل اپنی دریائے محبت مین
اگرچہ دو جہان کو باندھئے اسکی لنگر مین

ترا کشتہ نہ کیونکر زندۂ جاوید ہو جاوے
ترے ہے آب حیوان کا سا تیرے آب خنجر مین

مرے مضمون سوز دل سے دھوے جلکے خاکستر
اگر نامہ کو اپنے باندھ دون بال کبوتر مین

طبیعت صاف ہی جنکی نہین آلودہ دنیا سے
کہ تیرتے ہو نہ دیکھا تا ہمنے آب گوہر مین

ظفر سلطان عشق آیا ہے چڑھ کر کشور دل پر
قلم بردار ہے نالہ غم و حسرت کے لشکر مین

تری مخمور آنکھوں نے یہ دنیا سے غضب کے ہین
لیے ہاتھوں مین ترک مست یہ بھالے غضب کے ہین

ترے گیسوے مشکین دو نو ناگ کالے غضب کے ہین
ہم انکو چھیڑتے ہین چھیڑ نیوالے غضب کے ہین

بہا دینگے ابھی تو ہو دریا کوی جانان مین
روان مژگان تر سے میری پرنالے غضب کے ہین

پاس آداب سے کیونکر نہ ہو شمع کھڑی — کہ تری بزم میں ہم خستہ جان بیٹھے ہیں
استقامت کی نہیں جا ہے یہ منزل کہ یہاں — سارے برداشتہ دل بیٹھے جون بیٹھے ہیں
اٹھے حسرت وہ نہ بزم سے کیا جون تصویر — کہ جہاں انکو بٹھایا ہے وہاں بیٹھے ہیں

اے ظفر بارش گریہ ترا کیا طوفان ہے
آج اس کوچے میں کتنے ہی مکان بیٹھے ہیں

تدبیر کو سو طرح کی تدبیر سے بدلون — تقدیر کو کس طرح سے تقدیر سے بدلون
ہاتھ آئے جو تصویر تری عالم تصویر — مین حضرت یوسف کی تصویر سے بدلون
زہر آب محبت مین حلاوت ہے کچھ ایسی — مین اسکو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلون
بیماری ہجران سے آیا ہے نہیں طاقت — بستر پہ جو کروٹ کسی تدبیر سے بدلون
آنکھوں مین چڑھی کحل جواہر ہے مری خاک — مین خاک در یار نہ اکسیر سے بدلون
انجم سے مرے داغ سوا ہین جو کہو تو — اسبات پہ شرط اس فلک پیر سے بدلون
تنگ آیا ہون مین گھر سے تری تخمین کرے بجا — اس گھر کو اگر خانۂ زنجیر سے بدلون
گر آب بقا بھی مرے ہاتھ آئے تو اے خضر — مین اسکو نہ آب دم شمشیر سے بدلون

واللہ ہے نہیں دل کو ظفر آہ جو بس ہو
اس غنچہ کو مین غنچۂ تصویر سے بدلون

رات دن شیر الفت ہے ہی خیال اور نہیں — کہ سوا اسکے محبت کا کمال اور نہیں

کہین مین جوش وحشت ہون کہین مین محو حیرت ہون
کہین مین آب رحمت ہون کہین مین داغ عصیان ہون
کہین مین برق خرمن ہون کہین مین ابر گلشن ہون
کہین مین اشک دامن ہون کہین مین چشم گریان ہون
کہین مین عقل آرا ہون کہین مجنون رسوا ہون
کہین مین پیر دانا ہون کہین مین طفل نادان ہون
کہین مین دست قاتل ہون کہین مین حلق بسمل ہون
کہین زہر ہلاہل ہون کہین مین آب حیوان ہون
کہین مین سر د موزون ہون کہین مین بید مجنون ہون
کہین گل ہون ظفر مین اور کہین خار بیابان ہون

ہوئے ای بیخبر دلکو خبر خاک نہین — کہ سفر سر پہ ہی سامان سفر خاک نہین
تیرے بیمار کی کیا خاک کرے کوئی دوا — ہوتا اکسیر کا بھی اُسکو اثر خاک نہین
برسون گذرے کہ ہوئی خاک ہماری برباد — اب تو اُس کوچے مین لی ہی باد سحر خاک نہین
جل کے ہم خاک ہوئے عشق مین اُسکی لیکن — اُسکو اب تک اثر سوز جگر خاک نہین
ذرہ ذرہ مین ہی یہان خاک کے پیدا خورشید — لیکن آیا تجھے غفلت سے نظر خاک نہین
دی ہی تقدیر سے اُنکو ہنر مندون سے — جنکو جز بے ہنری آتا ہنر خاک نہین

ابر تر کو پل مین رولا مین طوفان پر اک طوفان لائین
وقت دور گریہ اپنے دیدۂ پرنم ایسے ہین

گل ہے کہین اور خار کہین ہے نور کہین اور نار کہین ہے
ایک ہی عالم کیا ہے ہزارون ہم نے عالم ایسے ہین

غیر کے گھر مین تو ہے خندان ہم ہین اپنے گھر مین گریان
عید کدہ وہان ایسے ہین اور یہان ماتم ایسے ہین

جیسے گل رخسار پہ انکے طرفہ عرق کی بوندین ہین
دیکھے گل لالہ پہ کتنے قطرۂ شبنم ایسے ہین

وان ہے عیش و عشرت باہم یہان ہے آہ و نالہ ہر دم
انکے ہمدم ویسے ہین اور اپنے ہمدم ایسے ہین

بیعت کرتے ہین نکے ظفر سے دنیا کے عشاق تمام
واقعی ہوتے عشق مین کامل عاشق ہان کم ایسے ہین

تنک کب پیوستہ ہین مژگان تر کی شاخ پر
تو تیا کی پھول باندھی نیلوفر کی شاخ مین

کیا عجب ہو دو چشم شوخ پر ابروی کج
ہوتی ہے اکثر کجی آہو کی سر کی شاخ مین

یکھنا انگشت مین اس گل کی انگشت چشم
نیشکر کی شاخ پھوٹی نیشکر کی شاخ مین

جسکے ابروے کشیدہ پر نہین کاجل کا خط
نذر گل سوسن کمان فتنہ گر کی شاخ مین

دیگر

خاک کا اُنکا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے
اے وہ شکلین پیاری پیاری کس کس چاؤ سے پلیان تھین

جاتا ہے سو آتا نہین ہے آتا ہے سو جاتا ہے
جب یہ وہ سن لیتے تھے تو پڑتین کیا کھلبلیان تھین

تلخی اُٹھانی موت کے چکھنے خاک سب اُنکو چاٹ گئی
جنکی باتین میٹھی میٹھی مصری کی سی ڈلیان تھین

روز بہاران ٹوٹتی تھی وہ جا جا کر جن باغ کن مین
شوق بگاہ جب دیکھا وہان نا چھولین اور نا کلیان تھین

دیگر

دیکھے گر اپنی بھوین وہ مہ جمال آئینہ مین
کھیلین طاق و رعنت ملکر ہلال آئینہ مین

تیرہ بختون کا ستارہ پھر نہ نکلا ڈوبکر
رخ پہ جو دیکھا بناکر تونے خال آئینہ مین

گرد کھائین آئینہ تیرے مریض عشق کہ
صاف ہو معلوم سکتے کا سا حال آئینہ مین

ہے نمود سو جہ عارض پہ اُسکے خط سبز
جیسے عکس طوطی شیرین مقال آئینہ مین

اپنے بوسے آپ لیتا ہے وہ کس کس پیار سے
دیکھتا ہے صاف صاف اپنے جو گال آئینہ مین

گر کنول تالاب مین کھلتے تو نہ دیکھے ہون تو دیکھ
وقت مستی اپنی آنکھین لال لال آئینہ مین

دل مین اُس مو سے کمر کا اسطرح آیا خیال
ہو نظر آجاے جس صورت سے بال آئینہ مین

دیگر

دیگر

لب تمہارے ہون زلال و خضر جان بخشین تو ہم
طالب آب بقا تم سے نہون تو کس سے ہون

ذات اقدس کو تمہاری کہتے ہین مشکل کشا
عقدۂ سب مشکل کے وا تم سے نہون تو کس سے ہون

عرض ہے شاہ ولایت سے ظفر اتنی کہ ہم
ملتجی یا مرتضےٰ تم سے نہون تو کس سے ہون

کھو تو زلف کے آشفتہ میری جان کتنے ہین
بلا نوش انہین کتنے ہین بلا گردان کتنے ہین

دکھا کر سینہ اپنا چیر کر اُس ناوک افگن کو
کہ سوفار اُسمین کتنے دیکھ اور پیکان کتنے ہین

ہزارون رنج و غم ہین خانۂ دل مین نہین کھلتا
کہ صاحب خانہ انمین کتنے اور مہمان کتنے ہین

بجے چوری ہی شب گھر اُسکے جانے مین کسی پروا
کہ دربان کتنے ہین چوکیدار اور دربان کتنے ہین

کوئی جانبازیون کو عاشق جانباز سے پوچھو
کہ ہین یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہین

جو ہم ہو بیٹھکے چپکے باتین کچھ آپس مین کرتے ہین
تو کتنے جوڑتے ہین منھ لگاتے کان کتنے ہین

سفر دنیا سے ہے در پیش مجھکو پر خدا جانے
کہ بے سامان ہین کتنے اور باسامان کتنے ہین

لگے ہے صید افگن صید گہ مین کھینچکر خنجر
کہ کتنے رہ گئے جان مار اور بیجان کتنے ہین

تصور مین ہی نہین جون آئینہ محو جمال اُسکا
کہ ششدر اور بھی کتنے ہین اور حیران کتنے ہین

بظاہر سب ہین انسان لیک باطن کی خدا جانے
کہ ہین انسان انمین کتنے اور حیوان کتنے ہین

سمجھنا عشق کو آفت اور اس آفت مین جا پھنسنا
غرض دانا بھی ہم کتنے ہین اور نادان کتنے ہین

کسی نے کھینچکر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا
کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہین

ظفر میں اپنی حقیقت کہوں تو کس سے کہوں

تمہارے ہجر نے کیا جان پر اس دل کے ہاتھ سے
کہ گُھس بیٹھا ہو دشمن سخت کافر جیسے پہلو مین

بغیر اُس گل کے لیتا ہون جو کروٹ بستر گل پر
تو چبھتی ہے رگِ گُل میرے نشتر جیسے پہلو مین

لکھے گی لاغری کیا حال میرے صفحۂ تن پر
ہوئین جو پسلیان ہوجود سطر جیسے پہلو مین

یہی تاثیر سوزِ عشق ہے تو دیکھنا آخر
جلا دیگا یہ دل پہلو کو اخگر جیسے پہلو مین

تھا جب ماہ تابان رخ ترا تو کان کا موتی
ہوا تابندہ مہ کے ایک اختر جیسے پہلو مین

نہ پہونچا اُس پری تک ہاے مرغ نامہ بر تک بر
رہا دل لوٹتا ٹوٹن کبوتر جیسے پہلو مین

کہان ہمت ہان کچھ تو بول اے سنگدل مجھ سے
نہ بیٹھا اتنا بھی تو خاموش پتھر جیسے پہلو مین

ظفر راحت ہو گر اُنکو مری پہلو نشینی سے
رہون پہلو کا تکیہ مین نہ کیونکر جیسے پہلو مین

بھری ہے دل مین جو حسرت کہون تو کس سے کہون
جو اپنے ہو کون مصیبت کہون تو کس سے کہون

جو تو صاف تو کچھ مین بھی صاف تجھ سے کہون
ترے ہی دل مین کدورت کہون تو کس سے کہون

نہ کوہکن ہے نہ مجنون کہ تھے مرے ہمدرد
مین اپنا درد محبت کہون تو کس سے کہون

دل اسکو آپ دیا آپ ہی پشیمان ہون
کہ ہے یہ اپنی ندامت کے دن تو کس سے کہون

کہون میں جس سے اُسے ہووے سنتے ہی وحشت
پھر اپنا قصۂ وحشت کہون تو کس سے کہون

رہا ہے تو ہی تو غمخوار اے دل غمگین
ترے سوا غم فرقت کہون تو کس سے کہون

جو دوست ہو تو کہون تجھ سے دوستی کی بات
تجھے تو مجھ سے عداوت کہون تو کس سے کہون

جگر کو چھان کر نکھرے ہے قاتل کے ترکانوں میں
بھری خون سے زیادہ آب ان تیر ونکے پیکانوں میں

چراغ خانہ میں شب رکھی بٹ کر محبت نے
لٹے گا یہ نشان کب ہے جو دل کے داغ سوزانوں میں

اسیری میں تیرے دیوانے کی ہے جوش پر وحشت
کئی دن سے جو غل ہوتا ہے بسیار و زندانوں میں

کہاں ہیں وہ نگینے تھوڑے سے اسکے روئے روشن کے
مگر خط شعاعی ہیں یہ خورشید درخشانوں میں

ہنسی سے اس لب لعلین کے یوں دندان نظر آئے
در ناسفتہ گویا بھر دیے ہیں درج مرجانوں میں

جنون صد آفرین صد مرحبا شاباش ہے تجھکو
نہ چھوڑا نام کو اک تار بھی تو نے گریبانوں میں

نگاہ یار نے اک دم میں ٹکڑے کر دیے دل کے
ندیکھا ہمنے کاٹ ایسا کسی شمشیر برانوں میں

نکر برباد میری خاکساری خاک کا ہوں میں
الجھے رہنے دے اے باد صبا تو کوئے جانانوں میں

تمہارے دل جلے جلتے ہیں زیر خاک بھی دیکھو
دھواں ہے سوز دل سے گھٹ رہا گور غریبانوں میں

ظفر تیرے سخن کے روبرو کسکا سخن چمکے
سخن کی تاب و طاقت ہی نہیں ہے سخندانوں میں

خواب میں جو نظر آیا وہی بیداری میں
فرق مطلق نہ رہا غفلت و ہشیاری میں

جنس ناکارہ ہستی کی خریداری میں
سو وہم جانتے ہیں اپنا زیان کاری میں

کون منت کش شمشیر اجل ہو قاتل
طاق تیرا خم ابرو بھی ہے خونخواری میں

زلف مشکین کی تری بو وہ بلا ہے کافر
سنگ حسرت سے ہے خون نافۂ تاتاری میں

جو تری نرگس بیمار کا بیمار ہوا
تا دم مرگ رہا وہ اسی بیماری میں

کون کہتا ہے انا الحق کون کہتا ہے

جو عکس ابروے خمار ڈال پانی مین
اُتر پڑیگا فلک سے ہلال پانی مین

دو زرا اشک مین مژگان کو دیکھ حیران ہون
کہ خشک کیونکہ ہوے یہ نہال پانی مین

ہر اک حباب ہو مانند اختر پر نور
پڑے جو عکس رخ مہ جمال پانی مین

ہے ابھی تہ دریا صدف برنگ عقیق
جو پان کھاکے وہ پھینکے اوگال پانی مین

کیا ہے جنگ کا سامان کس نے دریا نے
کہ موج تیغ ہے گرداب ڈھال پانی مین

نہین ہے فرصت یکدم یہ سرکشی زیبا
کہو حباب کو سر ست نکال پانی مین

سرشک ترین نہین لخت دل ظفر تر نے
بہائے ہم نے کنول لال لال پانی مین

ہمدمون تم میری حالت مجھسے کچھ پوچھو نہین
دیکھ لو چہرہ کی رنگت مجھسے کچھ پوچھو نہین

تھی جو تم بن شب کو آفت مجھسے کچھ پوچھو نہین
شب تھی یا روز قیامت مجھسے کچھ پوچھو نہین

دل سے دل کو راہ ہے دل ہی سے اپنے پوچھیے
دل کو جو ہے تم سے الفت مجھسے کچھ پوچھو نہین

آنکھ اٹھاکر بھی جو دیکھون مین تو دکھلاتے ہین آنکھ
آنکی کچھ یہ چشم عنایت مجھسے کچھ پوچھو نہین

اک دم مین ضرب نالہ سے پتھر کو توڑ دون
پتھر تو کیا کہ سد سکندر کو توڑ دون

پہلو مین اپنے شہپر خنجر کو توڑ دون
گویا کہ مرغ روح کے شہپر کو توڑ دون

خون جگر سے لعل کا بھی مول دون بہا
گر آنسوؤن سے قیمت گوہر کو توڑ دون

جوڑا ترا بلا ہے کہے ہی کہ دل تو کیا
مارون جو مشت کلۂ اژدر کو توڑ دون

دیوانہ ہو کے تیرا کہے صاف آئینہ
زنجیر و طوق و حلقۂ جوہر کو توڑ دون

ہمسر ہو تیری ابروے پر خم سے گر کمان
شاخ کمان دوست کمانگر کو توڑ دون

جی چاہتا ہے اپنا لگاؤن گلے سے مین
بند قباے شوخ سمن بر کو توڑ دون

کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کہے ہی چرخ
یہان تک جھکاؤن شاخ ثمر ور کو توڑ دون

توڑا دل اس صنم نے نہ آیا اسے خیال
ہی گھر خدا کا کیونکہ مین اس گھر کو توڑ دون

ناچار ہون تری صف مژگان سے ورنہ یار
وہ صف شکن ہون مین صف لشکر کو توڑ دون

گو ناتوان ہون پر ظفر اک تیر آہ سے
نہ تابہ سپہر مدور کو توڑ دون

محبت کی کوئی اب آنکھ تجھ سے ہم چراتے ہین
علم ہون گرچہ سو شمشیر کین کب دم چراتے ہین

چرائے کوئی کالا چور دل کی ہم کو کیا نسبت
کہ تیرے خال رخ اور گیسوے پر خم چراتے ہین

نسیم صبح کے جھونکے ہین بادی چور وہ بلبل
کہ گلشن مین زر گل اور در شبنم چراتے ہین

نہین شمشیر سے جنکی جھجکتی آنکھ میدان مین
تفرد وہ دیکھ تیرا ابروے پر خم چراتے ہین

لگتی ہے اگر آتش پانی سے بجھاتے ہین — پر اشک کے دلمین اور آگ لگاتے ہین

ہین بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگین — ہر رات مرے نالے سوتون کو جگاتے ہین

جو بات کہ غصے سے کہتے ہین وہ اورون کو — ہم خوب سمجھتے ہین یہ ہمکو سناتے ہین

دل اُس بتِ کافر سے پھر نکلا نہین اپنا — ناصح یونہین بک بک کے سر اپنا پھراتے ہین

ہم ہین وہی جور و تون کو ہنساتے ہین — اب حال ہے یہ اپنا ہنستون کو رلاتے ہین

کب داغ ہین سینے مین سوزِ غمِ ہجران سے — یہ حضرتِ عشق آنکھین پردہ و دکھاتے ہین

احوال ظفر اُنسے کسطرح کہین اپنا — ہو جاتے ہین بیخود ہم جس وقت وہ آتے ہین

روز ہے اک غم نیا میرے دلِ غمناک مین — روز ہے اک زخم تازہ سینۂ صد چاک مین

تیر اصید بستۂ فتراک کھل کر گر پڑا — رہ گیا لوہو کا دھبہ دامن فتراک مین

انکو انجم مت سمجھنا میرے تیرِ آہ سے — ہو گئے روزن ہین یکسر سینۂ افلاک مین

اشک خون مژگان سے ہین اسطرح ٹپکے ہوئے — لگ رہی جسطرح ہو آتش خس و خاشاک مین

پردۂ مینا سے تو جلدی نکل ای دخت رز — دیکھ تو بیٹھے ہین کب سے ستم گر تاک مین

اُسکے رخسار صفا کی جو دیکھی آب و تاب — ملگئی بس آئینہ کی آبرو سب خاک مین

عشق کے دریا مین تیرے کون عاشق کے سوا — ای ظفر اتنی کہان طاقت کسی تیراک مین

	شب گرچہ ہوا سے بھی دروازہ اُن کا کھڑکے ہے
کیا کیا اپنے دربان کو وہ اُٹھ کے سحر کھڑکاتے ہین	
	دل مین نگاہ کرم سے اپنی آگ لگا کر آتش خو
جنبش دامن مژگان سے پھر اور سوا بھڑکاتے ہین	
	یون تو سوا وہ گھر سے باہر جاتے نہین اک مدت سے
لیکن گھوڑے کاغذ کے گھر بیٹھے وہ دوڑاتے ہین	
	تار زلف مین ہین کیا کافر پیچ و تاب محبت کے
دل سے اُلجھا اور زیادہ جون جون ہم سلجھاتے ہین	
	مارتے ہین پر دام و قفس کو ایک ذرا جو ہم تو ابھی
ہاتھون سے صیاد کے گویا طوطے سے اُڑ جاتے ہین	
	تار رگ بستر میرے حق مین یارو مار بستر ہے
کیونکہ کانٹون رات کے مجھکو یہ تو کاٹے کھاتے ہین	
	ناز و غمزہ آفت گر ہین تیغ ادا کے صیقل گر
کیا کیا قتل عاشق پر وہ اُسکو ظفر چمکاتے ہین	

فلس ماہی کو بناتے ماہ روشن آپ ہین	جب کبھی دریا مین ہوتے سایہ افگن آپ ہین
خار غم سینے مین اپنے مثل سوزن آپ ہین	سیتے ہین سوزن سی چاک سینہ کیا اے چارہ ساز

نکر تو سرکشی غافل برنگ آب فوارہ
گرا لائیگی یہ تری سربلندی تجکو پستی مین

نہونا تندرستی کا کرے ہی مضمحل جان کو
کہ ہی نقصان حاکم ملک کی جو بندوبستی مین

خدا نے وسعت دامان ہمت کی عطا جسکو
نہین ہونیکا ہرگز تنگدل وہ تنگدستی مین

کرے صوفی ابھی کیا کیا اے ظفر پھر رقص مستانہ
دکھائے گر گردش چشم اپنی گر وہ عین مستی مین

دل بیتاب کو ہم کیونکہ سنبھالی جاوین
گو چہ صبر سے ڈر ہی نہ نکالے جاوین

انکے گھر جائین اگر ہم تو نکالے جاوین
اور وہ غیر کو یون گھر سے بلا لیجاوین

ہین یہ دزدیدہ نگاہین تری کافر وہ جو
آنکھون آنکھون ہی مین جو دلکو چرا لیجاوین

پھر وہ بدمست گیا باغ مین ڈر ہی مجکو
کہ گلون کی نہ کہین ٹوٹ پیالے جاوین

یون تو جا سکتا نہین ضعف سے مین تا دریا
خیر آنسو ہی مگر مجکو بہالے جاوین

اے کماندار لگا تیر محبت ایسا
تیری قربان تری چاہنے والے جاوین

ہمسے وہ روٹھ گئی ہین کوئی انسے پوچھو
کہ جو مرضی ہو تو ہم آکے منالے جاوین

آج مین اپنی محبت کو اگر دکھلاؤن
تو ابھی عرش بریں تک لگ کے نالے جاوین

صدمہ پہونچے پہ نہ پہونچے کوئی انسے کہدو
گل بازی کو نہ ہاتھون سے اچھالے جاوین

ہان مگر جی مین ہمارے یہی آتا ہی کہ ہم
دست گلچین رہ تری گلدستہ بنا لیجاوین

سیر کے گلگشت گلستان محبت کا ظفر
تحفہ اس گل کیلیے اور تو کیا لیجاوین

کام تقسیر پر مین ہو مگر تدبیر شرط ۔ کچھ سبب بھی چاہیئے اس عالم اسباب مین

پیش آ تعظیم سے جو ب جھکین تیری طرف ۔ کرین پھر سجدہ کرے گر خم ہو محراب مین

سوز غم سے کیا کہون حال دل پر اضطراب

اے ظفر آتش لگی ہے معدن سیماب مین

مانگ ہو یا کوئی سیدھی راہ ہو ظلمات مین ۔ یا عیان ہو کہکشان کا خط اندھیری رات مین

ہو گئے ہم جلکے خاکستر بھی پر اے شعلہ خو ۔ اب تلک وہ ہی شرارت ہو تری ہر بات مین

اے صنم سائے پر پریوں سے تو نام خدا ۔ ہو زیادہ ناز مین شوخی مین چھپ مین گات مین

دیکھیے کب دام پر چڑھتا ہو وہ آہو نگاہ ۔ لگ رہی ہین ایک مدت سے ہم اسکی گھات مین

اپنی صورت دیکھکر آئینہ کو دیکھے ہے کیا ۔ تو شبیہ یوسف کنعان کو تصویرات مین

یون ہمر گریہ سے اسکے رخ پہ نکلا خط سبز ۔ سبزہ ہو جاوے ہو پیدا جسطرح برسات مین

آفت جان ہے دلا وہ غمزہ و ناز و ادا ۔ دیدہ و دانستہ کیون پھنستا ہے تو آفات مین

مہرہ شطرنج کی صورت بساط دہر پر ۔ مر گئے کتنے ہی اس دنیا کی برد و مات مین

کیا حقیقت واصلان حق کی پوچھے ہے ظفر

ہو گئے ہین محو بالکل وہ تو اسکی ذات مین

ہو کیون ہجر کا غم چار باری ہر مہینے مین ۔ عجب ہی ہو محرم چار باری ہر مہینے مین

اگر وہ آٹھوین دن بھی قدم رنجہ کرین گھر مین ۔ تو مل جاینگے ہمدم چار باری ہر مہینے مین

جلا گئی آہ مجھی کو جو سنگدل ہو نہ موم | یہ کیا غضب ہے اثر وان نہیں تو یان بھی نہیں

جو آج تیغ بکف تو ہے سر بکف ہیں ہم | درنگ عہدہ گردان نہیں تو یان بھی نہیں

صلاح کار نہ بک بک کے سر پھرا مین عبث | پھر اکسیکا جو شر ان نہیں تو یان بھی نہیں

وہی صلاح ہماری ہے جو ہے انکی صلاح | اگر مزاج مین تیر وان نہیں تو یان بھی نہیں

جو عاقبت کا ہے سودا ہی ہے دنیا کا | جو امین تجکو ضرر وان نہیں تو یان بھی نہیں

نہ دیکھا دیر مین تو کیا حرم مین دیکھے گا | وہ تیری پیش نظر وان نہیں تو یان بھی نہیں

ادھر وہ بوسہ عنایت کرین ادھر لین دل
جو کوئی عذر ظفر وان نہیں تو یان بھی نہیں

نہین گل تن پہ عشق دلربا مین پھول کترے ہین | تماشا ہے نئے یہ رنج و بلا مین پھول کترے ہین

گرے ہین خلس پر لخت جگر جب سے مژگان سے | مری آنکھوں نے یہ جوش بکا مین پھول کترے ہین

خجالت کش ہین جیسے تختۂ گلزار گل خوبی | عجب خیاط نے تیری قبا مین پھول کترے ہین

لکھا حال دل صد پارہ جب مین نے تو کاغذ کو | اٹھا کر یار نے دست جفا مین پھول کترے ہین

شفق کو دیکھ کر ٹکڑے نشے مین ہمکو یہ سوجھا | یہ کسنے دامن چرخ دوتا مین پھول کترے ہین

ظفر تیغ جفا نے اسکی یہ سے تن پہ زخمون سے
کہو نہین کیا جو میدان وفا مین پھول کترے ہین

دہ مژگان کو جو خوبان ہین تن ہلاتے ہین | تو کیا کیا آتش دل پر مرے دامن ہلاتے ہین

کب ہجوم غم سی میری جان گھبراتی نہین
مین تمھر جاؤن کرون پر کیاکہ تھواتی نہین

کون ہے جسکو نہین ڈر آہ سوزان کا مرے
کانپتا شعلہ نہین یا برق تھراتی نہین

کیا ہو بد اصل گر ظاہر مین ہین نیکو صفات
جوہر ذاتی پر انکا غیر بد ذاتی نہین

سا قیا فرقت مین تیری تار بارش سی گھٹا
میکشونکی سر پہ کیا کیا تیر برساتی نہین

صاف خوب زنخت کہہ تیا ہی منھ پر آئینہ
اب لب دیدکی صفائی آنکھ شرماتی نہین

آسمان لاتا ہی وہ چکر کہ جسکو دیکھ کر
کون ہی ایسا کہ اسکی عقل چکراتی نہین

چشم مشتاقونکی تیری حسرت دیدار مین
جنبش مژگان سے کسدن کوٹتی چھاتی نہین

اے ظفر ہے دیکھ کھٹکا باغبان کا کس قدر
باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

دو کھر یون بات دل کی جب ہین نے چکتے پکڑتے ہین
کہ خال لب کے اک بوسہ پہ سو نکتے پکڑتے ہین

نجانے یان سے یہ چاہین ہین پیران دوتا قامت
زمین دانتون سے اپنے جب وہ ہین جھکتے پکڑنے ہین

ستمگر رستہ اپنے گھر کا عاشق تیرے کوچے سے
محبت سے جب انکے دل نہین سکتے پکڑتے ہین

نہین چوٹے وکنی سو کہتے وہ اور دلمین کہتے ہین
تو ہم امن پکڑنے سے نہین رکتے پکڑتے ہین

ہے یہ ہماری کا چین تمنا گرچہ برنگ نقش قدم
زیر قدم ہون تیری سرراہ اپنی دم رفتار آنکھین
دیکھا ہمنے سیہ پوش اکثر سرمہ سے یا کاجل سے
کشتہ تیغ نگہ کی اپنے ہین وہ ماتم دار آنکھین
گو کہ تجکو رشک مسیحا کہتے ہین لیکن فائدہ کیا
میرا ادھر بیمار ہے دل اور تری ادھر بیمار آنکھین
سب مین وہی ہے جلوہ نما خورشید سے لیکر ذرہ تک
پر جو ہون اسکی گرم نظارہ ہین وہ ظفر درکار آنکھین

پردہ اس سوز جگر کا کبھی ہونیکا نہین
داغ پر بھی ثمر بجا کبھی ہونیکا نہین
دفن ہو ویگا ترا کوئی جہان سوختہ جان
سبزہ وان خاک سے پیدا کبھی ہونیکا نہین
ہین اطبا تو یہ کیا آئے مسیحا بھی اگر
تیرا بیمار زخم اچھا کبھی ہونے کا نہین
لکھدیا جو تری تقدیر مین ہوویگا وہی
جو نوشتہ ہین نہوگا کبھی ہونے کا نہین
آسمان کینۂ عالم سے نہوگا لبریز
خالی اس مے سے یہ مینا کبھی ہونیکا نہین
دیکھ دل اپنا پشیمان ہون کہ گریبان اکی
ہیچ گئی کام پھر ایسا کبھی ہونیکا نہین
کرکے نظارہ گلزار جہان اے غافل
پھر میسر یہ تماشا کبھی ہونے کا نہین
وعدۂ وصل سے ہو اسکے مجھے کیا تسکین
جانتا ہون کہ وہ سچا کبھی ہونیکا نہین

تجھ بن اے آرام جان کب جان گھبراتی نہین — پیٹتے ہم سر نہین کوٹتے چھاتی نہین

ہمسری کرتا ہے گل عارض سے اسکی اے صبا — دو طمانچے مار کر تو اسکو سمجھاتی نہین

شمع بے حوصلہ تیرا کہ جل جاتی ہے تو — پر زبان پر شکوۂ سوز جگر لاتی نہین

ہے جو مرغان چمن کو تیر آہ کا باغ مین — باغ مین بلبل کی آج آواز بھی آتی نہین

جنبش دامان مژگان تیری کس دم شعلہ خو — دیکھ کے تیر نفسہ جان کے آگ بھڑکاتی نہین

پہونچے ہے چاک گریبان تا بدامن ہر گھڑی — مین کہون کیونکر کہ وحشت پانون پھیلاتی نہین

یان تو ہم باتین بناتے ہین ہزارون اے ظفر — جا کے وہان کوئی بھی ہمسے بات بن آتی نہین

بجھے ہوے دل پہ جو دن مین داغ ہین دو تین — تو قمقمے ہین بہت ور چراغ ہین دو تین

نمود سینہ پہ اپنے جو داغ ہین دو تین — یہی تو عشق کے چشم و چراغ ہین دو تین

رہیگی ہوش بجا جسکے ایک جرعہ سے — ہم اس شراب کے پیتے ایاغ ہین دو تین

نہین ہے اسکی وہ خال خط کے پاس — قریب بیٹھے یہ طوطی کے زاغ ہین دو تین

وہ پائے آنکھون مین یا سینہ و دل جان مین — جو ڈھونڈو اسکے مقام سراغ ہین دو تین

جو تو سنے تو زیادہ نہین مرا مطلب — وہ باتین اے بت نازک دماغ ہین دو تین

ظفر زمانے مین آرام کا ہے یہ احوال — ہزار تنگ ہین گر با فراغ ہین دو تین

لگتی ہے اگر آتش پانی سے بجھاتے ہین — پر اشک مرے دل مین اور آگ لگاتے ہین

ہین بخت جو خوابیدہ وہ بھی تو کبھی جاگین — ہر رات مرے نالہ سو تون کو جگاتے ہین

جو بات کہ غصے سے کہتے ہین وہ اورون کو — ہم خوب سمجھتے ہین یہ ہمکو سناتے ہین

دل اُس بتِ کافر سے پھر نیکا نہین اپنا — ناصح یونہین بک بک کے اپنا سر پھراتے ہین

ہم ہین وہی جو روتون کو ہنساتے ہین — اب حال ہے پیدا اپنا ہنستون کو رلاتے ہین

کب داغ ہین سینے مین سوزِ غمِ ہجران سے — یہ حضرت عشق آنکھین پردہ دکھاتے ہین

احوال ظفر اُنسے کسطرح کہین اپنا
ہو جاتے ہین بیخود ہم جس وقت وہ آتے ہین

روز ہے اک غم نیا میرے دلِ غمناک مین — روز ہے اک ورد تازہ سینۂ صد چاک مین

تیرا صید بستۂ فتراک کھل کر گر پڑا — رہ گیا لوہو کا دھبہ دامنِ فتراک مین

انکو انجم مت سمجھنا میرے تیر آہ نے — ہو گئے روزن ہین یکسر سینۂ افلاک مین

اشک خون مژگان سے ہین اسطرح لپٹے ہوے — لگ رہی جسطرح ہو آتش خس و خاشاک مین

پردۂ مینا سے تو جلدی نکل اے دختِ رز — دیکھ تو بیٹھے ہین کب سے مستقی تیری تاک مین

اُسکے رخسارِ صفا کی جو دیکھی آب و تاب — ملگئی بس آئینہ کی آبرو سب خاک مین

عشق کے دریا مین تیرے کون عاشق کے سوا
اے ظفر اتنی کہان طاقت کسی تیراک مین

سو بار کی بغور نگہ آفتاب مین	تیرا سا جلوہ دیکھا نگا آفتاب مین
خال اُسکے رُخ پہ ہو کہ سیاہی سہرا اسکی	کھا کل گرہ گئی ہے یہ رہ آفتاب مین
دکھلاؤن دل کا داغ تو نکلے ذرا فرق	کچھ آئین اور غیرت مہ آفتاب مین
آئے اگر عرق ترے رخ پر تو کیا عجب	شبنم سے جا ے آب جو یہ آفتاب مین
اک تیر آہ جانۂ زنبور کی طرح	روزن پڑے ہزار جگہ آفتاب مین
وہ جا کہ زیر سایۂ دیوار دے کسے	بیٹھا ہے کوئی سر رہ آفتاب مین
حیران ہو نہین خطوط شعاعی کو دیکھکر	کسنے لگائے تیر مژہ آفتاب مین
تو جام مے مین مردمک چشم مست دیکھ	ہے مثل ماہ داغ سیہ آفتاب مین

شاہان عصر مین ہے ظفر تو وہ سر بلند
پڑتا ہے عکس تاج کلہ آفتاب مین

ہوئے واقف نہ جو دنیا کے غم سے وہ ہی اچھے ہین
جو ہستی مین نہین آئے عدم سے وہ ہی اچھے ہین
جھڑے یون تو ہزار ان گوہر خوش آب نیسان سے
مگر جو اشک ٹپکے چشم تم سے وہ ہی اچھے ہین
برابر ہین پریشانی مین ہم اور بال زلفون کے
وہ اکثر تیرے منہ لگتے ہین ہمسے وہ ہی اچھے ہین

جا کر دکھاؤن دلپہ ہے جو داغ بے حساب
گر ہو حساب دام و درم لکھ کے بھیجدون

یکیون لکھون کہ مین ہون سیہ روز تیرہ بخت
مضمون خط و فال بہم لکھ کے بھیجدون

یاد رہو تجھے کبھی ای شوخ بے وفا
سو عہد نامہ گر بقسم لکھ کے بھیجدون

پرزے یہ مین جگر کے ظفر اسکو حال دل
مژگان تری اگر ہو قلم لکھ کے بھیجدون

یار ہو پیش نظر یہ کبھی ہونیکا نہین
ہو تو دیکھون نہ ادھر یہ کبھی ہونیکا نہین

آہ دکھلائے اثر یہ کبھی ہونیکا نہین
سر مین آئے ثمر یہ کبھی ہونیکا نہین

سنگ و آہن مری فریاد سے ہون گرچہ گداز
دل ترا موم ہو پر یہ کبھی ہونیکا نہین

کھینچکر تیغ ستم ہو وہ مقابل جس دم
ہون نہ مین سینہ سپر یہ کبھی ہونیکا نہین

ضبط گریہ کا نہ لے نام تو چشمون مین
تجھسا ای دیدۂ تر یہ کبھی ہونیکا نہین

دل حیرت زدہ ہر غنچہ ہے تصویر اپنا
تجھکو وا بلد سحر یہ کبھی ہونیکا نہین

غرق ہو جائیگا گریے سے مرے ایک جہان
پر مجھے سوز جگر یہ کبھی ہونیکا نہین

گھر مین گو اسنے ہمین ہے بلایا لیکن
جا بسے دل مین ہو گھر یہ کبھی ہونیکا نہین

صبر مشکل ہے مگر صبر کا دعوے ہرگز
عشق مین تجھسے ظفر یہ کبھی ہونیکا نہین

رہین ہین موجزن یہ اشک خون تیز آنکھون
کہ ہے ہر موج جسکی موج طوفان خیز آنکھون مین

بلام ہو عنبر کفن اس ورکی مجھے خاک
اُس سے بجیکا سوز غم عشق پس از مرگ
دیکھاتر حسرت زدہ کو بعد فنا بھی

خوشبو نہ لگا تو مرے جل ہشت کفن مین
بھڑکا ئی ہے اک آتش زردشت کفن مین
دانتون کے تلے دابے سر انگشت کفن مین

مقدور حریفون کو ظفر ہو تو زر و سیم
لین باندھ پس از مرگ بھی یکمشت کفن مین

ردیف واو

تیغ ابرو کی تحسین جسکو دکھانی آب ہو
وصل سنتے ہی صنم کا کار روان ہجر کے
قدر جاتی ہے ہمارے اشک و مژگان کی ولا
حال درد عشق اپنا گر کہین وہ در جا ہین
چشم پر خون کو ہماری دیکھکر ساقی مدام
نقش وہ کندہ کر نگاہان مینو نکا دل کے بیچ

کیون نہ ہر دم زہرہ اُسکا پانی پانی آب ہو
یہ چلی آنکھون سے اپنی سب نشانی آب ہو
جسکو اس دُر نجف کی آبیاری آب ہو
لیلےٰ و مجنون کی پھر اُسکی کہانی آب ہو
کیون نہ پھر جام شراب ارغوانی آب ہو
جسکو پھر ایسے نگینے کی نشانی آب ہو

کھینچکر تیغہ جو نکلے چشم سے یہان موج اشک
اے ظفر خجلت سے تیغ اصفہانی آب ہو

ہمارے دیکھ کے دریا دل کا یار چڑھاؤ
گھٹا ہی کیا ہی سمندر کا ایکبار چڑھاؤ

یا تو نہیں منھ کی لگا بیٹھے ہو تم ان ہی ہات — خون دل ہوتا ہی یہان جلد حنا کو کھو لو
یار رکھیگی سراسر ہی یہ کافر دل کو — جان من غنچہ نہ تم زلف دوتا کو کھو لو
مجکو رسوا کرو در رو کے نہ تم ہی آنکھون — راز ہی چشم مو نہیں مست ما نو خدا کو کھو لو
غنچہ سان دل مین گرہ ہے سے نہ رکھو اب تم — گلے لگجا دلبر آغوش وفا کو کھو لو
شدت گرمی سے دم اپنا بہت رکتا ہی — یا الٰہی کہین جلد ہی سے ہوا کو کھو لو

بخدا یار و ظفر سے وہ بہت رکتا ہی
کوئی با تو نہیں حجت ہو شرا کو کھو لو

کام ذرات جسے چشم گرفتار سے ہو — کیون نہ پرہیز اسے نرگس بیمار سے ہو
محو نظارہ آئینہ فقط وہی نہیں — دام حیرت مین گئے ہم ہی گرفتار سے ہو
آبرو خاک مین تیری ابھی مل جائیگی — رو کشی گر ابر نہ اس چشم گہربار سے ہو
زخم دل پر ہی مرے عکس خط سبز اسکا — فائدہ کیون نہ تجھے مرہم زنگار سے ہو
زلف کو چھوڑ لیا مانگ کا رستہ دل نے — سوئے ظلمات چلا کشور تاتار سے ہو
کر سکے دل کی نہ اس آئینہ رو سے کچھ بات — رو برو اسکے کھڑے رنگینی ناچار سے ہو
منھ پہ مہتاب کے گر شب کو ہوائی چھوٹے — گر مقابل وہ مرے آہ شرربار سے ہو
سنگ کا بھی غم فرہاد سے ہے زہرہ آب — کیون نہ سیلاب رواں چشمہ کہسار سے ہو
ای ظفر ایسی ہی اک اور غزل ہمکو سنا — تا کہ محظوظ طبیعت تری گفتار سے ہو

ظفر جس قبل سے چاہ ذقن سے اسکے دل نکلا
نکلتے یون نہین دیکھا کوئین سے ماہ نخشب کو

خطا تجسّو کہین دل کی بس اب زلف دوتا کھولو
یہ قیدی مر نجائے اسکی تم مشکین ذرا کھولو
حجاب اتنا بھی کیا لازم ہے عقدہ بحر عالم کا
حباب آسا ذرا تم آنکھ اے اہل فنا کھولو
سحر خون شفق مین پنجۂ خورد دبے خجلت سے
جو تم دست حنا بستہ کو اپنے مہ لقا کھولو
ہو اک عقدۂ دالستہ ہے جان حزین میری
تم اسکو ناخن شمشیر سے بہر خدا کھولو
نہین وہ تو دکھاتا ہے ہمین یاقوت لب اپنے
تمھین اے دیدۂ تر درج دُرِّ بے بہا کھولو
برنگ غنچہ ہو لب بستہ تم جو یون کئی دن سے
ارادہ حضرت دل آپکا ہمسے ہے کیا کھولو
اٹھایا اور تو سب کچھ تمنا سے توصل مین
رہی ہے ایک جان اسکو بھی بہر دعا کھولو

عرق جو رخ پہ ہے یہ تمھارے بڑا تعجب ہے ورنہ پیارے
کبھی نہ ٹھہرے گی خور پہ شبنم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

کبا تنک شوق دہن میں تیرے تھمیں کہ بھرتے نہیں ہیں بھرتے
رہیگا یہ ہی رہے گی دائم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یہ زخم چھاتی پہ ہے ہمارے کسیکے خنجر کی یادگاری
لگانے دینگے نہ اسپہ مرہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

یہ ہیں جو لخت جگر مژہ پر مجھے تعجب ہے دیدۂ تر
خزار و خاشاک ہوں نہ باہم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

تم اسکے بھر حسن عارضی کا ظفر بھروسا نہ کیجیے گا
رہے ہو ہرگز نہ یہ تو عالم ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو

دیگر

مری رکھ ہاتھ سر پہ جھوٹ مت قرآن سے بولو
کہاں تک میری جانب سے رہیگی اٹسکے تم کو

خدا سے تو ڈرو تم ای بتو ایمان سے بولو
گرہ دل کی کہیں کھولو ذرا ایمان سے بولو

سبک تمیں نہ مجھسے اسقدر ہر دم کیا کیجے
وہ دن بھی کونسے ہوی ہیں تو ہمکو جھڑکتے تھے

لیاقت میری کچھ سمجھو اور اپنی شان سے بولو
وہی دیوانہ ہم ہیں کہ کسی انسان سے بولو

آج ہر ایک جو یار و نظر آتا ہے نڈھال	اپنی ابرو کی وہ کھینچے ہوئے صمصام نہو
ہے مرے شوخ کی بالیدہ وہ کافر آنکھیں	جسکے ہم چشم و را نرگس بادام نہو
صبح ہوتی ہی نہیں اور نہیں کٹتی رات	رخنہ کھولے وہ کہیں زلف سیہ فام نہو

اے ظفر چرخ پہ خورشید جو یون کانپے ہے
جلوہ گر آج کہیں یار لب بام نہو

دل سوزان کو مرے اے بت خونخوار نہ چھو	اخگر عشق ہے یہ تو اسے زنہار نہ چھو
اے طبیب آپ یلے بڑھا کینگے ہاتھو نہیں مرگ	نبض بیمار تپ عشق کو ہر بار نہ چھو
ڈر لگے آہ اسیران قفس سے صیاد	ہر گھڑی بال و پر مرغ گرفتار نہ چھو
وادی قیس میں پھر آگ نہ لگجاے کہیں	دامن گرم رہ عشق کو اے خار نہ چھو
دل نہیں سینہ میں میرے دبی آتش ہے	ہاتھ ہرگز نہ لگا اسکو خبردار نہ چھو
کہیں لگجاے نہ اس سقف کہن ہین آتش	قصر افلاک کو اے آہ شرربار نہ چھو
صورت شانہ یہ ہوتا نہ دل اپنا صد چاک	زلف کا اسکی اگر لیتے ہر اک تار نہ چھو
گرنہ اے باد صبا خاک شہیدان برباد	دامن گرد رہ کوچۂ دلدار نہ چھو

وہ برہمن بچہ ہر دم یہ مجھے کہتا ہے ظفر
تو مسلمان ہے مر رشتۂ زنار نہ چھو

لشکر درد و الم بھیج نہ اے جان تو	کشور دل کو نکر اب مرے ویران تو

ابرو اسکی زلفین کیا اُڑ کے آگئین ہین
جاسوس لگ رہے ہین دیوار و در تلے دو

یارو قدم سمجھ کر رکھنا تک اُسکے گھر مین
ظالم کی تیغ سے ہین وابستہ پر تلے دو

بس قتل کو ہی میرے ابرو کا اک اشارہ
تلوار ہاتھ سے تم رکھو اب سر تلے دو

یارو نہ اب گھٹا و دلکو گھٹا دکھا کر
یہ وقت میکشی ہے ساغر نہ دھر تلے دو

شیشے قریب ساغر کسنے دھرے ہین ساقی
یہ آبلے نہین ہین داغ جگر تلے دو

کانو نہین یہ نہین ہین اس شک سے مہ کے موتی
تارے سے ہین چمکتے اپنی نظر تلے دو

نیند آگئی ظفر کو زانوے یار پر اب
لے یارو کوئی تکیہ رکھ اسکے سر تلے دو

جب لب پہ تری رنگ مسی جلوہ نما ہو
تب چشمۂ حیوان پہ نمودار گھٹا ہو

نرگس کی روش ہاتھ مین لے کیون نہ عصا وہ
آنکھین جو تری دیکھ کے بیمار ہوا ہو

عکس رخ دلدار وہین ہووے نمایان
جون آئینہ کچھ دل مین اگر اپنے صفا ہو

جب کھولتی ہو کاکل پیچان کو تم پینے
تب سر پہ مرے ایک نئی لاتے بلا ہو

کیون دیدۂ دانستہ نہ ہم خاک مین ملجائین
ای شوخ جو سرمہ تری آنکھو نمین لگا ہو

بوسہ جو طلب مین نے کیا اُسنے تو دو مین
جھنجھلا کے لگا کہنے کہ چل یہان سے ہوا ہو

وحشت گریبان کو کر کیونکہ نہ گل چاک
زنجیر چمن مین جو لیے موج صبا ہو

محراب حرم کیونکہ نہ سمجھے وہ بہ شکل
سر جسکا خم ابروے جانان مین جھکا ہو

دل کو مارا پارۂ دل دون نگاہ ناز کو
چاہیے ہے طعمہ بعد از صید دنیا باز کو

بن کہے پا جاے ہے وہ میرے دل کے راز کو
وہم نا مُنکے بٹھایا ہے مجھے غماز کو

دیکھے سر الفت میں اُسنے تازہ سر پیدا کیا
دیکھنا روشن وہ تو تم شمع کے اعجاز کو

وہ قیامت ہے مرا نالہ کہ دم میں بند ہون
بند کر دون صور اسرافیل کی آواز کو

ہے لب زخم جگر کو یہ جو جنبش دم بدم
دے رہے اے قاتل دعائیں تیری تیغ ناز کو

زردی رخسار نے تیرے مرض عشق کو
کر دیا فق چھپتے ہی مہتاب اشتباز کو

ہاتھ کر صیاد کے مر جاؤن جون رنگ حنا
بال و پر کی کچھ نہیں حاجت مری پرواز کو

ساحری کرتا ہے دعوی ساحری کا اے ظفر
یک نظر دیکھا نہیں اس نے چشم افسون ساز کو

خواب میں جلوہ جو شب اُسنے دکھایا مجکو
صبح تک غش میں رہا ہوش نہ آیا مجکو

چین تھا خواب عدم میں مجھے اے شور ظہور
تو نے کیون دشمن آرام جگایا مجکو

جل اٹھا نبض کی گرمی سے ترے دست مسیح
تب ہجران نے ترے ایسا جلایا مجکو

دل دکھانے کے لیے مجکو بنایا میرے
دکھ اٹھانیکے لیے تیرے بنایا مجکو

دل نخچیر سے تیرا اُسکا یہ کہتا ہے کہ بے
جذبۂ شوق ترا کھینچ کے لایا مجکو

میں نہ جاتا تھا کہ آنکھوں نہ لگیگا وہ مجھے
اُسنے آنکھوں ہی سے جون اشک گرایا مجکو

لیگیا خضر تصور مجھے اس راہ سے وان
راہ میں نقش قدم ایک بنایا مجکو

وہ زلف وردے نورانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو
وہ ابرو اور پیشانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

وہ دندان کیا کہ سلک درا ہا ہاہا اہا ہا ہا
وہ لب کیا لعل رمانی اہو ہو ہو اہو ہو ہو

تمھارے روی روشن سے نقاب اکدم اگر اٹھے
کہے پھر ماہ کنعانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

دیا دل اسکو جسکو قدر مطلق نہین ہے دل کی
ہوئی کیا ہمسے نادانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

ہمارے اشک دریا کی یہ تمکو سیر لازم ہے
کرے ہے موج طغیانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

صنم کا نقشہ کھینچا ہمنے وہ کلک تصور سے
کہ مانی نے بھی چین مانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

کسیکی یاد فندق مین لہو کا قطرہ مژگان پر
بنا لعل بدخشانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

وہ لو را دوستی مین ہون کہ ہر دم ہے یا نون پر
گرا وہ دشمن جانی اہو ہو ہوا ہو ہو ہو

یقین ہو راستا کا بردہ اُلٹ کر صبح روشن مین
ہوا سے رخنہ گر زلف سیہ الٹی سے سیدہی ہو

صبا کھولے ہزار ے عقد لیبور خت غنچہ کو
جو تہ الٹی ہوا سین وہ نہ تہ الٹی سے سیدھی ہو

ہراسان ہے دل عاشق کجی سے فوج مژگان کے
کچھ ایسا ہو یہ برگشتہ سیہ الٹی سے سیدھی ہو

اگر ہے سرنوشت الٹی جھکا سر کو عبادت مین
کہ تہ سجدہ نہ مہر لے روسیہ الٹی سے سیدھی ہو

کبھی سیدھا ہنوتے ہمنے دیکھا نیش کژدم کو
تری کسطرح سے نوک مژہ الٹی سے سیدھی ہو

کجی اور راستی جو ہے سو ہی خلقت مین انسان کے
نہ گہ سیدھی سے الٹی ہو نہ گہ الٹی سے سیدھی ہو

ظفر تقدیر سیدھی جسکی ہو حق کی عنایت سے
کرے وہ بات الٹی جس جگہ الٹی سے سیدھی ہو

کان دھر کر وہ سُنے تقریر جو اتنی تو ہو
بات ہو ایسی تو ہو تاثیر جو اتنی تو ہو

تونے قاتل اک نگہ مین دل کیے دو ٹکڑے کیے
واہ رہی برش اگر شمشیر ہو اتنی تو ہو

کہتے ہیں وہ آئینہ میں جلوہ اپنا دیکھ کر
ماہ پیکر مہر طلعت ہم نہوں تو کون ہو

ہم ہیں عاشق ہمکو آب تیغ ہے آب بقا
تشنۂ جام شہادت ہم نہوں تو کون ہو

جب نہووے آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقہ بے حقیقت ہم نہوں تو کون ہو

آکے بالیں تک ہماری جبکہ پھر جاوے وہ یار
واقعی برگشتہ قسمت ہم نہوں تو کون ہو

دیکھکر آہو کو یاد آیا کوئی آہو نگاہ
دشت میں سرگرم وحشت ہم نہوں تو کون ہو

شیفتہ ہیں ہمنشیں ہم اس دہان تنگ پر
تنگ ای حضرت سلامت ہم نہوں تو کون ہو

ساتھ غیروں کے لگاتے ہیں وہ غوطے حوض میں
غرق دریای خجالت ہم نہوں تو کون ہو

ہے گنہگاروں کی خاطر اسکی بخشش ای ظفر
مستحق عفو رحمت ہم نہوں تو کون ہو

ارادہ اور کچھ ہے یار جانی اور کہتے ہو
خطوں میں اور لکھتے ہو زبانی اور کہتے ہو

جو اُنسے حال دل کہیے تو کہتے ہیں خفا ہو کر
کہ کہہ تو اور بھی گر کچھ کہانی اور کہتے ہو

بھروسا کیا تمھارا تم نہیں اک بات پر قائم
دم قہر اور وقت مہربانی اور کہتے ہو

نہیں کہتے ہو تم کیا کیا مجھے اس جانفشانی پر
جو کرتا ہوں زیادہ جانفشانی اور کہتے ہو

نہیں ہے داغ دل سے بڑھ کے کوئی نشان بہتر
نہیں معلوم تم کسکو نشانی اور کہتے ہو

کہی جاتی نہیں ای حضرت دل بات بھی سچی
پھر اسپر اپنا حال ناتوانی اور کہتے ہو

ظفر جب شعر کہنا اور شاعر جمع ہوتے ہیں
دکھاکر تم طبیعت کی روانی اور کہتے ہو

دیگر

دیگر

ذرا تو ناز کے کشتہ پہ آنسو
شہیدون کو بھلا بہلاتے کیون ہو

گرہ الفت کی رشتہ مین پڑ جاے
جو سلجھاتے نہین الجھاتے کیون ہو

وہ مجھپر آگ یون ہی بن رہا ہے
رقیبو اور اُسے بھڑکاتے کیون ہو

ابھی تو دور لب سے حرف مطلب
ابھی کہنے تو دو جھنجھلاتے کیون ہو

بہت بھڑکاے گا صیاد تم کو
اسیران قفس گھبراتے کیون ہو

پرائے سر کو ہین قرآن کہتے
ہمارے سر کو تم ٹھکراتے کیون ہو

نہین سچا شتے چاہت کی گر آنکھ
ظفر کو دیکھ کر شرماتے کیون ہو

ہمسا جانباز ہے وہ کون شہ دیکھین تو
رکھدے اس تیغ جفا کے تلے سر دیکھین تو

ذرہ گر اس رخ پر نور سے اٹھ جاے نقاب
رو کشی کیونکہ کرین شمس و قمر دیکھین تو

جنکو دعوی ہے بڑا اپنی جگرداری کا
اُنسے کہدو کہ مرا زخم جگر دیکھین تو

خندہ یار لے تو برق یہ مارا چھاپا
کرتے ہین ابر سے کیا دیدۂ تر دیکھین تو

وہ نظر باز ہین اک عمر نظر مین رکھین
اُنکی صورت ہم اگر ایک نظر دیکھین تو

دل کھینچا اُسکا ادھر ہے وہ کشیدہ خاطر
ہان ترا اے کشش عشق اثر دیکھین تو

ساعتون خون بڑھی چشم مین عاشق کے اب
ایک نظر چشم عنایت سے ادھر دیکھین تو

گل مین کیا خار مین کیا سب مین ہے یکرنگ سا
کھولکر چشم حقیقت کو اگر دیکھین تو

ودیگر

ہوویگا اور ہی حسن دو بالا تیرا سانچے خسیون مین
کانون مین اگر کان ملاحت تو نے جو چنے بالے دو

تیغ جفا سے وار کرے تو ہاتھ نزد کو قاتل کا
اسکو سینے لگانے دو اور مجھکو جفا مین سینے دو

قاتل نا حق تیغ سے اپنی مخجہ نازک رنجہ نہ کر
کردیجے میرے دل کے ٹکڑے تیری ایک نگہ نے دو

دل نے جو مانگا رات ظفر اک بوسہ خال عارض کا
ہو کر برہم مارے کوڑے وہ ہین زلف سیہ نے دو

نصیب ایسا تو سوز جگر کسیکو نہو
کہ جلکے خاک ہو دل اور خبر کسیکو نہو

جلے رقیب دل اسکا نہ موم ہوا ای آہ
یہ کیا کسیکو تو ہو وے اثر کسیکو نہو

جو ایک عیب ہو دیکھین ہزار غور سو بار
ستم ہو لاکھ ہنر پر نظر کسیکو نہو

تمام سود ہی سودا دکان ہستی کا
تو تجھسے نفع ہو سب کو ضرر کسیکو نہو

ہزار رنج والم ہون تو سب گوارا ہین
کسیکا درد جدائی مگر کسیکو نہو

بجاے سیمۂ و زخ کے گر ہو طوبیٰ خلد
وہ نخل جس سے کہ حاصل ثمر کسیکو نہو

جو داغ دل سے ہو تو زخم ہو جگر پر بھی
کہ ہو تو سب کو نہین اے ظفر کسیکو نہو

یہ خاک کا پتلا ہو مسجود ملائک کا
کس مسند عزت پر یہ تجا بشر او ہو ہو

غفلت کا ظفر پردہ اٹھ جاے جو آنکھوں سے
آجاے تماشا پھر کیا نظر آ ہو ہو

وہ مری جان اگر پاس آ گئی تو کیا اچھا ہو
اور نہیں جان نکل جا ئے تو کیا اچھا ہو

نہیں معلوم کہ میں کون ہوں اچھا کہ برا
کوئی اس بھید کو بتلای تو کیا اچھا ہو

خواب میں جو کہ دکھا جاتا ہو صورت اپنی
شکل ظاہر بھی وہ دکھلا ئے تو کیا اچھا ہو

ساغر جم میں جو آئی تھی نظر کیفیت
وہ نظر دل ہی میں آجا ے تو کیا اچھا ہو

ای مسیحا نفس اٹھ بیٹھے ترا کشتۂ ناز
ابھی تم منھ سے جو فرما ئے تو کیا اچھا ہو

کوچہ تنگ ہے دنیا نہیں آرام کی جا
میاں کوئی پاؤن نہ پھیلا ئے تو کیا اچھا ہو

جو برا آپ کو سمجھے تو وہ ہووے اچھا
کہ برا اور کو ٹھہرا ئے تو کیا اچھا ہو

ہی بڑا وصل مریض غم ہجران کا علاج
یہ دوا ہاتھ نہ جب آئے تو کیا اچھا ہو

آئے سا ایک نظر گر یہ دوئی کا پردا
اے ظفر بیچ سے اٹھ جای تو کیا اچھا ہو

ابر دہین تماشہ ترے لے رشک قمر دو
اک بوسۂ دندان مصفا مجھے گر دو

اک جام گر تو سامنے آئے ہین نظر دو
گویا کہ دہن موتیون سے تم مرا بھر دو

بالے ہین ترے حسن کے دریا میں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ ہے کہ ہین انمین مگر دو

دیگر

جسطرح رہتا ہی تجھ بن ہر گھڑی دل کو اضطراب
مضطرب اسطرح کوئی مرغ بسمل ہو تو ہو

کب دل دیوانہ آتا ہی کسیکی قید مین
پر تری زلفون مین پابند سلاسل ہو تو ہو

ہم نہ مانی سنجد نہ موڑین یہ ہی شرط دوستی
وہ وفا دشمن ہمارا گرچہ قاتل ہو تو ہو

کیونکہ ہو اُس شمع رو بن بزم آرائی نشاط
رونق محفل مگر وہ زیب محفل ہو تو ہو

عشق کے نزدیک ہی آسان وہ دشوار غم
آدمی ہمت نہ ہارے دور منزل ہو تو ہو

وہ تو ہے دکھلا رہا بی پردہ صنع خدا پا بجا
کچھ تری غفلت کا غافل پردہ حائل ہو تو ہو

جبتک ہی دم مین دم تیرا ابھر جائیگا دم
دم کا لینا ضعف سے عاشق کا مشکل ہو تو ہو

ہووے یون معلوم کیا یار دنکو قدر عافیت
جب کہین دل انکا میری طرح مائل ہو تو ہو

آب گریہ سے بجھے کیا آتش غم اے ظفر
بلکہ اُس سے اور افزون سوزش دل ہو تو ہو

جو کوئی عشق مین منہ ذرا جمائے پاؤن
تو عقل و ہوش نے کیا جلد جلد اُٹھائے پاؤن

جو آگے عشق کے میدان مین بڑھائے پاؤن
تو شرط یہ ہی کہ پیچھے نہ پھر اُٹھائے پاؤن

کنار جو بہ لگا ہم دل اچھلونکا خاک یہ کیون
غرض ہی کیا اسے اتنی جو وہ ہلائے پاؤن

بہت پھرکر حرم و دیر مین کہین اسکو
نہ پایا شیخ و برہمن نے کیون تھکائے پاؤن

دبائے اسلئے عاشق کو پنجۂ مژگان
کہ تا وہ آنکھون سے اپنی ترے دبائے پاؤن

پری کو حسن اُس حور وش سے کیا نسبت
کہ وہ پری کی نہ اپنے کبھی دکھلائے پاؤن

آرام ہمین آپ ہی اس گنبد گردان کو [illegible] زیر فلک راحت کس طرح ظفر [illegible]

دیگر

[illegible]

نظارۂ شوق سے تم دیدۂ حیران کھولو
پر کسی پر نہ یہ حالِ غم پنہان کھولو

میرا گھونٹے گا وحشت دل جان ہے تنگ
ناخن تیغ سے کھولو جو گریبان کھولو

سر پہ ہر آبلۂ پا نے تمھاری مندیل
خوب باندھی ہے نہ اے خار بیابان کھولو

توسن ناز کو گرا اور رہے کونسا منظور
اپنے رخسار پہ تم طرۂ پیچان کھولو

دل بیتاب ہے آنکھون کا تمھاری بیمار
فصد کھولو تو نہ جز نشتر مژگان کھولو

زلف کو مصحف رخسار سے تم سرکاؤ
فال سودا زدگان کھول کے قرآن کھولو

غافلو دیکھو تم اپنے ہی میں اسکی صورت
آنکھ گر صورت آئینہ حیران کھولو

وہ ہی پاؤ گے جو قسمت میں ہے دنیا طلبو
تمکو کھونا ہے اگر مفت میں ایمان کھولو

اے ظفر باندھتے ہو گر کمر ہمت کو
شرط یہ ہے کہ تم پھر کسی عنوان کھولو

جن آنکھون نے دیکھا ہے حسنِ رخِ جانان کو
وہ دیکھین تو کیا دیکھین تشکل مہ کنعان کو

ذرہ جو دکھاتا ہون داغ دل سوزان کو
پڑھتی ہے تپ لرزہ خورشید درخشان کو

کیون رنگ مسی آج ہو زیب اسکے دندان کو
رونق شب تیرہ سے ہے انجم تابان کو

ہے دیدۂ تر آج ہو زنجیر کا حلقہ سا
وحشی نے ترے کر زندان سمجھا ہے بیابان کو

سو فتنہ خوابیدہ بیدار ہون اک پل مین
گر خواب مین بھی دیکھے اس نرگس فتان کو

لگجائے جھڑی ساون بھر اپنے جھڑین آنسو
جھاڑ ہین جو دم گریہ مین دامن مژگان کو

[illegible]

رتبہ خطوط مہر کو کب آسمان پر
اے ترکش کمان تری ترکش کے روبرو

زاہد بجز دعاے قدح کچھ چلے نہ کر
محفل میں دیکھو رند قدح کش کے روبرو

دل ہے وہ داغ داغ کہ سوختہ باغ ہون
بیرنگ اس مکان منقش کے روبرو

گر نغمۂ نشاط ہو شیون سے کم نہین
آفت رسیدگان مشوش کے روبرو

ملا کو جب مذاق سخن بھی ہو ظفر
کیا پڑھیے شعر اُس نر اخفش کے روبرو

دکھاؤ نہین اگر اپنے فروغ داغ ہجران کو
رہے جا منھ دکھانیکی نہ خورشید درخشان کو

چھپا لیتی ہے کیون وہ زلف کافر روے جانانکو
تعجب ہے رکھے ہندو بغل مین اپنے قرآن کو

ہوئی وحشت مین سوز دل سے یہ کثرت پھپھولونکی
کہ ہیلکاری کا پیراہن بنا ہے جسم عریان کو

سر ہنگام صحرا مین ہمارے تار دامن سے
جنون بند ہوئے ہے دستار ہر خار مغیلان کو

خیال اُس زلف کا ہے کیون شب میرے داغ دل میں
کہ ہوتی ہے شب تاریک مین رونق چراغان کو

عجب دیوانے ہین وہ جو خط جادہ سمجھے ہین
کیا وحشت نے میرے چاک دامان بیابان کو

نہ دیکھی ہو وہ جسنے غنچۂ نشگفتہ مین شبنم
دہن مین وہ تری وقت تبسم دیکھے دندان کو

جگر سو ٹکڑے ہووے ایکدم مین صبح محشر کا
تری عاشق دکھائین اپنے گر چاک گریبان کو

نظر بھر انکو دیکھا جسنے وہ جیتا پھر آئیگا
فسون کوئی بلا ہے یاد تیری چشم مژگان کو

ہوا خواہی سے لو کی گر نہ دل جلے ٹھنڈک
پر پروانہ کیا پنکھا جھلے شمع شبستان کو

اچھے ہو جائیں ابھی بیمار غم اسکے اگر — پوچھے ہے تنا ہے مسیحا زمان اچھے تو ہو
کہتے ہو کیا جاؤ گے سر بھر گیا مرہم سے دل — ہم بھی اے زخمہائے خونچکان اچھے تو ہو

کہتے ہو دار الشفا اسکی گلی کو تم ظفر
پھر بھلا یہ ہم بھی دیکھیں اے میاں اچھے تو ہو

ایسا ہو گر کلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو — تسکین دل تمام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
قاصد یہاں سے کوئی نشانی تو لائیو — گر نامہ و پیام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
اس تند خو کو گرچہ ہو منظور کشت و خون — بالفرض قتل عام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
گر صرف ایک جرعہ کا ساقی نہ مسے تو — گرچہ سبو و جام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
وہ کون ہو سوا تر کے دیوانے کے جسے — پروائے ننگ و نام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
تو چاہیے اگر کہ نہو ملک دل خراب — کسطرح انتظام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
دو چار گالیاں ہی میں خط میں لکھکے بھیج — گرچہ دعا سلام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو
جا سکتا کوئی اب بات خود کام تک نہیں — جاوے تو کیونکر کام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

وہ تار زلف طائر دل کے لیے ظفر
پھندا تو ہو جو دام نہو کچھ نہ کچھ تو ہو

گر ہو پاس عہد بشر کو جسکا ہووے اسی کا ہو
پھیرے نہ سوے غیر نظر کو جسکا ہووے اسی کا ہو

دل کے مکان میں کون مکین ہو
کرے اپنا اور کے غم کو جسکا ہووے
ہزاروں دن کا
اسی کا ہو

کچھ منھ سے نکلتی ہی نہ اے بادہ پرستو | مانند خم مے نہ بست جوش میں آو

کہتا ہوں ظفر اُن سے جو اشعار ہیں بے ربط
تم لب پہ نہ آو کہ کبھی ہوش میں آو

اپنے ہاتھوں کو جو تم رنگ حنا میں رنگو | ناخنِ تیغ کو خونِ شہدا میں رنگو
خیمۂ چرخ کو آہوں کے دھوئیں میں رنگے | حضرتِ دل نہ غمِ ماہ لقا میں رنگو
ہیں شہیدانِ محبت کی نصیب ایسے کہاں | تم جو پوشاک سیہ اپنی عزا میں رنگو
جیتے جی خاک میں ملجاؤ فقیری یہ ہے | کپڑے مٹی سے نہ ملکر فقرا میں رنگو
پیر سے تم نہیں ہو نکلے جوان کے ضمان | تھا فلو ریش نہ اس رنگ و نما میں رنگو
ہو نزاکت سے دہن درد تمہاری سر میں | تم گلابی جو کلہ سرد ہوا میں رنگو

جیب و دامن کو ظفر اپنے سرشکِ خوں سے
دیکھو اس رنگ نہ تم جوشِ بکا میں رنگو

رسم الفت نہ عدو دل دو دین سے پوچھو | دوستو اسکو جو پوچھو تو ہمیں سے پوچھو
رات آنکھوں میں کٹی مجکو ستاروں کیطرح | کس سے ہمخواب تھا اُس ماہ جبین سے پوچھو
ہے غمِ یار کو معلوم حقیقت دل کی | اس مکان کا ہی جو احوال مکین سے پوچھو
روشِ نقشِ قدم خاک میں ملنے کا مزا | اہل کوچے کی کسی خاک نشین سے پوچھو
دل کو از بہر محبت کے مطالب سارے | بے تامل یہ بتا دیگا کہیں سے پوچھو

ای یاس و غم ہی شرط رفاقت کہ بعد مرگ
خادم ہمارے تم سر مدفن بنے رہو

جاؤ مکان دیدہ و دل چھوڑ کر نہ تم
دونون تمھارے واسطے مسکن بنے رہو

گردش سے آسمان کی سنگین دلو ڈرو
ایسا نہو کہ سنگ فلاخن بنے رہو

جلتا ہی زور مرگ سے لب اپنے زعم مین
تم غافلو نہ رستم و بیژن بنے رہو

دینگے بگاڑ رند مشیخت کو شیخ جی
دیکھو ملو نہ انمین ستیزن بنے رہو

وسی یہ زمانہ مخالف ہے دوستو
دانائی اب یہی ہی کہ کودن بنے رہو

اے آنسوؤ بجھو نہ مری سوزش جگر
تم واسطے اس آگ کے روغن بنے رہو

زنار پہنو قشقہ لگاؤ تم اے ظفر
گر دل دیا بتون کو برہمن بنے رہو

محبت چاہیے باہم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو
خوشی ہو ہمین تو ہو غم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

غنیمت تم اسے سمجھو کہ اس غمخانہ مین یارو
نصیب اکدم دل خرم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

دلاؤ حضرت دل تم نہ یاد خط سبز اسکا
کہین ایسا نہو یہ غم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہمیشہ چاہتا ہی دل کہ ملکر کیجیے مے نوشی
میسر جام مے جم جم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائین تم اپنا حسن چمکاؤ
کہ حیران دیکھ کر عالم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ہے حرص و ہوا دائم عزیزو ساتھ جب اپنے
نہ کیونکر فکر بیش و کم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

ظفر سے کہتا ہی مجنون کہین رو دل محزون
جو غم سے وحشت اکدم ہمین بھی ہو تمھین بھی ہو

کہینگے حال دل اُس دلربا سے کچھ ہی ہو
وہ سنکے خوش ہو کہ ناخوش بلا سے کچھ ہی ہو

ہمارا حال تمھاری جفا سے کچھ ہی ہو
نہ ہاتھ اُٹھائینگے پر ہم بلا سے کچھ ہی ہو

قدم رکھیں سر میدان عشق جب سرباز
نہ پھیرین منھ کبھی تیغ جفا سے کچھ ہی ہو

دکھاوین صنعت سر گرمین خمیدہ قد اپنا
تو فرق آئیگی زلفِ دوتا سے کچھ ہی ہو

دل آشنا ہو کہ نا آشنا گلی مین تیرے
پر آج دینگے اُسے ہم دلاسے کچھ ہی ہو

اُڑاتا خاک پھرون یا پھرون گریبان چاک
کوئی تو کام دل ان سے دوا سے کچھ ہی ہو

کسو کی جان پہ آفت کسو کا دل غارت
انکھین تو کام ہی ناز و ادا سے کچھ ہی ہو

جو پینے دیگا نہ ہم محتسب تو یہ میخوار
رہینگے اچکے لہو کے پیاسے کچھ ہی ہو

بلا سے کفر ہو یا دین یہان ہین دونوں ایک
ظفر ہو دل کو محبت خدا سے کچھ ہی ہو

تمہیں اس لفظ سے مشک ختنی ہووے تو ہو
روش لب سے عقیق یمنی ہووے تو ہو

وار ہوتا ہین جو اُس تیغ نگہ کے دل پر
کیسی معرکہ مین تیغ زنی ہووے تو ہو

صدقے اے رشک چمن اس قد موزون کے تیرے
سیدھا ایسا کوئی سرو چمنی ہووے تو ہو

جو تری نوک مژہ رکھتی ہے تیزی ظالم
تیز ایسی کسی برچھی کی انی ہووے تو ہو

جان کنی عشق مین ہو میری طرح کیا طاقت
تیشہ فرہاد کا گر کوہکنی ہووے تو ہو

راز دل فاش کرے کون بجز طفل سرشک
ایسا غماز وہی ناشدنی ہووے تو ہو

اگرچہ آشنا دل سے کوئی یون
یون بھی ہو

اگر ناصح دعا دل سے کوئی یون ہی ہو
یون بھی ہو

زبان مین ہو اثر میری تو شاید دل

جو ہو دل سے کوئی یون ہی ہو

یون بھی ہو

نہین شانکی طپش سے انکی مین یہ کیون ہے آرزدہ
اگر مجکو گلا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

کشش مین ہو اثر دل کی تو خاطر ہو ظفر دل کی
کہ حاصل مدعا دل سے کوئی یون ہو تو یون بھی ہو

یہ چھوڑو خواب غفلت غافلو ہشیار ہو جاؤ
کہ ہے النوم اخ الموت تم بیدار ہو جاؤ

عزیزو کارخانہ دیکھو اسکی کارسازی کا
نہین درکار فکر کاریان بیکار ہو جاؤ

بہار آئی اسیران قفس آپس مین کہتے ہین
پھڑک کر توڑتا ہے گر قفس تیار ہو جاؤ

مجھے کیا چشم ہے آنسو تمسے کہ مین تمکو
رکھون آنکھون مین اور تم یون گلے کا ہار ہو جاؤ

نہین قابل ہم اس یاری کے یاری ہے عیاری
کہ جسکے پاس جاؤ تم اسی کے یار ہو جاؤ

طبیبو چارہ کیا کرتے ہو بیمار محبت کا
کہین ایسا نہو تم آپ ہی بیمار ہو جاؤ

ہمارے پاس آئے ہو تو اب ناخوش نہ بیٹھو تم
خوشی سے ہم یہ کہتے ہین اگر بیزار ہو جاؤ

نہین بچنے کا یہ بیمار ہجران تم جبتک آؤ گے
خدا کیواسطے آؤ کہین اک بار ہو جاؤ

دکھا دے گردہ مست ناز اپنی چشم میگون گر
ظفر کیسے ہی پھر صوفی ہو تم میخوار ہو جاؤ

دل کہ پر خون ایک ہے زن دیدۂ پر آب دو
کیا تماشہ ہے کنوان ہے ایک اور تالاب دو

لعل سے نسبت نہ دے اسکو کہ وہ اک سنگ ہے
ہین لب نازک ترے برگ گل شاداب دو

دیگر

[illegible]

خواہ کر انصاف ظالم خواہ کر بیداد تو	پر جو فریادی ہیں اُنکی سن تو لے فریاد تو
دم بدم بھرتے ہیں ہم تیری ہوا خواہی کا دم	گر نہ بدخواہوں کے کہنے سے ہمیں برباد تو
کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر میری کیا خطا	بن گیا جو اسطرح عشق میں سر جلاد تو
قید سے تیری کہاں جاینگے ہم بے بال و پر	کیوں قفس میں تنگ کرتا ہی ہمیں صیاد تو
عل ہے دل کو راہ پر تو جسطرح سے ہم تجھے	یاد کرتے ہیں کر مگر یوں ہی ہمیں بھی یاد تو
دل ترا فولاد ہو تو آب ہو آئینہ وار	صاف یکباری سنے میری اگر روداد تو

شاد خرم ایک عالم کو کیا اُسنے ظفر
پر سبب کیا ہے کہ ہے رنجیدہ و ناشاد تو

پوچھتے ہو آج آکر ہمسے کیا اچھے تو ہو	یہ کہو تم تھے کہاں ای دل ربا اچھے تو ہو
ہم غم دوری سے جیسکے ہو چکے مرنیکے قریب	اُسنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا اچھے تو ہو
دیکھی نباضی تری جا کام کر اپنا طبیب	دیکھکر تو نبض ہے یہ پوچھتا اچھے تو ہو
ہو گئی برسوں کی برسوں تم نہ آئے کیا سبب	آپنے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو
اپنے بیماروں کو کہتی ہے ذرا کر چشم یار	تم دوا کرتے ہو پر دیکھیں بھلا اچھے تو ہو
کون کہتا ہی تمھیں بیمار کہ تم اچھے نہیں	اچھے اچھے کہتے ہیں سب واہ واہ اچھے تو ہو

زخم پر سے چاہتے ہیں ای ظفر جب تازگی
میں انھیں کہتا ہوں کر کہتو ذرا اچھے تو ہو

دیگر

[illegible]

تمھارے ہاتھ دولت آگئی ہی خاکساری کی
ظفر تم کیون نہ لیکر ہاتھ مین اکسیر کو رکھدو

ردیف ہاے ہوز

پیدا تری اشکون سے ہی قطرات مین سب کچھ
حاصل ہی ہر اک دانے سے برسات مین سب کچھ

دیجے دل و دین کیون نہ تجھے اے بت کافر
جلوہ ہی خدائی کا تری گات مین سب کچھ

زلف اسکی دکھادی مجھے اے خضر تصور
کہتے ہین کہ ہی پردۂ ظلمات مین سب کچھ

حاصل نہین کچھ مزرع دنیا سے کسیکو
ہی کشور دل کے مری دیہات مین سب کچھ

نقد دل و دین کیون نہ کرون پیشکش مین
لازم ہی کہ ہو اسکی مدارات مین سب کچھ

انداز و ادا سے نہین کچھ اور کو مطلب
ہوتا ہی ادا تیرے اشارات مین سب کچھ

قطعہ

بوسہ جو طلب اس سے کیا مین نے تو بولا
موجود ہی بس اپنی ملاقات مین سب کچھ

سائل سے کبھی آج تلک منھ نہین موڑا
حاصل ہی ہر اک کو مری خیرات مین سب کچھ

بیتابی و زاری کی شکایت ہے عبث اب
ہوتا ہے ظفر عشق کی حالات مین سب کچھ

دوہا

روکشی کا کرے کس منہ سے ارادہ شیشہ
ابر وباران ہو گلستان ہے ہوا اور سبزہ
خاک اس دور مین کیفیت مے نوشی ہو
شیشہ بازو نکی طرح رکھ کے حباب دریا

دل ہے نازک نہین دیکھا تو ملا بادہ شیشہ
ساقی لبریز کر اب لیکے تو بادہ شیشہ
سرنگون ہر قدم غم پہ فتادہ شیشہ
سر پہ کیا اپنے پھر آتا ہے تو سادہ شیشہ

محتسب پر ہو ظفر کیون یہ نہ ناوک انداز
موج صہبا نہین کھینچے ہے کمبادہ شیشہ

ساقی ترے اس دست قدح گیر کا سایہ
نے جن کا ہے آسیب پریون کا جھپٹا
مجنون کو تری ضعف سے کیا حاجت زنجیر
کھلتا جو نہین باد صبا غنچۂ تصویر
تو بھی ہو وہ تصویر کر یوسف ترے آگے
فردوس ہے کوچہ ترا اے حور شمائل
وحشی ہو نزاد دھوپ مین بھاگا ہوا پھرتا
ای دن بیک اجل ہو نگہ یار کے ہمراہ

بے بادہ مرے سر پہ ہے شمشیر کا سایہ
ہے دل کو مرے زلف گرہ گیر کا سایہ
پانون پہ گران جسکے ہو زنجیر کا سایہ
اسیر بھی پڑا کیا کسی دلگیر کا سایہ
سایہ ہے ترا بلکہ تری تصویر کا سایہ
ہے سایۂ طوبیٰ تری تعمیر کا سایہ
اسطرح کہ جیون مرغ ہوا گیر کا سایہ
جون تیر کے ہو ساتھ روان تیر کا ساہ

مین ڈھونڈھون ظفر اور کا کیون ظل حمایت
کافی ہے مجھے حیدر و شبیر کا سایہ

جہان مین ہو نام کیونکہ پیدا اگر نہو نامور پہ صدمہ
نمود کب ہون حروف سکہ نہ ہونچے جبتک کہ زر پہ صدمہ

ہوا وہ ملکے سے تیرے جوڑے کے دل پہ صدمہ جگر پہ صدمہ
کہ ہونچا آہ دل و جگر سے فلک پہ صدمہ قمر پہ صدمہ

بلا سے گر خط کو ٹکڑے کر کر ملے کف پا سے وہ ستمگر
خطر ہے مجکو کہ اس خطا پر نہ ہونچے کچھ نامہ بر پہ صدمہ

جنون کی گرمی سے اپنے خون کی طپش کہون کیا کوئی بلا سے
کہ رگ دم فصد اپنی تڑپی ہونچگیا نیشتر پہ صدمہ

جو تو ہے باریک بین زیادہ چڑھالے دو لیکے جام بادہ
بغیر عینک نہ کر ارادہ دگر نہ ہوگا نظر پہ صدمہ

جو کوئی صدمہ کو عاشقی کے جہان مین پوچھے تو کوہکن سے
کہ ضرب تیشہ سے آہ اسنے اٹھالیا اپنے سر پہ صدمہ

نہ پہنو پہولونکی دیکھو بدھی کہ ہے نزاکت سے ڈر رہا جی
کہین گرانی سے ان گلونکی پہونچ نجاوے کمر پہ صدمہ

اکیلا تم چھوڑ کر ظفر کو سدھاری جس وقت اپنے گھر کو
تو اسنے ٹکرایا اپنے سر کو کہ ہونچا دیوار و در پہ صدمہ

ہے یون تو وہ رخ بھی گل شاداب زمانہ	لیکن ہے دُر ناب نادر و نایاب زمانہ
ہوتی ہے نکلنے یہ کوئی کشتی مقصود	ہے ایک بلا گردش گرداب زمانہ
کچھ دور نہین پردہ دری سے تری ای چرخ	صد پارہ ہو گر چادر مہتاب زمانہ
بچتا ہے یل مرگ کے کب پیچ سے کوئی	گو رستم دوران ہو کہ سہراب زمانہ
پہلو مین مرے وہ دل بیتاب ہے جس سے	ہمسر نہو صد معدن سیماب زمانہ
کیا سبز کرے کوئی کہ جون سبزۂ شمشیر	ہے تشنۂ خون سبزۂ سیراب زمانہ

ہو کیون کہ کسی سے ظفر امید محبت
ہم جانتے ہین جیسے ہین احباب زمانہ

خال کے دانے سے دیکھ اس سیب غبغب مین گرہ
جتنے سیب خلد ہوئے تخم سے سب مین گرہ

زلف کے حلقے مین وہ تابندہ اختر دیکھنا
قرص مہ سے کیا لگی ہے دامن شب مین گرہ

دل کی واشد سے یہ کھلتا ہے کہ شاید دل کی جا
غنچہ سان پیدا ہوئی انسان کے قالب مین گرہ

دل گرفتون کی بگولا خاک کا اے شہسوار
ڈال کر لنگر لگائے بلئے کوکب مین گرہ

پڑتی ہے میری زبان پر حرف مطلب مین گرہ

رکھتے ہین رشتہ کا ظفر جو دل مین صاف

جلد اول دیوان ظفر

نام احمد کو جو لکھے تو عجب کیا ہے ظفر
لے قلم لوح کا اور لوح قلم کا بوسہ

کہاں نگہ پہ ہو سرکا رنگ پیوستہ
یہ تیغ وہ نہیں جس میں ہو زنگ پیوستہ

اگرچہ صوت سوہان ہے سرو اے قمری
گلے میں تیرے ہے طوق تنگ پیوستہ

نہیں وہ آئینہ میں کاکل کج مگر کا عکس
ہوا ہے بحر کی تہ میں نہنگ وہ پیوستہ

سر اپنا ہجر میں دیوار سے جو ٹکراؤں
جدا جدا ہوں وہیں خشت و سنگ پیوستہ

بہم ہوں سامنے دو ماہ تو تماشا ہے
بھویں دکھائے جو وہ شوخ و شنگ پیوستہ

تو اپنے تو ہاتھ اٹھا قتل سے کہ قبضۂ تیغ
ہوا ہے ہاتھ میں اے خانہ جنگ پیوستہ

بدن سے مرد دلاور کے حلقہ ہائے زرہ
رہیں ہیں صورت داغ پلنگ پیوستہ

وہ کب نکلتا ہے جب تک نہ دم مرا نکلے
جگر میں ایسا ہے تیرا خدنگ پیوستہ

ظفر سمجھ نہ اسے زلف روئے جاناں پر
یہ ہے فرنگ سے سرحد زنگ پیوستہ

شدت گریہ سے ہے دیدۂ تر پر صدمہ
آہ سے دل پہ ہے نالہ سے جگر پر صدمہ

گرم نظارہ کوئی کیا ہو ترا مہر لقا
تاب خورشید سے پہونچے ہے نظر پر صدمہ

برق نالہ مری شمشیر ہے دود آتش دم
پہونچے ہے جس سے فلک کو بھی اثر پر صدمہ

ہو جو ملتی ہے تری آگے ظالم پہونچا
کہیں پہونچے دل عاشق کے نگہ پر صدمہ

[illegible]

دیگر

[illegible]

یہ جب تلک نفس رشتہ ہے ہزار کے ساتھ
ہزار دانہ تسبیح میں ایک تار کے ساتھ

نکل کے روح رواں ہے ہوا کے گھوڑے پر
پیادہ جائے کوئی کس طرح سوار کے ساتھ

ہو خدا نہ کبھی غم ستم تری جدائی کا
رہا ہمیشہ مرے جان بیقرار کے ساتھ

ملایا خاک میں مانند نقش پا جتنے
سلوک خوب کیا اپنے خاکسار کے ساتھ

کہاں ہوئے خلش نیش عشق دل میں داغ
کہ گل جو باغ میں پیدا ہوا تو خار کے ساتھ

لگا نہ دامن دلدار سے کبھی افسوس
صبا نے لاگ یہ باندھی ہے غبار کے ساتھ

برنگ گلشن تصویر باغبان ہمکو
خزاں کے ساتھ نہ مطلب ہی بہار کے ساتھ

کھلی رہینگی پس از مرگ بھی مری آنکھیں
کہ ایک عمر سے خوگر ہوں انتظار کے ساتھ

ظفر بلا سے مری دل اگر بلا میں پھنسے
الجھتا کیوں ہے یہ دیوانہ زلف یار کے ساتھ

وا ہوئی یوں باعث حیرت تری نخچیر کی آنکھ
جس طرح سے کہ جھپکتی نہیں تصویر کی آنکھ

ہے مگر محو تماشہ ترے دیوانے کی
نیند ہوتی جو نہیں حلقۂ زنجیر کی آنکھ

دیکھ کے خال رخ یار کو یوں طائر دل
دانہ پر جیسے پڑی مرغ ہوا گیر کی آنکھ

شوق نظارہ میں اس ماہ لقا کے ہر شب
جو ستارہ ہے وہ ہے اس فلک پیر کی آنکھ

دمبدم دیکھے ہے حسرت سے ترے بسمل کو
حلقۂ جوہر کا نہیں ہے تری شمشیر کی آنکھ

دیکھتا کیا ہے لگا تیر کہ اے صید افگن
تری آنکھوں کو تکے ہے تری نخچیر کی آنکھ

دیگر

[illegible]

حسن پر اپنے ہی کیا کیا خود پسندوں کو غرور
یا الٰہی ہو کہیں دنیا سے غارت آئینہ

خانۂ آئینہ مین گر دیکھا نہووے آفتاب
دیکھو تم دیکھے ہے وہ خورشید طلعت آئینہ

دیکھ اُسکے مصحف رخسار کی دولت ظفر
ہر سحر کرتا ہے قرآن کی تلاوت آئینہ

لائے کس منہ سے تری تاب نظر آئینہ
رکھے فولاد کا جبتک نہ جگر آئینہ

تاب رخسار ہے اس پردہ نشین کے جانا
ہے رکھا کوئی پس روزن در آئینہ

خاک مین اہل صفا کو ہی ملاتا گردون
کیا عجب ہے کہ ہے خاک بسر آئینہ

موج جوہر سے جو ہے یار ہی پر بحر سدا
تیری خلوت کا ہے دیوانہ مگر آئینہ

راتدن رہنے لگے محو خود آرائی تم
دیکھتا ہاتھ مین ہون آٹھ پہر آئینہ

سینۂ صافونکا وطن مین ہے زمانہ دشمن
کرتے ہین اہل حلب شہر بدر آئینہ

مین بھی حیرت زدہ ہون میری بھی دیکھو صورت
دیکھو گر دیکھ کے تم ماہ صفر آئینہ

پاک دنیا سے ہین دنیا مین ہین گو اہل صفا
غرق ہے آب مین لیکن نہین تر آئینہ

صحبت یار کو بیوجہ نہین ہی کیا کدورت
صاف بیشک کہ نہو دیگا ظفر آئینہ

سہل ہی بعد موے چلنا یہ دم آہستہ آہستہ
روان ہے کاروان کس کو عدم آہستہ آہستہ

کوئی دنیا سے جاتا ہے اگر آتے ہو جلد آؤ
رکھو ناز سے اپنا قدم آہستہ آہستہ

دیگر

دل لیا تمنے تو پھر جان کو کیون چھوڑتے ہو
دونون لیجاؤ کہ تھین میری قسم ساتھ کے ساتھ

اشک مژگان پہ نہین دوڑتے ہے خون جگر
دونون آتے ہین یہاں دیدۂ نم ساتھ کے ساتھ

روش حبابہ ہے ربط اُن سے ہمارا اسطرح
کہ الگ رہتے ہین الگ اور رہین ہم ساتھ کے ساتھ

لکھ کے حال اپنا لکھون انکے گلے بھی قاصد
خط مین ہو جاوینگے اسوقت رقم ساتھ کے ساتھ

آمد و شد سے نفس کی ہمین معلوم ہوا
یعنی موجود ہین ہستی و عدم ساتھ کے ساتھ

رہے کافر و مومن کے کدورت دل مین
صاف یکبار ہون گر دیر و حرم ساتھ کے ساتھ

کوچۂ یار سے جاتا ہے نہ دل اور نہ ہم
جاکے پھر آتے ہین دو جا بہ قدم ساتھ کے ساتھ

تختۂ مشق ہے دل دیکھیے کلک خیال
ہین ظفر دونون یہان لوح و قلم ساتھ کے ساتھ

وہ رنگ ڈھنگ مین کچھ اور بول چال مین کچھ
یہ بات کیا ہے نہین ٹھہرتی خیال مین کچھ

نہ اسکی مانگ مین اور کہکشان نہین ہو کچھ فرق
نہ تو تمیز اس ابرو مین اور ہلال مین کچھ

نہین ہے عشق مین اک حال کچھ نہ پوچھو حال
کبھی فراق مین کچھ ہے کبھی وصال مین کچھ

گئے دماغ سے کون درد سر کے سوا
نہین ہے فائدہ واعظکی قیل وقال مین کچھ

نہین ہے دل ہی فقط زلف مین اسیر دام
کہ جان بھی ہے گرفتار اس بال مین کچھ

نہ دیتے وہ لب شیرین جو ایسے تلخ جواب
اگرچہ زہر گھلتا نہین سوال مین کچھ

قفس کے ٹکڑے اڑا دی جو پھڑکے ای صیاد
اگرچہ دم نہین مرغ شکستہ بال مین کچھ

سوائے نالۂ و فریاد و گریہ و زاری
ہمین تو خوش نہین آتا غم و ملال مین کچھ

جو سر نوشت مین ہے اے ظفر خدا اسکے
نہ استخارہ مین معلوم ہو نہ فال مین کچھ

ردیف یائے تحتانی

پر اشک مژہ بیان ہے آہ دل سوزان ہے
وہ سرو چراغان ہے وہ شمع شبستان ہے

خال اسکے نہین کچھ خیر ہے جلوہ کنان دیکھے
وہ انجم افلاکی اور وہ مہ تابان ہے

تیری نگہ و مژگان کیونکر نہون اب قاتل
وہ ناوک پران ہے وہ خنجر بران ہے

کب خال زنخدان مین اب اُسکے جھمکتا ہے
یہ یوسف مصری ہے اور وہ مہ کنعان ہے

اے غنچہ دہن سیر تو سرو گلستان ہے	دل کیون نہ شگفتہ ہو تو بھی گل خندان ہے
دل سوختہ ہے اک عالم روشن ہے سبھی تجھسے	پروانہ مین تیرا ہون تو شمع شبستان ہے
ٹھہرے ہین مژگان مین لخت جگر اپنے	ہنگام مین یہ ہر دم کیا سیر چراغان ہے
کیا پان کی سرخی ہے لب پر ترے اے کافر	دیکھے سے خجل جسکو ہر لعل بدخشان ہے
اس آبلہ پائی کی دولت سے مرے یارو	سرسبز جہان دیکھو ہر خار مغیلان ہے
کیا اسکے چمکتے ہین دندان مسی آلودہ	یہ خانۂ نیلم مین الماس نمایان ہے
جانا مرے پہلو سے ہر دم نہ ذرا کیجے	تو ہی مرا جانا ہے اور تو ہی مری جان ہے
دیکھا اسے پردے مین پنہان ہے نہین بجلی	یہ گرم شرارت مین آہ دل سوزان ہے

وہ غنچہ دہن اپنا ایسا ہے بصد خوبی
الفت مین ظفر جسکی دل چاک گریبان ہے

رخ خورشید نے وضع یہ اپنی نکالی ہے	کہ جو دیکھے ہے سو کہتا ہے یہ بسم جلالی ہے
تماشہ مجکو دکھلانے کو مہر و ماہ نکل بازیگر	سحر تحت الثریٰ سے پھینکا خورشید تھالی ہے
تفکر مین ہون نہین کب سے ترے مضمون قامت کے	الف کر سرو کی با مصرع دیوان عالی ہے
نہ سمجھو انکو مژگان دیدۂ تر پر کے ہر دم	اٹھی دریا کی جانب کو گھٹا امڈ آئی کالی ہے
برنگ غنچہ باغ دہر مین کیا فکر زر کیجے	بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے
مجھے کیون دیکھکر تم ہر گھڑی اب لب ہلاتے ہو	کہو سنکھ ہے اے پیارے اگر دینی جو گالی ہے

یاد مین تیری جو مین خود رفتہ ہون آرام جان
اس لیے رہتی ہے اب ہر دم فراموشی مجھے

کیا کہون مین حال یہ اپنا کہ اسکے ہجر مین
بستر اندوہ پر رہتی ہے بے ہوشی مجھے

جو نہ ہونا تھا سو اپنے دور مین تو کر چکا
اے فلک کرنے دے اس سے اب تو سرگوشی مجھے

جی نکل جاتا ہے پھر اُس دم شب مہتاب مین
یاد جب آتی ہے پہنے اسکی تہ پوشی مجھے

ہے تصور کس پری رخسار کا یارب مدام
صورت تصویر جو رہتی ہے خاموشی مجھے

گردش ایام کے ہاتھون سے ابکی اے ظفر
ساتھ تیرے یہ میسر کب ہے مے نوشی مجھے

سلک گوہر جو بفرق بت لیے پیر ہلے
وے بالون اسی باعث نہ تیری گرہ کھل جاتی
آپ کچھ دیتے ہیں جو بھوون کو جنبش
دل کو گردش نہ ہو بت رنگ کو محفل مین سے

کہکشان کی بھی شب تیرہ مین تحریر ہلے
تا دھمک سے نہ کوئی حلقۂ زنجیر ہلے
کہین بھولے خیال سے اس دل کی نہ تعمیر ہلے
گرچہ فانوس خیالی مین نہ تصویر ہلے

دیگر

لاک سکے سونی نہ تیرو تیر پا سنگ اُس کے پر
گر حنا تو اپنی آنکھوں کی ترازو پر دھرے

تیری قد سے ہمسری کرتے جو دیکھے فاختہ
آرۂ شہپر سر سرو لب جو پر دھرے

شب کو ساتھ اُس سیمتن کے جب تجھ سونیکا مرا
ران رکھے ران پر بازو بہ بازو پر دھرے

بھیگتا دیکھا نو جسنے شب تاریک کو
دھیان وہ تیرے عرق آلودہ گیسو پر دھرے

عاشق جانباز تیرا زندگی سے ہاتھ دھوئے
آج تیرے روبرو ہے سر کو زانو پر دھرے

اپنی ترک چشم سے کہدے کہ انگشت خرد
آبداری دیکھنے کو تیغ ابرو پر دھرے

پھر نظر دیکھے نہ گل کو باغ مین پھر اے ظفر
صبح بلبل کان کس تقریر گلرو پر دھرے

تو وہان خوش ہو کے سر غیرون کے زانو پر دھرے
حیف یہان روتا ہون مین رومال ابرو پر دھرے

دیکھ لے جو کوئی تیرے مہ جبین رخسار کو
نام حسن چین کے ہزار و نین وہ مہرو پر دھرے

لخت دل مژگان تر ہین دیکھ مردم نے کہا
یہ دئیے کسنے جلا کر ہین لب جو پر دھرے

چیر کر پہلو سے دل اسکا نکالے دیکھیے
وہ نگہ جاتی ہی ہر دم آہ جاکو پر دھرے

ملے ہی تو لگا آنکھ بوسہ جھپٹ کر دیکھنا
گال وہ اپنا اگر اب میرے قابو پر دھرے

الحذر مانگین شکر کیونکہ تجھ سے ہم قاتل کہ تو
دیکھنے کا جو ارادہ تیر لوہو پر دھرے

آہ یار دیکھیے کیونکہ بچین غمزہ سے ہم
یا نزاکت وہ پھرین ہاتھ پہلو پر دھرے

لکھ غزل ایسی ظفر جسکا ہر اک مصرع یہان
لعل سو سو خوشخطون کے لب ادا برو پر دھرے

لایا ہون تصدق کو تری مرغ دل اپنا
کیا خوب ہو پر اُسکے اگر کھول اُڑا دے

اُس محبت کا کہا مان نہ تو راہ خدا مین
دروازہ خزانے کا ذرا کھول اُڑا دے

جوش گریہ سے نہ کچھ دیدۂ تر بیٹھ گئے
ہے یہ طوفان کئی ہمسایون کے گھر بیٹھ گئے

دیکھنا ہم نہین اُٹھنے کے میان حشر تلک
جسگھڑی در پہ ترے کھول کمر بیٹھ گئے

کیا ہوا مست ہو خفا باد ال پر داغ جو ہم
تیرے پہلو مین ذرا رشک قمر بیٹھ گئے

دشت وحشت کو کرونگا دہین مین سرسبز
آبلے پاؤن کے یہ میرے اگر بیٹھ گئے

کیا کرین صاحب فن یارد تباؤ مجکو
قدردان اُٹھ گئے سب اہل ہنر بیٹھ گئے

ترے آتے نہین اب جو نظر اے دیدۂ تر
آہ اشکون نہین کہین لخت جگر بیٹھ گئے

چھوڑتا جان سے کب تیر نگہ وہ ہمکو
دور سے ہم بھی اُسے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

منزل عشق بہت دور ہے اللہ اللہ
ایک گام مین تم تھک کے ظفر بیٹھ گئے

اُسے لاؤن مین نہون چشم تر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

جو وہ آوے مین نہ کرون نظر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کبھی دل یہ چاہے ہے بوسہ لون کبھو چاہین ہے کہ گلے لگون

ولے کیا کرون ہے لب شکر نہ یہ ہو سکے نہ وہ ہو سکے

کچھ ہوش مین بھی آنے دے مجکو خدا سے ڈر
ای بیخودی چلی ہے تو لیکر کدھر مجھے

مرتا ہون دے تو بوسۂ لب کیہ بات پوچھ
بھاتا نہین ہے شربت قند و شکر مجھے

روز وفات کا تو خطر کچھ نہین مجھے
ای ہمنشین ہے شب ہجران کا ڈر مجھے

دریا کا پاٹ تختۂ دامن تو بنگیا
اور اس سے کیا دکھائیگی یہ چشم تر مجھے

جا اک قفس سے دیکھ رہا ہون طرح چمن
صیاد ہے نہین ہوس بال و پر مجھے

جلوہ اسی کا دیر و حرم مین ہے اے ظفر
آتا نہین ہے اسکے سوا کچھ نظر مجھے

جب سے وہ چھٹا ہاتھ سے دامان ہمارے
ہے تب سے جنون دست و گریبان ہمارے

بالین پہ دم نزع بھی آیا نہ ستمگر
سب رکھے ہی دل ہی مین ارمان ہمارے

ہم بسکہ ہین کشتہ تری اس تیر نگہ کے
خوبان جہان جاتے ہین قربان ہمارے

کہتے ہین کہ تیغے کو دھر اسان پہ اسنے
یہ سنتے ہی بس اڑ گئے اوسان ہمارے

لخت جگر و اشک ہین حاضر ترے آگے
یہ لعل ہین وہ گوہر غلطان ہمارے

جمعیت دل تیرے سبب سب وہ ہین برہم
کیون ضد سے ہین تری زلف پریشان ہمارے

آیا ہے ظفر پھینک کے پوشاک وہ گلگون
قاتل نے کیے قتل کے سامان ہمارے

افسون سر زلف دل نالان مین پھونکے
ڈرتا ہون کہ دل اسکے نہ کچھ کان مین پھونکے

ہی ہلاتا حلقۂ زنجیر کوئی آشنا
آپ کا ہو گا اُسے دیکھو بلاؤ کون ہی

رشتۂ الفت مین جو باندھے لیے جاتا ہی وہ
یار وا سکپیچ سے مجکو چھڑاؤ کون ہی

جو مجھے اُس شمع رو سے آن مین دیوے ملا
یان بڑا دلسوز میرا اب بتاؤ کون ہی

آشنا اور غیر کی صورت نہین رکھتا کوئی
اب تو بے وسواس میرے پاس آؤ کون ہی

متہم کر کے ظفر کو پوچھے ہو لوگون سے وہ
کسنے میرے در پہ دی دستک بتاؤ کون ہی

چاندنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کیے
اور ہم اُنکا رُخ رشکِ قمر دیکھا کیے

کیا کہون کیونکر تجھے رشکِ قمر دیکھا کیے
وہ نظر آئے نہ جنکو ہم نظر دیکھا کیے

شب تجھے کیا ہم ہی ای رشکِ قمر دیکھا کیے
ماہ و پروین بھی ترا رخ تا سحر دیکھا کیے

کچھ ہوئی تسکین تجھ بن اس دلِ حیران کو
گو تری تصویر ہم آٹھون پہر دیکھا کیے

آہ آتشبار سے دل اور جگر جلتے رہے
ہای تم ای مردمان چشم تر دیکھا کیے

تم نظر آجاؤ شاید اس ہوس مین آج ہم
صبح سے تا شام سوے رہگذر دیکھا کیے

ہمکو خاک و خون مین غلطان ہی رہے آپ وہان
وہ تماشا ای دلِ خستہ جگر دیکھا کیے

صبح ای گلرو تری آنکھونکو چشمِ شوق سے
کیا فقط گلہاے نرگس بھر نظر دیکھا کیے

لالہ و گل بھی ترے رخسارۂ رنگین کو
باغ مین جبتک رہا تو جلوہ گر دیکھا کیے

گر نہین ہی ربط کچھ باہم تو پھر محفل مین شب
تم اُنھین اور وہ تمھین کیون اے ظفر دیکھا کیے

دوان ہے قافلۂ اشک سوے ملک عدم	فغاں نہ کیونکہ یہ دل صورت جرس کرے
یہ کون بادہ پرستی ہے ساقی گلفام	جو جام جو ترے ہاتھوں سے دو بس کرے
فراق یار میں تنکا بنا ہے سوکھ کے تن	ہواے عشق یہ برباد مثل خس نہ کرے
جو اسکی جان پہ گذرے ہے وہ ہی جانے ہے	خدا کسی کو جہاں میں کسی کے بس کرے

کمند زلف بتاں میں پھنسا یہ دل بیوجہ
ظفر وہ کیونکہ رہائی کی اب ہوس کرے

ہر ایک جا ہے فغاں ہر مکاں میں غل ہے	یہاں سے کون گیا جو جہاں میں غل ہے
ہوا ہے آہ کہیں گم وہ یوسف مصری	عزیزو آج جو یہ کاروان میں غل ہے
یہ کس کی آمد آمد سے رفتگی ہے یہاں	کہ چپ ہیں بیٹھے ہوے اور کان میں غل ہے
یہ دل نوازی مطرب ایسی ہے مجلس میں	کہ آن میں ہے خموشی تو آن میں غل ہے
رہے ہے آہ سدا دست اہل وجہ بلند	یہ خیمۂ کہن آسمان میں غل ہے
سنا ہے ہمنے یہ قال و مقال و زراست	ہنوز آہ وہی اپنے دھیان میں غل ہے

ہوئی نہ فتح و ظفر بادشاہ اکبر شاہ
ہر اک طریق پہ ہندوستان میں غل ہے

بجاے اشک اگر دیدۂ پر آب گرے	جو طفل دوڑ چلے کیوں نہ وہ شتاب گرے
جدھر کو جاوے تو گلگوں ناز کو چھیڑے	جہان لیسے کو پھر بوسۂ رکاب گرے

دیگر

جلد اول دیوان ظفر

یہ چمن حسن کی رنگت گئی تازی بدلی	گلبدن تو نے جو پوشاک پیازی بدلی
منھ کیا کعبہ کے رخ ابروِ جاناں سے پھرا	جائے سجدے کی عبث تو نے نمازی بدلی
کئے دن شہ اور رخ دل اسکے یہوں اسپ سپید	گنجفے مین جو کچھ اُس شوخ نے بازی بدلی
کوئی رکھتا ہی بھلا صاف دلو نسے بھی غبار	شیشہ گر کیا روش آئنہ سازی بدلی
ہم حقیقی سے سمجھتے نہ تھے کم تجکو اب	تیری تاثیر گئی عشق مجازی بدلی
گرچہ پروانہ ہوا رات کو دلسوزی سے	شمع محفل کے نہ پر دل کی گدازی بدلی

لکھ یہ تبدیل قوافی غزل اک اور ظفر
ہمنے سلک دُرِ مضمون کی درازی بدلی

شرط رونیکی جو اُس چشم سے جھٹ پٹ بدلی	دل برسنے سے گھٹا کر گئی پھر سٹ بدلی
اُسنے شب کو یہ مرے ساتھ رکاوٹ بدلی	بائین کروٹ سے نہ پھر داہنی کروٹ بدلی
ہمسری زلف پریشان سے کسی کی اب ہو	اندتون آہ نہایت ہی گئی لٹ بدلی
آبرو تیری ابھی خاک مین مل جائیگی	دیدۂ تر سے نہ روکش ہو یہ سے ہٹ بدلی
دیدۂ تر پہ مرے سایۂ مژگان کو دیکھ	مردمان بولے کہ آئی شب گھنگھٹ بدلی
بندش اُس رشک قمر کی کہون کیا جو ٹیکی	چاند کے پیچھے پہ مارے ہو جھرمٹ بدلی
پڑھکے مین سورۂ اخلاص نہ دم کیونکہ کرون	روز اُس مصحف رو کی ہے سجاوٹ بدلی
شوق سے گھر مین مرا نکو آیا ہے کبھے	برق سی ہے یہ لیے ہاتھ مین ڈیوٹ بدلی

حقیقت ابرو و مژگان کس کی اپنی

شبنم تری کب اشک فشانی سے بجھے ہی
کب حرص تری آب دمِ تیغ سے قاتل
بیمار ہون یہ عشق مین ہو خوار سپر کے
کسطرح نہ یوسے لون عزیزو کہ مری پیاس
درمان تپِ عشق عزیزو نہ کرو تم
سوزش کوئی جاتی ہی یہ میخوار کی دل کے

کیا آتش گل ہو نہین پانی سے بجھے ہی
سیری فقط اس تشنہ دہانی سے بجھے ہی
پانی مرا لوہے کی تہانی سے بجھے ہی
چاہِ ذقن یوسفِ ثانی سے بجھے ہی
دل کی طپش اس دلبر جانی سے بجھے ہی
ای ابر تری فیض رسانی سے بجھے ہی

وہ ماہ لقا کیون نہ ظفر ہو عرق آلود
ہوتا ہی طلا گرم تو پانی سے بجھے ہی

کہون کیا حال چشم و دل شکایت اسمین دو کی ہی
بیانِ عشق ہی مشکل شکایت اسمین دو کی ہی
جگر اور دل کی کیا پوچھے ہو بس یہ ذکر جانے دے
کہون کیا خاک ای غافل شکایت اسمین دو کی ہی
الم اور غم سے جو گذرے جگر پر یہ نہ کھلواؤ
نہ پوچھو آہ کیا حاصل شکایت اسمین دو کی ہی
کہون کیا شمع اور گلگیر کا مذکور مین تجھ سے
سراپا شاہدِ محفل شکایت اسمین دو کی ہی

دیگر

[illegible]

کیونکہ دل پنجۂ مژگان سے رہائی پائے | خنگل باز سے کب مرغ چمن چھوٹے ہی
کب تلک رو ئیگی دل سوزی پروانے | کوئی اس دل کی لگن شمع لگن چھوٹے ہی
پیچ ہی ہوتی ہی یہی آہ عزیز و چاہت | آہ یوسف سے وہ کب چاہ ذقن چھوٹے ہی
روبرو اس بت کافر کے ہوائی سبکو | منھ پہ مہتاب کے ای چرخ کہن چھوٹے ہی
لاکھ تو مجھ سے نہ مل پر تری الفت اللہ | کب مرے دل سے بت عہد شکن چھوٹے ہی

رشک مہ شب کو ظفر سے ہی ملاقات مین
کیون تجھے دیکھ کے ای شمع جلن چھوٹے ہی

نے فقط کوہ الم کا اس بدن پر بار ہی | کچھ تو اپنے دل پہ ہی کچھ اُسکے تن پر بار ہی
کب عرق سے عارض غنچہ دہن پر بار ہے | قطرۂ شبنم سے کیا برگ سمن پر بار ہی
کہدو شیرین سے کہ اپنا رکھ قدم تک آنکر | گل کے رکھنے سے مزار کوہکن پر بار ہی
جنبش ابرو ہی کافی ہی ہمارے قتل کو | تیغ کے لینے سے دست یار تن پر بار ہی
تجکو فرش چاندنی پر دیکھکر ای رشک ماہ | پھر دکھاتا پنبۂ چرخ کہن پر بار ہی
بار اسباب جہان سے کب ہی آزاد وہ کہ کام | کسنے دیکھا گردن سرو چمن پر بار ہی
دیکھ ای پروانۂ دلسوز تیرے عشق مین | سر کا دینا کچھ بھی شمع انجمن پر بار ہی
وہ سبک رو ہونی دیا جان چمن خاک | کچھ ہوا کا بھی نہ میرے پیرہن پر بار ہی
ای ظفر کب تک کہون اُس بیوفا بار بار | یان تلک آ نا ثبت پیمان فکن پر بار ہی

جلد اول دیوان ظفر

[illegible]

ڈرتا ہوں تنگی میں جو میں اپنی ست لا کر میں
دو کے جو بجلی نہ ... سے آجائے انھیں
سر اور دل صد چاک ایک کو شانے
باہم تو کاکل تری بچھے کی سکھائے انھیں
دو کے غصے نہیں دیتے ہیں یہ نالۂ افغان
اب در پردہ تم سے پوچھتا ہوں بھلا سے انھیں دو کے

منع دربان کو کردے کہ نہ روکے ہمکو	ورنہ اک روز ترے سر کی قسم ٹھوکیں گے
نام لکھ رکھینگے ہم تیرا نگین دل پر	نقش سکہ نہیں بر روے درم ٹھوکیں گے
کہکشان سے نہیں تھمنے کی دلا سقف فلک	گر پڑیگی یہ جو ہم آہ کا خم ٹھوکیں گے
اپنے ہوتے ترے گھر آئیں گے اغیار اگر	ہم کہے دیتے ہیں انکو ابھی دم ٹھوکیں گے
تو چھوڑا تاہی رہیگا یہ نچھوڑیں گے وے	ہاں بہت کہنے سے تیر اُسے کم ٹھوکیں گے

یون تو لڑتے نہیں پھرتے ہیں ظفر لیکن آہ
کوئی اُلجھے گا جو ہمسے تو صنم ٹھوکیں گے

آنکھیں ہیں یہ وہ بس میں دل آئے انھیں دو کے
مارے سے دو عالم بھی مرجائے انھیں دو کے
کب واعظ و ناصح اب چپ رہتے ہیں بکنے سے
ملنے سے ہم اے یارو باز آئے انھیں دو کے
گو کوہکن و مجنون تھے عشق کے کوچے میں
پر ہم بھی تو رہتے ہیں ہمسائے انھیں دو کے
بے وجہ تری زلفین ہیں دام بلا یک سر
پھندے میں یہ مرغ دل الجھائے انھیں دو کے

آنکھوں نے نہ بتلایا اس چاہ زنخدان کے	ہم ڈوب گئے یارو بہکائے انھیں دو کے

یہ عشق و محبت کا ہے کام ظفر
پیدا جو دو والشد ... است ہو سکھلائے انھیں

دیگر

دیگر

یقین ہے یہ کہ قاصد نامہ لیکر آوے ہی آوے

کل آوے پرسون آوے پر مقرر آوے ہی آوے

خیال زلف ہو جسکو پریشان کیون نہ وہ رہوے

ضرر اُسکو اسی سودے مین یکسر آوے ہی آوے

یہی ڈر ہے مجھے پل مین ڈوبو نامت دو عالم کو

ترے رونے سے طوفان دیدۂ تر آوے ہی آوے

نہین دیکھی ہے ای ابرو کمان تو نے کشش دل کی

نہ آتا ہو اگر کوئی تو کھینچکر آوے ہی آوے

یہ سب جھوٹے ہین جو کہتے ہین راز عشق چھپتا ہے

جو ہووے بات دل مین سو وہ منھ پر آوے ہی آوے

یہ ہے وہ عشق کا میدان کوئی کیا خاک خم ٹھوکے

خراش دل سے میرے خون اب تر آوے ہی آوے

خلش کرنا نہ کر تو دمبدم پر نشتر مژگان

کہ بس جا گیو ورستم کو بھی اب ڈر آوے ہی آوے

ظفر اب یاد ہے ہمکو وہ تسخیر سلیمانی

پری بھی ہو پرستان مین تو اُڑا کر آوے ہی آوے

سکھائی تمکو جو ہین گی باتین ہماری جانب سے آہ الٹی
اسی سبب سے ہے میرا صاحب تمھاری ہمسے نگاہ الٹی

ہوا ہے پھر کے دوبارا یکسر یہ تیرہ بختون کا روز روشن
تمھارے رخ سے جو اُڑ کے شب کو ہوا ہے زلف سیاہ الٹی

کیا ہے خورشید خاوری کو سپہر گردان کے سر برہنہ
سحر تمامی کی اپنے سر پر جو رکھ کے اُسنے کلاہ الٹی

نہ کر تو کچھ دل مین اپنے ہرگز خدا جو چاہے گا وہی ہوگا
بس اپنی قسمت پہ رہ تو شاکر وہ خواہ سیدھی ہو خواہ الٹی

عمل کرا سپر ہے راستی یہ سُنا بزرگون سے ہی ہمیشہ
کبھو نہ منزل تلک وہ پہونچا چلا ہے جو کوئی راہ الٹی

رکھو ہو غیرون سے روز صحبت نہ پوچھو انکو کہ جو ہین عاشق
کہے نہ کیونکر تمام عالم تمھاری ہانکی ہے راہ الٹی

تمھارے دشمن مدام رویین ظفر ہے تیر نگاہ و ابرو
نہو نگے سر سبز بھی وہ ہرگز گواہی دے ہین گواہ الٹی

ہو رہا نشہ جام مے گلگون مجھے	شیشۂ دل ہے بہت نازک وہ کیونکر دون مجھے
پوچھتا ہے کون شہر عشق مین مجنون مجھے	اک دیا تقدیر نے ہے گوشۂ ہامون مجھے

دیگر

[illegible]

سو کر تونے ہین اسو جہ سے یکسر گوندھے
جیسے شیرازۂ مصحف کو ہے دلبر گوندھے

چشم نے جوگ کیے ہے تصور مین لیا
سیلی تار نگہ اشک وہ کیونکر گوندھے

موج دریا پہ ہوین پڑتی شعاع خورشید
جیسے زنجیر طلائی کوئی زرگر گوندھے

کہکشان نکلی شب تیرہ مین ہرے بدم
مانگ مین اُس بُت مہوش نے ہین گوہر گوندھے

داغ حسرت سے یہان بھر گیا سینہ میرا
ہا پھولون کے جو تونے بُت کافر گوندھے

اشک کو لخت جگر سے ہے علاقہ اپنے
چشم کسطرح سے جوہر کا نہ زیور گوندھے

ہو ظفر کیونکہ نہ گونہ شب ہجران میری
اپنے وہ شوخ فتح پیچ جو سر پر گوندھے

یہ جد ہے بت عزت مآب کے پیچھے
سواد شام ہے یا آفتاب کے پیچھے

دل اسکی چشم سے کیونکر بچے بھلا اپنا
کہ ہر صید کے شاہین عقاب کے پیچھے

ہر ب کعبہ ہوے آہ ایسے ہم رسوا
جہان مین اس بت خانہ خراب کے پیچھے

سر شک تر سے مری آستین مژگان نے
گہر کے تکمے ہین ٹانکے حباب کے پیچھے

نہ ایک گام لگا توسن صبا ہمراہ
چمن مین ہو گیا اُس مہ رکاب کے پیچھے

زکے ہے چشم کے رو سے کب یہ طفل سرشک
ہزار اسکو رکھے داب داب کے پیچھے

سواد شام کی پہلے ہے رات سے یارو
نہ کیون ہو زلف خط مشکناب کے پیچھے

ہزار جور کرے وہ برا نمان ظفر
رقم کرا سکو بھی فرد حساب کے پیچھے

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

ظفر گرداب دریاے سخن کا تو شناور ہے
بدل اب بحر تا خوش ہو طبیعت ہر سخندان کی

ہے آنکھ لگی رہتی یہان بادہ کشان کی
باعث خفگی کا تہین معلوم بتان کی

اس اشک کے قربان کہ مقراض مژہ سے
بیعت نکرین کیونکہ بھلا پیر مغان کی

پہونچی ہے صدا کیا مری فریاد و فغان کی
ہنسنے کا یہ عالم ہو کہ ہوتا ہو نہین بیہوش

کی تن پہ مرے قطع قبا آب روان کی
مرجھائی ہے کیونکر یہ گل زخم دل اپنا

لے لیکے بلا مین ترے دندان و دہان کی
بیزار تری شکل سے ہو جاویگا ناصح

لیتے ہین کہ گلشن مین اب آمد ہے خزان کی
ہو شب کو جو آکر مہ کامل سے یہ وکش

جون شمع جو محفل مین کبھی تو نے زبان کی
بولے کہ کہین گم نکرین راہ مسافر

چھاتی نہ تڑق جا بھلا کیونکر کتان کی
سچ ہو کہ وہی جا کہ جس شخص پہ گذرے

اک شخص نے کل میری کہانی جو بیان کی
آنکھون سے لگا کیونکہ بھلا اسکو نرکھون

اُس بت کو خبر کیا ہو مرے درد نہان کی
آئی ہو جو مرہا تھ جو یہ خاک وہان کی

پائی نہ ذرا گل مین ظفر بوے محبت
جون باد سحر گرچہ بہت سیر جہان کی

ہمارا دل نہین اسکے رشت زنخدان ہے
عزیز دچاہ کنعان ہے ریاد وہ ماہ کنعان ہے

کہان ہے ناخن گل اے صبا گنج شہیدان ہے
جو ہر یک شہید بلبل بھی دست فاتحہ خوان ہے

دیگر

وہ میری گردشمن جہان ہین یہ جان لیجے گا	تمھارے آنکھے جو دستارے ہین بنے

تصور اسکی در دندان کا ہے جو ہمکو ظفر
سخن ہمارے در شاہوار سے ہین بنے

تری چشم مفتن ہین وہ جادہ گیر صحرائی	اگر جسکی دیدہ کو ٹھہرے ہے یہ نخچیر صحرائی
کرے غل کیون نہ ہر بار قیس ہر دم ہو شتاب وحشت سے	بگولا طوق ہے موج ہوا زنجیر صحرائی
نہ پوچھو نقش پای ناقۂ لیلے کے نقشے کو	کہ مجنون کی پرستش کو ہے یہ تصویر صحرائی
کوئی میری طرف سے کہدے خضر پے خجستہ کو	بجز الیاس میرا کون ہے اب پیر صحرائی

ظفر کیا خاک ہے مجنون دشت پیمائی
کہ ہر خار مغیلان ہے نظر مین تیر صحرائی

قطعہ تاریخ

نخلستان دل داشک کو کیونکر کہون یکسان ہے	وہ درغلطان ہے رتبہ ہمسر مرجان ہے
مانا ہے کاکل زلف سنبل رخ ہے رشک یاسمن	سرو قد ہے غنچہ لب ہے خود گل خندان ہے
چشم و رخ کو دیکھکر میری سدا اے سادہ رو	دنگ ہے نرگس یہان اور آئینہ حیران ہے
ابر مین رخشندہ کب ہے برق اے بیرزفلک	وہ ہمارا دود دل ہے نالۂ سوزان ہے
دیکھکر خال زنخدان کیون نہ ڈوبے دل	چاہ کنعان وہ ہے اور یہ یوسف کنعان ہے

ہاتف غیبی سے نکل آئی ندا مجکو ظفر
فکر مین تاریخ کے رہتا تو کیون حیران ہے

دیگر

تری مژگان کے آگے اے گل اندام
جہان دیتا ہے توخنبش بھودن کو
بنا داغون سے دل ہے رشک گلشن
سر صحرا نوردی دیکھکر وہ
بھرے ہے توجوڑا دان دل ایسا
برنگ نقش پا تو در پہ ہمکو
زمین نے پانونپہ پکڑے ہین آیکے

قلم نرگس کی مرفوع القلم ہے
وہان بھونچال کا جرچا صنم ہے
یہان لالہ رخون کا لبس کرم ہے
لگے کہنے کہ سچ کہہ کیا ستم ہے
کسیکی چاہ کا تجھکو الم ہے
ملامت خاک مین یہ کیا ستم ہے
کہ یہان سے اُٹھ نہین سکتا قدم ہے

ظفر پیرون کا تجھکو ہیگا سایہ
کہ جنکی یاد مین تو چشم نم ہے

کوئی کہتا ہے یہ چین جبین موج سمندر ہے
کوئی کہتا ہے یہ ابرو نہین باب سکندر ہے
کوئی کہتا ہے اُسکی مانگ کو ہے کہکشان کا خط
کوئی کہتا ہے پیشانی کو اُسکی ماہ انور ہے
کوئی کہتا ہے اسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا
کوئی کہتا ہے اُسکے رُخ کو یہ خورشید محشر ہے

کوئی کہتا ہے وہ جوڑا نہین مشک نافہ ہے
کوئی کہتا ہے گیسو زلف کیا ہے بوئے عنبر ہے

کوئی کہتا ہے وہ پتلی کمر تار رگ گل ہے
کوئی کہتا ہے نرمی مین شکم مخمل سے بہتر ہے
کوئی کہتا ہے اسکی ناف کو ہے وہ گل نسرین
کوئی کہتا ہے سیلی شاخ نسرین اک سراسر ہے
کوئی کہتا ہے وہ زانو عجب ہے صاف آئینہ
کوئی کہتا ہے ساق سیمگون شمع منور ہے
کوئی کہتا ہے ہر انگشت پا ہے شاخ گل منہدی
کوئی کہتا ہے جو ناخن ہے وہ برگ گل تر ہے
کوئی کہتا ہے اُس قد کو قیامت کا نمونہ ہے
کوئی کہتا ہے وہ قامت قیامت سے بھی بہتر ہے
کوئی کہتا ہے اسکی ہر ادا ہے اک بلا آفت
کوئی کہتا ہے جو غمزہ ہے اسکا اک فسون گر ہے
ظفر جو اس سراپا ناز کی تعریف کی تو نے
مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے مقرر ہے

اُسکے کل کوچہ مین ہم ایسے ہنر گذرے | ایک نے دیکھا نہین سب کی نظر سے گذرے
کیا عجب تیر نگہ سینہ و جگر سے گذرے | پر دیتے تیر کہ آہن کی سپر سے گذرے

دیگر

[illegible]

چرخ ٹیڑھا ہی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
تیر سیدھے ہو کے نہ یہ چرخ پر سیدھے ہو گئے

راستی پر کسکی قامت کی ہوا جو بعد مرگ
دست دعا کے پا عاشق دلگیر سیدھے ہو گئے

سرنوشت اپنی نہ پلٹی اور خط معکوس کے
حرف جو الٹے ہوئے تحریر سیدھے ہو گئے

سیدھے وہ آئینگے گر یہ طالع واژون مگر
اک ذرا ہی آہ بے تاثیر سیدھے ہو گئے

تیری سیدھی بات پر ہوتی ہین ٹیڑھے اے ظفر
جبکہ ٹیڑھی ہین نے کی تقریر سیدھے ہو گئے

تمہو جسکو ترے وصل کی لو ہو وے گی
اسکو پروا نہ صفت کچھ تک و دو ہو وے گی

چاند سی اسکی بنی ہے جو مصور تصویر
شکل ابرو کی بعینہ مہ نو ہو وے گی

عقل و دین ہوش و خرد عشق مین ہم بیچ چکے
جلنس را ایک ہی ہے سو گرو ہو وے گی

دیکھ ناداں نہ ہو تخمہ نکوئی کے سوا
گر کبھی کشت عمل تیری درو ہو وے گی

لاکھ تم منع کرو جبکہ بھر آئیگا یہ دل
ناصحو آنسوؤں کی چشم مین رو ہو وے گی

سنتے ہین ہم انکی رقیبوں سے ہوئی جب خفگی
ہے یقین لوگ جو یوں کہتے ہین تو ہو وے گی

اے ظفر ہے زبان خلق کی نقارۂ حق
یعنے وہ بات کہینگے جسے سو ہو وے گی

عجب کیا گرچہ دریا صرف ساغر ہو تو پی جائے
یہ مے آشام دریا کیا سمندر ہو تو پی جائے

اگرچہ آب تیغ یار آب زندگانی ہے
پیئے پر کسطرح عاشق میسر ہو تو پی جائے

[illegible]

دیگر

[illegible]

ہوتے ہو اک بات پر تم کیون خفا
حال ابھی کہتا ہے سارا ما مجھے

ہمنفس ولب عیسی نفس
کیون نہ لگے دل سے پیارا اب مجھے

جسنے کہ ٹھکرا کے مری نعش کو
زندہ کیا آج دوبارا مجھے

سچ تو ظفر یون ہے کہ جز فخر دین
اور نہین کوئی سہارا اب مجھے

مرض عشق ترا کیا دوا سمجھ کے پیے
جو گھونٹ زہر کی آب بقا سمجھ کے پیے

جگر بکے کرتے ہین مگر سے یہ بادۂ الماس
پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھ کے پیے

کہان نصیب کہ قلیان ہماری ہاتھون سے
ہمین بھی اپنا کوئی آشنا سمجھ کے پیے

مرے لہو کا وہ پیاسا ہے پر اُسے کہہ دو
یہ خون سوختہ جان ذرا سمجھ کے پیے

شراب عشق سے کیفیت بقائے ابد
وہ دیکھے آنکھو جو یان فنا سمجھ کے پیے

تمھارے تشنہ کو بوسہ کو دین جو شربت قند
تو ہی یقین کہ نہ وہ بیزا سمجھ کے پیے

تمھارے پاؤن بھی دھو کے پیے جو عشق زاس
پر اُسکو فائدا کیا اور کیا سمجھ کے پیے

نہ اُسکو فہم کلام اور نہ تجکو ضبط کلام
کہو ظفر سے پیے گر نشا سمجھ کے پیے

آنکھ دیدار کی بند دق دکھا تو دا ہے
کیا کرے دشت مین گر کان آہو دا ہے

لوٹ رہا دل بیتاب ہے ترے پاؤن پہ حیف
رحم آئے نہ تجھے پاؤن تلے تو دا ہے

دیگر

دکھا کر وہ مجھے تصویر مجنون کی یہ کہتے ہین
کہ جو ہوتے ہین عاشق انکی صورت ایسی ہوتی ہے

اٹھا جو برقع فانوس منھ سے شمع محفل کے
ہوا پروانہ جل کر خاک غیرت ایسی ہوتی ہے

ظفر مت پوچھو جو کچھ ہم مین انمین ربط ہے باہم
کرلے یار ایسے ہوتے ہین نہ الفت ایسی ہوتی ہے

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھون سے
تو جو وہان دیکھتے یہان دیکھ جاتے اپنی آنکھون سے

ہمین رونے سے تو کیون روکتا ہے دمبدم ناصح
تجھے کیا ہم ہین یا اشک خون بہاتے اپنی آنکھون سے

بلا سے آپ ہی بیتاب ہم اپنے ہو جاتے
کہ جاتے وہان اور اسکو دیکھ آتے اپنی آنکھون سے

ملائینگے نظر کس سے کہ وہ بیدید ہین ایسے
نہین آئینہ مین آنکھین ملاتے اپنی آنکھون سے

شب فرقت ہمین ای آسمان آنکھین دکھاتا ہی
ستارے ہین نہین ہمکو ڈراتے اپنی آنکھون سے

برنگ اشک سر آلودہ ہم اب ای سیہ بختی
نظر کی خرچ مین ہم سب گراتے اپنی آنکھون سے

تمھاری شوخ چشمی ہے جنے آہو نگیون تنکے
کہ تم انسان کو وحشی بناتے اپنی آنکھون سے

جو وہ آنکھون مین آیا کون اسکو دیکھ سکتا تھا
قسم آنکھون کی ہم اسکو چھپاتے اپنی آنکھون سے

ظفر گریہ ہمارا کچھ نہ کچھ تاثیر رکھتا ہی
آنکھین ہم دیکھتے ہین مسکراتے اپنی آنکھون سے

کل بگڑ کر تو نے خط کو کیا نامہ بر کو آج
اک داغ دل کا کہنہ ہوا یہ تو پھر ہوے
کرتی تازہ فتنہ بپا گردش فلک

کتر سے ہجر روز گل یہ ستمگر نئے نئے
پیدا ہزار داغ جگر پر نئے نئے
لاتی ہے ہمسے روز یہ چکر نئے نئے

اک دل ہوا سکو دیجیے کس کس کو اے ظفر
آتے نظر ہین سیکڑون دلبر نئے نئے

نہاں کب خط رخسارہ دلبر کے نیچے ہے
تصور اسکی مژگان کا مجھے سونے نہین دیتا
طلب کرتا ہے آب خضر آب تیغ قاتل ہے
بنایا خال عارض کے تلے تل اسنے کاجل کا
ہوا ایسی جیسے شاخ گل ہلے اسطرح سینے مین
تری آواز زیر بام سنتا ہو تو پھر دہین
قلق ہے دمبدم گردن تری صید محبت کی
خیال بالش پر پر و نیند اڑتی ہے

لیے بیٹھے کو طوطی اپنی بال و پر کے نیچے ہے
بچھا دیتا کوئی نشتر مری بستر کے نیچے ہے
غرض جو سبز بخت ہے اس گنبد اخضر کے نیچے ہے
ہوا پیدا اک اخترا در اس اختر کے نیچے ہے
کف ساقی کو رعشہ دمبدم ساغر کے نیچے ہے
اتر جا تا دہ کو ٹھے سے بہانا کر کے نیچے ہے
کبھی شمشیر کے اوپر کبھی خنجر کے نیچے ہے
تر جو آستان کا سنگ پیکر کے نیچے ہے

ظفر شیرین سنگین دل سے کیا چالاک دستی ہے
کہ دست کوہکن تو دب گیا پتھر کے نیچے ہے

کسکی ابرو کی مری تصویر آنکھوں میں پھری
سیل ہر سر کی جگہ شمشیر آنکھوں میں پھری

غرض رہی نہ ہمیں کچھ بھی دین و ایمان سے | فریفتہ جو رخ و زلف پر بتان کے رہے

ٹھکانا جب نہ رہا کوے یار میں اپنا
تو اے ظفر یہ بتا ہمکو ہم کہاں کے رہے

ادھر تو موت کی خواہش میں بسمل ہاتھ ملتا ہے | ادھر کو نیم بسمل چھوڑ کر قاتل ہاتھ ملتا ہے
تمنا ہے جسے تیرے لب شیرین کے بوسہ کی | مگس کی طرح اے شیرین شمائل ہاتھ ملتا ہے
کسی کا دل جو لیکر اپنے تو ملتا ہے پاؤں سے | تو کیا کیا حسرتوں سے تیرا بیدل ہاتھ ملتا ہے
چلا محفل سے کسکو چھوڑ کر مہتاب تو ایسا | کہ شعلہ شمع کا اے زیب محفل ہاتھ ملتا ہے
قدم اٹھتا نہیں جب ضعف سے ہمراہ ناقہ کے | تو مجنوں دیکھ کر کیا سوے محمل ہاتھ ملتا ہے
کف افسوس تو ملتے ہیں ہم محو تصور میں | قضا کے شغل میں جسطرح شاغل ہاتھ ملتا ہے
ہمیں بے بوے گل بھاتے نہیں اے غیرت گل اب | چمن میں گل بھی تجھپر ہو کے مائل ہاتھ ملتا ہے
رکھا ہے عشق میں اس راہ پر ہم نے قدم اپنا | کہ جس رہ میں خضر سا سیر منزل ہاتھ ملتا ہے
دیا اللہ نے ایسا کمال عشق انسان کو | فرشتہ دیکھ کر انسان کامل ہاتھ ملتا ہے

ظفر مشکل پسندی تیری سے اب کسکو آتی ہے
سخنور دیکھ کر یہ طرز مشکل ہاتھ ملتا ہے

دبائے دل کو جو مژگان یار ہاتھ تلے | اوچھل پڑے کہ یہ آیا شکار ہاتھ تلے
دیا نشے میں جو گیسو کا تار ہاتھ تلے | جھجک کے لوٹے کہ شاید ہے مار ہاتھ تلے

ہستی کے باغبان کی ظفر پوچھتا ہے کیا
جو کچھ چمن مین جان حنا دل پہ بن گئی

گلشن دل سے جو کچھ گل چیدہ چیدہ آئین گے
لخت دل یا قطرۂ خون چکیدہ آئین گے

دل مین ہے کیا کیا کدورت پردہ منھ پر دیکھنا
آئینہ کی طرح ہو کر صاف دیدہ آئین گے

وحشیون کو اپنے کر رکھو رام گر رم کر گئے
ہاتھ تیرے یہ نہ آہو سے رمیدہ آئین گے

مست غنچہ نہ کھینچین گے ترے سر بار عشق
مثل ماہی صیدگہ مین سر بریدہ آئین گے

مین نمونا انکا خاک رہ جو ہونگی یہ خبر
خاک پر بھی میری وہ دامن کشیدہ آئین گے

اس چمن مین مثل نرگس آنکھ ہووے گی جنھین
جب یہان آئین گے وہ گردن خمیدہ آئین گے

اے ظفر جسدم سُنی آمد غم دلدار کی
پہلے استقبال کو آنسو لے دیدہ آئین گے

سیاہی مردمک کی داغ لالہ سے مشابہ ہے	
	زبس ہر خون مرا جون لالہ سیراب دیدہ ہے
ہمارا جوش گریہ بھی عجب یارو تماشا ہے	
	کہ ہر اک لخت دل سرخاب تالاب دیدہ ہے
ظفر اسکی جدائی مین ہے یہ حال دل و دیدہ	
	کہ رہتا رات دن بیتاب دل بیخواب دیدہ ہے

دیگر

کہان ہے چشم مین دنبالہ اُس ترک پری رو کی	
	نکل آئی زبان ہے منہ سے باہر مست آہو کی
کرے صدقے ہلال دیدہ کو ہو کر بلا گردان	
	فلک پر چھپا مین بھی دیکھے گر رخسار وابرو کی
پھپھولے اشک شوریدہ سے ہو کیونکر نہ کانٹون پر	
	نہین تیزاب سے کم کچھ ہماری بوند آنسو کی
خدا گویائی دے گر رات دن کو تو قسم کھائین	
	تمہارے عارض پرنور کی اور تاب گیسو کی

پلادی آب خنجر ہی مجھے جلدی کے ای قاتل
کہ ماری تشنگی کی تیغ کا گھائل پھڑکتا ہے

برب کعبہ دبا قبلہ ابروی جانانہ میں
برنگ طائر قبلہ نما کیا دل پھڑکتا ہے

ظفر یہ عاشقانہ طرز میں تیرا سخن ایسا
کہ شاعر ہوتا ہے سنکے اور قاتل پھڑکتا ہے

شباہت اُس کی جب دل بسمل میں پھرتی ہے
سلائی زہر کی سی ایک زخم دل میں پھرتی ہے

پھری جو بزم میں تصویر بنکر وہ تو یہ کہتے
یہ پتلی میں اسکی دیکھو تو کیا محفل میں پھرتی ہے

جو عزم کعبۂ مقصد ہے دل سے راہ پیدا کر
کہ زیر راہ اس منزل کی اس منزل میں پھرتی ہے

نظر سے دور ہے لیکن تصور کی عنایت سے
سدا تصویر تیری دیدۂ مائل میں پھرتی ہے

اگر ہے پاس ایمان ترک کر حرص و ہوا غافل
کہ نیت آخرش اس فکر لاطائل میں پھرتی ہے

ظفر اُس نے کبھی بات کچھ مجھ سے سو وہ ہرگز
نہیں آتی زبان پر اور ہمارے دل میں پھرتی ہے

عشق میں کیا ہم بھی ای تقدیر سیدھے ہو گئے
کتنے اس قالب میں پھر کر تیر سیدھے ہو گئے

آتش سودا نے میرے کردیا آتش کو موم
کھل کے ساری حلقۂ زنجیر سیدھے ہو گئے

تو ہوا جیسے نہ سیدھا اور دست شانہ بھی
بال بل کھاؤ تری تصویر سیدھے ہو گئے

کج ادائی سے تری قاتل تعجب ہے مجھے
تن پہ تیرے کیوں خط شمشیر سیدھے ہو گئے

چرخ ٹیڑھائی رہا اور سیکڑوں بانکے جوان
ٹیڑھے ہو کر زیر چرخ پیر سیدھے ہو گئے

تاب رخ تیری جو دیوانہ کری کیون نکرے
آج تو خط نے مرے اور رخ کامل کترا

تیغ مہر گریبان سحر کے ٹکڑے
کیا قینچی سے مرے خط کو کترکے ٹکڑے

تیرے ہین تو ڑکے ٹکڑا سا مجھے صاف جواب
ای طفر تم کہا کے لیے ہو مرے گھر کے ٹکڑے

عقل پر نازہی قدرت پہ نظر کسکو ہے
رات بھر نشۂ شیدا رمین ہین سب بدمست
دیکھہ ہر غنچہ لیے دوش پہ ہی رخت سفر
شعلہ ہو برق ہو مہتاب ہو یا ہو خورشید
بحر الفت مین ہر اک موج ہی کو موج خطر
الشد اللہ دری رازی شب ہجران تیری

سبکو فکر آج کی ہر کل کی خبر کسکو ہے
تو پہ اب کون کری خوف و خطر کسکو ہے
اس گلستان سے نہیں عزم سفر کسکو ہے
لانا خاطر مین مرا رنج سفر کسکو ہے
ہاتھہ دھو بیٹھے ہین ہم جان سے خطر کسکو ہے
صبح محشر تلک امید سحر کسکو ہے

دیکھتا عیب و ہنر اور کا ہے سب کوئی
اپنا معلوم ظفر عیب و ہنر کسکو ہے

رونق گلشن بہار گل جو کم ہوتی چلی
وہ ہوس کیا خاک ہو نخچیر منزل مقصود کو
تھی شمیم زلف جواب فرہجان ناتوان
خاک کوی یار پر شاید کہ ہی قصد نثار

اشک شبنم سے نسیم صبحدم روتی چلی
جو قدم رکھتی ہی کانٹے راہ مین بوتی چلی
اس گلی کو دوش باد صبح پر سوتی چلی
بھرکے دامن مین خوبصورتی گریہ موتی چلی

چھپا لے لاکھ زلف یا رخ کے تل کو پردے مین	
	کہ مجھپر کھل چکا ہے میرا قاتل ہے تو بس یہ ہے
ملے دانے سرشک خون کے اور خون کے پھپھولون کے	
	ہمین کشت محبت سے جو حاصل ہے تو بس یہ ہے
سوا دل کے جگر کس کا چڑھے منہ اسکے مژگان پر	
	کہ اس فوج صف آرا سے مقابل ہے تو بس یہ ہے
اگر ہم دیکھیں اسکو اٹھا دے اپنی ہستی کو	
	اگر تجھ مین اور ہم مین یہ وہ حائل تو بس یہ ہے
ہوئے صید محبت سب تڑپ کر سرد لیکن دل	
	دم گرم طپش اک نیم بسمل ہے تو بس یہ ہے
کنارے گور کے جب عشق مین پہونچے تو یہ جانا	
	کہ اس دریائے بے پایان کا ساحل ہے تو بس یہ ہے
دل انسان نہ کیونکر مسند آرائے محبت ہو	
	کہ یہ منصب ہے اسلئے اسکے قابل ہے تو بس یہ ہے
محبت مین کمال ایسا ظفر پہونچا گئے مجنون	
	کہ فن عشق مین استاد کامل ہے تو بس یہ ہے

جلد اول دیوان ظفر

شمشیر برہنہ مانگ غضب بالون کی مہک پھر ویسی ہے
جوڑے کی گندہاوٹ تہر خدا بالون کی مہک پھر ویسی ہے

آنکھین ہین کٹورا سی وہ ستم گردن ہے صراحی دار غضب
اور اسمین شراب سرخی پان رکھتی ہے جھلک پھر ویسی ہے

ہر بات مین اُسکی گرمی ہے ہر ناز مین اُسکے شوخی ہے
قامت ہے قیامت چال پری چلنے مین پھڑک پھر ویسی ہے

گر رنگ بھبھوکا آتش ہے اور بینی شعلۂ سرکش ہے
تو بجلی سی کوندے پڑتی عارض کی چمک پھر ویسی ہے

نوخیز کچین دو غنچہ ہین ہے نرم شکن اک جنسر مین گل
باریک جون شاخ گل رکھتی ہے لچک پھر ویسی ہے

ہے ناف کوئی گرداب بلا اور گول سرین رانین ہین صفا
ہر ساق بلورین شمع حیا پانون کی کفک پھر ویسی ہے

محرم ہے حباب آب روان سورج کی کرن ہے اسپہ بنٹ
جالی کی کرتی ہے وہ بلا گوٹے کی دھنک پھر ویسی ہے

وہ گاوے تو آفت لائے ہے ہر تال مین لیوے جان نکال
ناچ اسکا اٹھائے سو فتنہ گھنگرو کی جھنک پھر ویسی ہے

شوق سے گالون پہ تیرے سر کو رکھکر سوئیے
کس لیے گل تکیہ رکھتے آپ اپنے سر کے تلے

عشق سے اُس سنگدل کے ہاتھ کیونکر کھینچیے
دب گیا ہے ہاتھ اپنا تو پتھر کے تلے

منہ سے اُنکے گر گرا ہو کوئی قطرہ زہر کا
ڈر نہین نیلم کا اُس لعل شکر کے تلے

سر ہمارا رکھ کے تکیہ پر سے کب بوسہ لیا
تم مرے پہلو مین تکیہ پر سے کیون سر کے تلے

تمکو حاجت کیا فسون سازی کی خود جادو ہو تم
کس لیے تعویذ گاڑا آپ نے در کے تلے

شوق بیتابی کوئی کافر بلا ہے دیکھنا
لوٹتا بسمل ہے قاتل تیرے خنجر کے تلے

اے ظفر دود جگر تیرا گھٹا ہے اسقدر
چرخ اخضر دبگیا ہے چرخ اخضر کے تلے

بھڑکی شعلے دل کے جب افلاک مین ملجائینگے
انجم افلاک جل کر خاک مین ملجائینگے

جو نہ پیکان ہو گئے گم تیرے او ناوک فگن
ڈھونڈھ لینگے سینۂ صد چاک مین ملجائینگے

ہیچ ہے نخل حبابہ لالۂ آتشین
کچھ ہماری آہ آتشناک مین ملجائینگے

آنسوؤنکو غیر کے ہے یہ اُنکو نہین ملا
قطرۂ ناپاک آب پاک مین ملجائینگے

دیکھنا وحشت گریبان کو کریگی اتنا چاک
تا بدامن چاک جا کر چاک مین ملجائینگے

ایک سیل غم تو کیا الفت مین سیلاب غم
آکے دریا دل غمناک مین ملجائینگے

اُن سے ملنا اے ظفر تمکو اگر منظور ہے
تو یہ اگر روز اُنکی تاک مین ملجائینگے

طاق ابرو پہ رکھا شیشۂ دل کو تو نے
کہیں ایسا نہو یہ اپنے ظفر اوپر سے گرے

پیام لیکے صبا واں اگر پہونچ جاتی
تو مثل بوئے گل اڑکر خبر پہونچ جاتی

شفق کی جا ابھی لگجاتی آگ گردونکو
جو ایک آہ مری پر شرر پہونچ جاتی

مری نظر کی نہیں پر تو آگیا دیکھو
پری خیال ہے پر ہی نظر پہونچ جاتی

نہ جلتی شمع جو شب بھر کے بل تو پھر کیونکر
سحر کو منزل مقصود پر پہونچ جاتی

جلاتی ایک زمانے کو گردش خورشید
جو میری گرمی داغ جگر پہونچ جاتی

نہ آتا لب پہ مرے ایک حرف شکوہ کا
بلا سے لب پہ مری جان اگر پہونچ جاتی

بہاتی کتنے ہی دریا ہماری سیل سرشک
جو خون دل سے مدد چشم تر پہونچ جاتی

بہار جب تھی کہ پہلے بہار سے صیاد
چمن میں بلبل بے بال و پر پہونچ جاتی

دل انکو بھیج ہی دینا ظفر مناسب تھا
امانت انکی تھی یہ انکے گھر پہونچ جاتی

فلک ہجر میں آرام کہاں ہوتا ہے
ہول دل رات کو دن خفقان ہوتا ہے

کون دل سوختہ سرگرم فغاں ہوتا ہے
روز کیسا تری کوچہ میں دھواں ہوتا ہے

مجھے اس یک تصور کی نہوں میں کیونکر
یہ وہیں ہو سکتا ہے یار جہاں ہوتا ہے

مجھے ڈر ہے کہیں ہمسایونکی گھر بیٹھ نجاین
ایک دریا مری آنکھوں سے رواں ہوتا ہے

دیگر

[illegible]

اپنی ابرو کی مری تصویر رکھ دو سامنے
ورنہ کاٹونگا گلا شمشیر رکھ دو سامنے

غنچۂ گل رشک گل کی ہست رکھو پیش نظر
میرے دل پہلو کو تیر چیر رکھ دو سامنے

کون کہتا ہے کہ ابرو سے مخطط کے سوا
دوستو قرآن مع تفسیر رکھ دو سامنے

گر ایسیں اُس ستمگر کی ہے جلاد و خوشی
کاٹ کر سر اپنے تقصیر رکھ دو سامنے

کہتا ہے روز جنوں مجکو کہ زندان سے چلو
توڑ کر پانوں کی تم زنجیر رکھ دو سامنے

گر مصور پوچھے کھینچوں کیونکہ مژگان کی شبیہ
تم برابر جعت نعبت سو تیر رکھ دو سامنے

آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھیں دل غنی ہے اسقدر
گر ظفر سو نسخۂ اکسیر رکھ دو سامنے

نہ ہنسو دیکھ کے تدبیر کو پلٹے کھاتے
دیر لگتی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے

دل کو دیکھو مرے بیتاب نہ دیکھا ہو اگر
تو نے مچھلی کسی نخچیر کو پلٹے کھاتے

یوں نظر یار کی ملتی کہ نہ دیکھا سامنے
اس طرح برق کی شمشیر کو پلٹے کھاتے

سانپ سا لوٹ گیا سینہ پہ جب دیکھا تم نے
یاد سے زلف گرہگیر کو پلٹے کھاتے

محو حیرت ترا کس طرح سے بدلے کروٹ
کہ نہ دیکھا کبھی تصویر کو پلٹے کھاتے

بخت برگشتہ عاشق نے نکھایا پلٹا
عمر گذری فلک پیر کو پلٹے کھاتے

اے ظفر اُس سے نہ کر بات کہ دیکھا سو بار
میں نے اُس یار کی تقریر کو پلٹے کھاتے

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

برنگ شام غربت کیا کہون گیا وحشت غربت مین
گلیم تیرہ بختی سے گذاری شب غریبون نے

بسوے تختگاہ دل کہین سلطان عشق آیا
کیا ہے شور برپا آہ و نالہ نے نقیبون نے

گل و لالہ کو کیا کیا دیکھتا خون مین لٹا دینگے
اڑائے طرز نالہ کے مرے گر عندلیبون نے

تمہارا حال مین نے دیکھ محراب دو ابرو مین
نہ رکھا پھر قدم مسجد مین منبر پر خطیبون نے

مرا افسانۂ غم گوش دل سے وہ سنے کیونکر
بھرے ہین کان اُس کان ملاحت کے رقیبون نے

سر محفل ہر اک کو بے گنہ دشنام دیتے ہین
ادب اچھا سکھایا اے ظفر انکو ادیبون نے

دیگر

ہوا مین پھرتے ہو کیا حرص او ہوا کے لیے
غرور چھوڑ دو اے غافلو خدا کے لیے

گرا دیا ہی ہمین کتنے چاہ الفت مین
ہم آپ ڈوبے کسی آشنا کے لیے

جہا نہین چاہئیے ایوان و قصر شاہو کو
یہ ایک گنبد گردون ہے بس گدا کے لیے

شانہ مین حال پریشان ہے ترے سودائی کا
اک کیا کیو دیکھ کر زلفون کو تری شانہ کیے

اے ظفر جانیے انسان کو کے ایسی بات
کہ برا بھی نہ کیے کوئی گر اچھا تو کیے

سجدہ وان کرتا ہر اک اہل صفا خاک پہ ہے
خاکسارون کو ہی معلوم ہے کچھ لطف اسکا
خاک ملگئی یار و در شہوار کی قدر
کون کہتا ہے کہ صحرا مین بگولا آ ٹھا
خاکساری کا اسی شخص نے پایا رتبہ

جسجگہ ترا دستان کف پا خاک پہ ہے
چین بستر پہ نہین جو یہ مزا خاک پہ ہے
اشک آنکھون کا مری جسجگہ گرا خاک پہ ہے
روح مجنون ہے کہ یہ سر بہوا خاک پہ ہے
ہم کو اس کو چہ مین جو بیٹھ گیا خاک پہ ہے

کشتۂ زلف کے مدفن کا پتا ہے وہ ظفر
جسجگہ یار سے بیٹھا ہوا خاک پہ ہے

جام ہے شیشہ ہے ساقی بھی ہے برسات بھی ہے
اندنون بادہ کشی دن بھی ہے اور رات بھی ہے

کچھ تو ہے اپنی طرف سے طلب ساغر مے
اور ساقی کی کچھ امداد و مدارات بھی ہے

شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہے لبریز
خم جو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہے

دیکھنا کیا ضرب نالۂ میرا یہ تاثیر ہے
ابتک چھوٹی نہیں یہان ایک کی گیر ہے

اوڑھلی آندھی میں کس دیوانے کی تصویر ہے
بنگئی موج صبا جسکے لیے زنجیر ہے

کہتے ہیں نافہم جسکو چرخ پر تیر شہاب
وہ کسی نفتہ جگر کا نالۂ شبگیر ہے

عشق کرتا ہے تحون وہان ہوویگی جاری نہر خون
بیستون میں کوہکن جیسا کہ جوئے شیر ہے

یار گو دل کو کریگا صید آئے دریائے حسن
طرۂ پر پیچ تیرا دام ماہی گیر ہے

ہو کہاں سے نکلی تیکی آن بھوونکو دریان
بیچ میزان میں مگر خورشید پر تنویر ہے

حضرت دل بچلے ایسے سی لڑدائی میں
نازکا برچھا ہی جسکی گفتگو شمشیر ہے

اے ظفر مجبے وہ سرکش کیا کریگا سرکشی
میرا نالہ ناک میں دیتا فلک کے تیر ہے

دیکھنا خالی ذقن کو رخ جانان کے تلے
کوکب سوختہ ہے مہر درخشان کے تلے

کاجل آنکھوں کا بہا یار کی مژگان کے تلے
پھول سوسن کا کھلا نرگس و ریحان کے تلے

کب جدا سے ہیں خط عارض جانان کے تلے
ہیں یہ بیضے پر طاؤس گلستان کے تلے

نیش سے چھپتا ہے مار سیہ کو گرے دم
گو نج بالے کی نہیں زلف پریشان کے تلے

نیچے خورشید کی ہیں تاز خطوط خورشید
خط شوق کی یہ داغ دل سوزان کے تلے

وہ سسی تند جبہ دکھا دیوے ذرا خندق با
لے گئے گل منہدی اٹھی سرو گلستان کے تلے

دل سیپارہ کو کھلا تو لٹو ہیں سر اپنی
دیکھ یہ رحل ہے رہا اسی قرآن کے تلے

اشک جگر چمن کیا او دیدہ تر کھائے ہے
رو دگر روتے سو ہمارا آپ جگر کھائے ہے

پنجۂ مژگان مین دل اس خنجر زنگا تھا یون
داب کر جنگل مین جون شاہین کبوتر کھائے ہے

پارہ دل نوک مژگان پر کہان ہو جلوہ گر
مرغ آتشخوار ریتی مین اخگر کھائے ہے

ہم لہو پیتے ہین اپنا گھر مین تیر رشک سے
یان جب فقیر در کے گھر کا وہ شکر کھائے ہے

کیا عجب آئینہ خالی پیشانی سے موزح پر خجل
رشک کس لے ساتھ رہے جب مہر انور کھائے ہے

سوز غم خوار دل کس طرح سے میری نہو
گرچہ آتش تیز ہو لیکن سمندر کھائے ہے

یون خط مین حسن پر زلف وہ لہرا دے ہے
جسطرح سو سانپ بچا اپنے ٹھیکر کھائے ہے

ایکدن وہ تھا کہ ہم کھاتے تھے غم اے تشنہ خو
ایکدن یہ ہے کہ غم ہمکو جلا کر کھائے ہے

جب کبھی کرتے ہین ہم منہ سے بیان احوال غم
ایک عالم اے ظفر افسوس سنکر کھائے ہے

ناز سے گر پلکنی تیری ادھر لگ جائیگی
اور کو کیا مین کہون میری نظر لگ جائیگی

کھینچے جاینگے یونہین ہر دم جو آہ سرد ہم
کپکپی تھر تھر ابھی باد سحر لگ جائیگی

دیکہ خط جلدی پھر آنا ورنہ مر جاینگے ہم
دیر گر تجھکو ذرا بھی نامہ بر لگ جائیگی

میری آنکھون نے مجھے رو رو کے رسوا کر دیا
دیکھیے کس کس جگہ اسکی خبر لگ جائیگی

غنچے سی لگی وہ ہے اک تیر کو آئے ہو
باتون ہی باتون نہین دیکھو دوپہر لگ جائیگی

مرغ جو ری کو نہ کہ گھر سے تم نکلے تو ہو
پھر جدھر جاؤ گے آگ آتش ادھر لگ جائیگی

تمھاری عاشق کو کیا ہوا ہی نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے
وہ مست مجذوب بنگیا ہی نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

ہزار کوئی سیانے لائے کوئی بلائے کوئی کھلائے
جسے کہ زلف کا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

کیا جسے تو نے محو حیرت دکھا کے آئینہ وار صورت
وہ تیری صورت کو تک رہا ہی نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

تمھاری وہ بات ہے دہن مین ہزار انداز ہین سخن مین
چمن مین یہ غنچہ کیا بلا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

طمانچہ سو کوئی منھ پہ مارے چلین ہزار کے سر پہ آرے
جو اس لب لعل پر فدا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

کھلی ہے جس پر کچھ حقیقت وہ کھول کر دیدۂ بصیرت
تماشے قدرت کے دیکھتا ہی نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا
الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہے نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

کرین نکیرین قبر مین گر سوال سو سو طرح سے آکر
جو کشتۂ چشم سرمہ سا ہی نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

غوطہ دریاے محبت مین لگانے کو ظفر
آشنا ہمت تو کرتے ہین مگر دم چاہیئے ٭

قاصد وہ نہ کیونکر خط و پیغام سے چونکے
شب بھر وہ پڑی رہتی تھے منھ اپنا لپیٹے
اللہ ری غفلت کہ یہ بستر پہ ذرا بھی
اس تلخکلامی پہ دل اپنا تجھے کیا دین
تھا شام سے تا صبح بغل مین جو دل آرام
ساقی تری سرکش مین وہ مستی مین بھی ہشیار
اس شور قیامت کا برا ہو کہ عدم مین
سوتے مین سپاہی نے ڈرایا نہین ہمکو

جو خط کے لفافہ پہ مری نام سے چونکے
کیا وجہ کہ ہین آج سر شام سے چونکے
وہ نالۂ آہ و دل ناکام سے چونکے
ہم پہلے ہی ظالم تری دشنام سے چونکے
آرام سے شب سوئے ہم آرام سے چونکے
جو خندۂ مینا و لب جام سے چونکے
سو ذ تھے پڑے ہم عجب آرام سے چونکے
ہم ڈر کے تری زلف سیہ فام سے چونکے

یون مرغ دل اس زلف کے پھندے سے ڈرے ہے
جس طرح ظفر صید کوئی دام سے چونکے

لکھو نگا مین جو خطون مین شکایتین دو دنی
نمک چھڑک کے جو مرہم لگاؤ وہ قاتل
تری نگاہ وہ ہے الحفیظ کی ہے جاے
رقیب نے تجھے بھڑکا دیا ہے آتش خو

بڑھین گی اور بھی قاصد عداوتین دو دنی
اٹھاؤن زخم کے کھانے مین لذتین دو دنی
اگرچہ دل کی کرو نہین حفاظتین دو دنی
کہ بات بات مین اب ہین شرارتین دو دنی

تم نے آج بھی کل کی طرح جو وعدہ وہ کیا ہم سے
دل مین آئی اپنی
ایسے حسن کی اور ہے دل مین
نکالا ہے کہ جو دل ہو گیا ہے جو بھی ایسی
اٹھا یہ ہین عشق مین بے اثر آہ مین
اثر آہ و محبت کا کہ وہ سن کے ہو ان
بے عزت دونون طرف سے عجیب دو دنی

دیگر

عجب خواری مین زیر خاک بھی عاشق
تمھارا ہے
کہ دل مین خار غم چبھتی ہے روح
سنگ مزار ہے
اچھالو سے کے ہاتھون مین
وقت گلعذاری
کو دل مین گل صبر کی سو بار
ہمارا ہے
جمال یار کو دل سے کیونکر
نکالون مین

اُس رخ پہ جو ایک جگہ جھکے بیٹھ جائے ۔ مانند نقش پا مری رہ جھکے بیٹھ جائے
دیتی نہیں صفائی ٹھہرنے نگہ کا پاؤن ۔ اُس رخ پہ ذرہ میری نگہ جھکے بیٹھ جائے
نم گریہ کی ہماری جو پہنچے تو پھر ابھی ۔ گرد دل کے نہ ورق کی بھی تہ جھکے بیٹھ جائے
خیاط تو بہار کی صنعت نہو تو پھر ۔ غنچہ کے سر پہ کیونکہ کلہ جھکے بیٹھ جائے
ٹانکے سے چیونٹے کی وہ بہتر ہی چارہ گر ۔ گر زخم دل پہ اُسکی تہ جھکے بیٹھ جائے
اُس رخ پہ حلقہ زن خط مشکین ہے یون ظفر ۔ دولت پہ جیسے مار سیہ جھکے بیٹھ جائے

جو تماشا دیکھنے دنیا مین تھے آئے ہوئے ۔ کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ پچھتائے ہوئے
فرش مخمل پر بھی مشکل سے جنھین آیا تھا خواب ۔ خاک پر سوتے ہین اب وہ پاؤن پھیلائے ہوئے
جو مہیا کے فنا ہستی مین ہین مثل حباب ۔ ہوتے ہین اول ہی سے بیدار وہ گھبرائے ہوئے
غنچے کہتے ہین کہ ہوگا دیکھیے کیا اپنا رنگ ۔ جب چمن مین دیکھتے ہین پھول کمھلائے ہوئے
غافلو اپنی ہستی پر کہ ہے نقش بر آب ۔ موج کی مانند کیون پھرتے ہو بل کھائے ہوئے
ذی قدم نقش قدم کب بیٹھ سکتا ہے کہ ہم ۔ آپ نے بیٹھے نہین مٹی ہین ٹھہرائے ہوئے
اے ظفر بے آپ حمت اُسکے کیونکر بجھ سکے ۔ نفس سرکش کے جو یہ شعلہ ہین بھڑکائے ہوئے

ہر کہین مجکو تماشا ہی جہان تک سا ہے ۔ کہ تصور ترا ای راحت جان تک سا ہے

دیگر

روکشی کرتا ہی تو ماہ جبین سے لیکن	اسمین نقصان نہ کامل تجھی کچھ ہونا ہے
خواب غفلت مین پڑا سوویگا کب بدمست	ہو تو ہشیار رہو غافل تجھی کچھ ہونا ہے
خاک ہو ہو ولا پہلے ہو تو خاک کہ پھر	نہ ہوا ہو نہ یہ گل تجھے کچھ ہونا ہے

اے ظفر پیش نظر یار کی تصویر کو رکھ
اسکے ہونے سے مقابل تجھے کچھ ہونا ہے

یہ جہان کا آئینہ خانہ پری خانہ سا ہے	جو یہان ہوشیار آتا ہی وہ دیوانہ سا ہی
کوئی اس سے بادہ کش ہی کوئی ہی خونابہ نوش	یہ جو گردون رات دن گردش مین پیمانہ سا ہی
آشنائی گر سو تجھ سے تو ہے کون آشنا	آشنا نا آشنا ہے اپنا بیگانہ سا ہے
جسکو تو نے اپنا جلوہ شمع رو دکھلا دیا	گرد پھرنا تجھ پہ جی سے گر دپروانہ سا ہے
تو کو تو زلف آنکھوں سے تری سلجھائین ہم	یہ ہمارا پنجۂ مژگان بھی اک شانہ سا ہے
علم سینہ ہو تو رشک بو علی سینہ ہی تو	یہ جو سینہ مین تری دل ہی کتب خانہ سا ہے

اے ظفر رونا بڑی دولت ہے اسکے عشق مین
جو ہی قطرہ اشک کا موتی کا اک دانہ سا ہے

راہ صحرائی جنون کی جبکہ ہم لینے لگے	ہر قدم ہر خار صحرائے جنون لینے لگے
واقفے سب ہو گئے معلوم دل کی لاگ سے	جب یہ ہم بند کر کی چشم نم لینے لگے
اور ہجر کی آتش غم اور دل جلنے لگا	سانس جو ہم ٹھنڈی ٹھنڈی دمبدم لینے لگے

دیگر

دیگر

شغل میں دل کو جو مشغول ہو اپنے ہر دم | اس سے بہتر ہے کہ جو شاغل آئینہ ہے

اسکا رخ آئینہ میں دیکھ کے حیران ہوں میں
کیونکہ آئینہ ظفر داخل آئینہ ہے

ملک فنا اور ہے ملک بقا اور ہے | یہاں کی ہوا اور ہے وہاں کی ہوا اور ہے
زندگی و مرگ کا ذائقہ میں کیا کہوں | اسکا مزا اور ہے اسکا مزا اور ہے
قلب مصفا سے کیا آئینہ روکش ہو خاک | اسمیں صفا اور ہے اسمیں صفا اور ہے
ہو تری بیمار کا چارہ طبیبوں سے کیا | اسکو مرض اور ہے اسکی دوا اور ہے
میر الہو یا نو سے دل کی چھپانے ہو کیا | سرخی خون اور ہے رنگ حنا اور ہے
نالۂ ذی میں کہاں دل کی فغان کا اثر | اسکی صدا اور ہے اسکی صدا اور ہے

اسکے ستم کو ظفر کیوں کہ ادا چاہیے
طرز ستم اور ہے طرز ادا اور ہے

لپٹی ہوئی ہے جو آتش عصیان وجود سے | ٹھنڈی نہ ہو دیگی مگر آب سجود سے
مٹ جائیگی نمود تری دم میں اے حباب | کیوں باندھتا ہے اپنی ہوا تو نمود سے
ظالم شکھول تو رخ روشن پہ اپنے زلف | تاریک کر جہاں نہ مری دل کو دود سے
سودائے عشق میں وہی ہوتا ہے کامیاب | بہتر زبان کو اپنے جو سمجھے ہے سود سے
دیکھی ہے حسن نے گردش چشم سیہ تری | ڈرتا نہیں وہ گردش چرخ کبود سے

رہی اتنی بھی طاقت و تاب نہین کہ زمین سے اب اٹھے یہ خاک نشین
ترے کوچے کی سمت بلا سے کہین مرا گریۂ شوق بہا دے مجھے

کئی زخم تو کھائے یہ آج تلک ملی لذت عشق نہ زیر فلک
مرے زخم جگر پہ چھڑک کے نمک مزہ عشق و وفا کا چکھا دے مجھے

لگے بات کا میری ٹھکانا کہان کہ جب ایک سخن مین وہ سحر بیان
کبھی عرش بریں پہ چڑھا دی مجھے کبھی فرش زمین پہ گرا دے مجھے

تہو دام علائق جسم اگر کرون گلشن قدس کی سیر ظفر
کوئی ایسا کامل پاک نظر کہ جو قید سے اس کے چھڑا دے مجھے

دیگر

شوق خار دشت دامنگیر ہے — اور مجنون پاے در زنجیر ہے
جذبۂ دل مین جہان تاثیر ہے — بس وہین خوبی ہے وہین تسخیر ہے
فرق مجھ مین اور مجنون مین نہین — ایک صورت ایک سی تصویر ہے
کیا شگفتہ کر سکے باد بہار — دل نہین یہ غنچۂ دلگیر ہے
غفلت دنیا ہے خواب اے غافلو — عاقبت اس خواب کی تعبیر ہے
مصحف رخ پر تری خط ہے کہان — وہ کلام اللہ یہ تفسیر ہے
دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا — دیکھین کیسی آپ کی تقریر ہے

رگ ہی صحت ہو اُسکی رگ ہو اسکا علاج
عشق کا بیمار کیا جانے دوا کیا چیز ہے

دل مرا بیٹھا ہے لیکر پھر مجھی سے وہ نگار
پوچھتا ہے ہاتھ میں میرے بتا کیا چیز ہے

خاک سے پیدا ہوے ہیں دیکھ رنگارنگ گل
ہے تو نا چیز لیکن اسمیں کیا کیا چیز ہے

جسکی تجکو جستجو ہے وہ تجھی میں ہے ظفر
ڈھونڈھتا پھر پھر کے تو پھر جا بجا کیا چیز ہے

دوستی میں جسکی اپنی جان پر آ بن گئی
وہ بھی دشمن نکلا افسوس کیا مشکل بنی

پھر گئی اس آرزو میں سیکڑوں شمشیر زن
تیرے ابرو کی نکوئی تیغ ای قاتل بنی

کوہکن کا کام کیا تیشہ تھا کاٹھ ہے وہ
ہاں مگر چھاتی پہ رکھنے کو کوئی ہو سل بنی

ملک ہستی سے جو ہے جور راہ ہمارے عدم
کچھ نہیں معلوم آخر کیا مر منزل بنی

آدمی ہو دیسی ہو تو کاش ہو دیوے سنگ ہم
جس سے اسکی تختی تعویذ ہول دل بنی

اس عبادت گاہ میں ہے ہر درستی ہر شکست
جو بنی بیان ہے مگر وہ ہی کر دہ قابل بنی

محو حیرت ای ظفر ہو وین نہ کس صورت سے ہم
آرسی اب اُس پری رخسار کی مائل بنی

جب دم غسل اُسکے گیسو آب میں لہرا گئے
موج نکہر سامنے سے تالاب میں لہرا گئے

اُسکے خط سبز سے سرسبز ہو کے بچھے نہیں
لاکھ سبزے گلشن شاداب میں لہرا گئے

اُس رخ اندروشن پہ گر زلفین ہوا سے ہل گئیں
خوب کالے جلوۂ مہتاب میں لہرا گئے

برنگ غنچۂ و گل اس چمن مین آکے جو دیکھا
دل شگفتہ پہلے خاطر مسرور پیچھے ہے
ظفر کیونکر مبدل ہو سکے تقدیر کا لکھا
کہ جو مغموم پہلے تھا وہی منصور پیچھے ہے

دیگر

ترا خیال نہ مجھکو خیال ہی تو یہ ہے
زہے خیال کو راہ وصال ہی تو یہ ہے

مثال آئینہ ہمسے کبھی ہوا نہ وہ صاف
ہمارے دل مین جو گرد ملال ہی تو یہ ہے

دکھا دی تو رخ تابندہ و خم ابرو
کہ ماہ ہی تو یہ ہی اور ہلال ہی تو یہ ہے

اتار مین دختر رز کو نہ کیونکہ شیشہ مین
خرابی ڈالنے والی چھنال ہی تو یہ ہے

کری ہی قتل مین دیر کبھی تری شمشیر
جھکا دے کیونکہ نہ سر انفعال ہی تو یہ ہے

دکھاوے گر مہ کنعان کو جلوہ تو اپنا
تو وہ کہے کہ جو حسن و جمال ہی تو یہ ہے

ظفر دم آنکھون مین ہے اور نگاہ جانب در
اب انتظار مین اُسکے جو حال ہے تو یہ ہے

جسکی تصویر ہے یہ سامنے ہم جان گئے
خواب مین دیکھ چکے تھے ابھی پہچان گئے

بنی غضب جوہر شمشیر قضا پر قاتل
چین ابرو کی تری دیکھ کے چین تان گئے

اس گلستان مین ہزارون بروش غنچۂ و گل
آئے با خاطر دلگیر و پریشان گئے

کہاں تھا چور ناحق قہر جو گنبد اوپر ٹوٹا
ظفر ٹوٹی ہوئی ہے وہ تو زنجیر اپنے ہاتھوں کی

گل کر آنکھ سے آنسو کچھ آستیں پہ ٹپکے
اور آستیں سے گرے وہ تو پھر زمیں پہ ٹپکے

پھنسے حلاوت دنیا میں کس طرح نہ حریص
مگس کب اٹھ سکے ہے جب پانوں انگبیں پہ ٹپکے

اچھل کے آتش سوزاں سے بھاگتا ہے سپند
عجب ہے خال ترے روے آتشیں پہ ٹپکے

زمیں پہ ہاتھ سے دنیا کے ٹک سکے نہ مسیح
اور آتے دن جو تکے چرخ چارمیں پہ ٹپکے

یہ خانہ باغ ہے موجود سینہ پر داغ
جو سیر دیکھے تو وہ دل کی شہ نشیں پہ ٹپکے

مجال اتنی مرے مرغ نامہ بر کو کہاں
کہ اسکا پنجہ ذرا بام بر جبیں پہ ٹپکے

وہ مضطرب ہوں کہ مانند موج بر سر آب
کوئی نہ حرف مرے نام کا نگیں پہ ٹپکے

جو تجھ سے ہوں وہ مقابل صبا کے کندے ہاں
کہ ڈھول اک سر فرسنگ یا سمیں پہ ٹپکے

کبھی نہ لغزش پا ہووے استقامت کو
اگر عصاے توکل رہ یقیں پہ ٹپکے

نہ کھینچے سر فلک کیونکہ وہ ظفر جس کا
سر نیاز قدم گاہ فخر دیں پہ ٹپکے

پاس جاناں کے گیا کسنے کہ جانا منع ہے
دل کو پر اُس دشمن جاں سے لگانا منع ہے

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہاں سر اُٹھانا منع ہے

گل کھلایا تازہ یہ خون شہید ناز نے
ہوں تجھے جبتک قبول انکو پان کھانا منع ہے

چہرۂ ساقی جو ہوگا عکس افگن اے ظفر
صاف ساغر سے پری بنکر شراب اڑ جائیگی

دیگر

آن سے اگر کسی دن ہو گفتگو ہماری — تقریر بہر تو کیا ہو دوبدو ہماری
اس شوخ نازنین کے مقتول نازنین جو — تربت پہ جای سبزہ ہو ناز بو ہماری
شب تجھ بن اشک خون کے رو رو دئے اسقدر ہم — ٹپکے ہی آستین سے ابتک لہو ہماری
عشق و جنوں کی ہمکو منظور ہی رفاقت — ای عقل اب نہ ہم ہیں تیرے نہ تو ہماری
ہم خاک منہہ کو ملتے ہیں خاکسار اپنے — جوں آئینہ اسی میں ہے آبرو ہماری
تم ہوگے لاکھ بر ہم آئینہ میں گر زلف کو ہم — گر دو ہی خو تمھاری تو یہ ہی خو ہماری
پایا تو اسکے ہمنے دل کے مکان میں پایا — دیر و حرم میں بیجا تھی جستجو ہماری
نازاں ہے غیر ناحق اپنی مصاحبت پر — رہتی تھی یوں ہی صحبت اسنے کبھو ہماری
اس گل کے تا بدامن پہونچے نہ اے صبا ہم — برباد خاک تو نے کی کو بکو ہماری

مرجائیں پہونچا اپنا قدموں پہ فخر دیں کے
بر آئی اے ظفر تھی جو آرزو ہماری

جیسے ہم یار وفادار ہیں ایسے ہونگے — جیسے تم شوخ جفا کار ہیں ایسے ہونگے
رفتہ تیری رفتار سے ہو حشر بپا — ہمکو معلوم کچھ آثار ہیں ایسے ہونگے

خوشبو تری پسینے کی مین کیا کہون کہ ہے
ہر قطرہ ایک شیشہ لبالب گلاب ہے

بیتاب ہو گا ہیکو یون لوٹتی تھی برق
سیکھی ہی یہ تڑپ دل پر اضطراب سے

تم جھاڑ و دہنا کو ذرا تو ہر کے بال
پھر دیکھو کیا برستی ہین موتی سحاب سے

کرتا ہی قتل وقت جواب سخن مجھے
ہنس دینا انکا اور نہ کہنا حجاب سے

مارے ہے ڈر نہین اتنا کہ جس قدر
ڈرتا ہون انکے طرۂ پر پیچ و تاب سے

گر ساتھ سوز عشق رہے بعد مرگ بھی
کوئی نہین عذاب سوا اس عذاب سے

ابتک خمار آنکھون سے جاتا نہین ظفر
لپٹے تھے رات خواب مین کس مست خواب سے

یہ دیوانہ دل جو انکے ملنے کو ترستا ہی
کہ ظاہر کی ہی دوری ورنہ وہ تو پاس بستا ہی

مجھے رونا تو یہ ہی مثل شبنم اے گل خندان
کہ جب روتا ہون میں تیرے روبرو تو اور ہنستا ہی

اڑا لائی ہوا ابرو پہ وہ زلف عرق افشان
ہلال قبلہ کو دیکھو ابر رحمت کیا برستا ہی

جو دیکھا ہی مزار کشتۂ چشم مفتن کو
کہ جب دیکھو سر بالین ہی جوان نرگس کا دستا ہی

اگر ہوش و خرد دیگر وہ تار زلف ہاتھ آوے
تو مجھو ڑای دل کہ یہ سودا تجھے اس مول سستا ہی

لکھا خط مین نے قاصد سلیے خط شکستہ مین
کہ تا معلوم ہووے اسکو یہان یہ دل شکستا ہی

ظفر کیا پوچھتا ہی راہ مجھسے اسکے ملنے کی
ارادہ ہو اگر تیرا تو ہر جانب سے رستا ہی

زلف اوسکا فرتری ہی کیا کمند فتنہ بند
ہر گرہ میں ہی دل شوریدہ سرباندھے ہوئے

معنی تازہ کی رہتی ہی ہمین ہر دم تلاش
باندھتے ہین ہم کوئی مضمون ظفر باندھے ہوئے

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی
پر حیف ترے دل مین محبت نہ ذری دی

دی تو نے مجھے سلطنت بحر و بر عشق
ہونٹونکی تری خشکی مری آنکھونکی تری دی

خال لب شیرین کا دیا بوسہ کہ تو نے
اک چاٹ لگانی کو مرے نیشکری دی

کافر تری سودا سر زلف نے مجھکو
کیا کیا نہ پریشانی و آشفتہ سری دی

محنت سے ہی عظمت کہ زمانی مین نگین کو
بے کاوش سینہ نہ کبھی ناموری دی

صیاد نے دی رخصت پرواز پر افسوس
تو نے نہ اجازت مجھے بال و پری دی

کہنا تر الجھے سوختہ جان یک اجل نے
فرصت نہ اُسے شکل چراغ سحری دی

قسام ازل نے نرکھا ہمکو بھی محروم
گرچہ نہ دیا کوئی ہنر بے ہنری دی

اس چشم مین ہی سرمہ کا دنبالہ پر آشوب
کیون ہاتھ مین بد مست کی بندوق بھری دی

دل دیکے کیا ہمنے تری زلف کا سودا
اک آپ بلا اپنے لیے مول خریدی

ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار
گویا کہ دو عالم سے ظفر بے خبری دی

ہی دوپٹہ سرخ جو وہ رشک گل اوڑھے ہوئے
باغ مین گل ہی قبا خجلت مین گل اوڑھے ہوئے

ظفر لب خشک ہین تو دیدہ ہی نم دیدہ عاشق کا
زمین ہی اس خرابی کی کہین سوکھی کہین گیلی

دل اپنا طیش مین کیون لا کی تو بگڑتا ہی
کہ جوش کھا کی جگر مین لہو بگڑتا ہے

چمن مین کہدو نہ چلائے عندلیب اتنا
کہ خوش گلو ہی وہ اُسکا گلو بگڑتا ہے

جو ہاتھ بھی مرے آتا ہے نسخہ اکسیر
نصیب سے کبھو بنتا کبھو بگڑتا ہے

سوال بوسہ کرون کیا بگاڑ مین اُس سے
کہ اور منہ کے وہ یہ گفتگو بگڑتا ہے

جو رو برو مرے بولے تو منہ بگڑ جاے
تمہاری سامنے کیا کیا عدو بگڑتا ہے

گیا نہ بعد فنا بھی بگاڑ قسمت کا
کہ میری خاک سے بنکر سبو بگڑتا ہے

خدا نہ دی تجھے ناخن خون ترے ہاتھون
ہمیشہ چاک جگر کا رفو بگڑتا ہے

سنوار بیٹھا ہو زلف تو تجھے کیا کام
کسو کا کام گرای حیلہ جو بگڑتا ہے

خدا ہی ہو کہ بنے اُس سے اے ظفر اپنی
کہ بات بات پہ وہ تند خو بگڑتا ہے

بانی کرنی مجھو مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہی تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

لیگیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار
بیقراری تجھے ای دل کبھی ایسی تو نہ تھی

اُسکی آنکھون نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

عکس رخسار نے کسکے ہی تجھے چمکایا
تاب تجھ مین مہ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی

راہ ہستی و عدم اک دم مین طے ہو مثل برق تا	ذرہ چمکا دے جو میری گرم جولانی مجھے

ایک جہان زیر نگین ہے میرے داغ عشق سے
اے ظفر کیا جاہیے مُہرِ سلیمانی مجھے

میرے پہلو میں اسکی یہ تیر کیا خالی پڑی	تیر کیا خالی پڑا شمشیر بھی خالی پڑی
کیا نکل بھاگا ترا دیوانہ زندان سے کہ جو	طوق بھی خالی پڑا زنجیر بھی خالی پڑی
فائدہ ہو ویگا کیا تیرا دوا مین اے طبیب	اسکی گر لی خاک یا اکسیر بھی خالی پڑی
تیشہ آہ سحر سے کیا نہ ٹوٹا کوہ غم	بلکہ ضرب نالہ شبگیر بھی خالی پڑی
مدرسے مین عشق کے ہے اور ہی درسی کتاب	شرح بھی بیکار ہی تفسیر بھی خالی پڑی
نے جواب خط ملا قاصد کو نے منہ سے جواب	ساتھ دہان تقریر کی تحریر بھی خالی پڑی
گاہ دیکھی منصوبے مال ورے گم کر کے	اور کبھی دیکھا کہ ہے تقدیر بھی خالی پڑی
گر گیا جسد آتا ہے وہ ناوک فگن سیلو تہی	ہو کے سینہ میں جاے تیر بھی خالی پڑی

شاہد مقصود ہے کس کی بغل مین اے ظفر
دیکھ ہے آغوش چرخ پیر بھی خالی پڑی

دیگر

وان ارادہ آج اُس قاتل کے دل مین اور ہے
اور یہان کچھ آرزو بسمل کے دل مین اور ہے

وصل کی ٹھہرا دے ظالم تو کوئی صورت ... ورنہ ٹھہری کچھ ترے شاغل کے دل میں اور ہے
[illegible] ... بے بال و پر مین اک تو دو ... دل مین اور ہے
[illegible] ... دل میں نا مخ ... دل مین اور ہے
پہلے تو ملتا ہے دلداری سے ... باندھتا منصوبے پھر وہ ... دل مین اور ہے
کیا کیا دل اُڑایا ... بے مجھے بعد از سوال بوسہ جو بخشش وصل کی ... دل میں اور ہے
پیچتا ایک اس سائل کے دل مین اور ہے ... گو وہ محفل مین تو بلوایا گئے
پر جو ان ... [illegible]

ظفر دیوان جو معنی
... رونق ہے مضمون ... دل مین اور ہے ... وہی دل عالم ...
دل مین ہے اے ظفر ... صاحب دل ... اسکا عالم ... دل مین اور ہے

دیگر
[illegible]

دیگر

دیگر

وہ مانگ جبکہ نکالے ہے سر کے بالونکی
کماں ابر میں کیا خوشنما نکلتی ہے

کہاں ہے تاب و تواں یہ کہ دل سے نکلی ہے
نکلتی بھی ہے تو لیکر عصا نکلتی ہے

نسیم خلد یہ کرتی ہے کس طرح کا ناز
تری گلی سے جو ہو کر صبا نکلتی ہے

کہوں میں کیا ترے احسان تیغ اے قاتل
کہ زخم زخم کے منہ سے دعا نکلتی ہے

بھری ہے دل میں کسی کے جو اسکی حسرت وصل
نہ جیتے جی نہ وہ بعد فنا نکلتی ہے

ظفر چھپانے سے کیونکر چھپے یہ سوز دروں
کہ زخم سینہ سے آتش سدا نکلتی ہے

چل گیا کوئی ترا تیر نظر اور بھی ہے
آج اک زخم سر زخم جگر اور بھی ہے

مجھسے کیا پوچھتے ہو غم سے ہی پوچھو میرے
جیسا میں غمزدہ ہوں کوئی بشر اور بھی ہے

قید ہو جائیگا قاصد ہی کہ ڈر گیا ہے مجھے
خط بھی پکڑا گیا ہو یہ خطر اور بھی ہے

جی میں ہے ابر کو میں اپنا دکھاؤں رونا
کہ وہ جانے کوئی با دیدۂ تر اور بھی ہے

چہ شلا اللہ رہی نزاکت کہ اگر زلف کا عکس
بوجھ ڈالے تو لچکتی وہ کمر اور بھی ہے

گذری دنیا سے تو کیا گر نہ خود ہی گذرے
ابھی درپیش میں ایک سفر اور بھی ہے

کیا مجنوں نے بگولے سے اڑا خاک نہ تو
آج اس دشت میں اک خاک بسر اور بھی ہے

اسنے کس لطف سے پوچھا دم بسمل مجھسے
کہہ دے کچھ دل میں تمنا تری گر اور بھی ہے

ہم انھیں لینے کو جائینگے وہ آئیں کہ نہ آئیں
ابھی باقی تو ارادہ یہ ظفر اور بھی ہے

[illegible]

دیگر

[illegible]

کیا بدست ہمکو جب سے چشم مست ساقی نے | نظر یان خواب مین بھی شیشہ و پیمانہ آتا ہے

جو سمجھے نقش پائے فخر دین کو تاج سر اپنا
پسند اسکو ظفر کب افسر شاہانہ آتا ہے

دیگر

ہائے ان آنکھون کی میری کیا وہ بینائی ہوئی
چھپ گئی آنکھون سے اک صورت نظر آئی ہوئی

ہو جہان تیرے لب لعلین کا اے قاتل شہید
جائے پر خون سے نعش اسکی ہے کفنائی ہوئی

تیری صورت جام کی ہے جام مے کا دور ہے
تجکو گردش اس لیے اے چرخ مینائی ہوئی

عارض روشن دکھایا کسنے جسکے رشک سے
روشنی ہے شمع محفل تیری کجلائی ہوئی

رقص بسمل ہووے اور نغمہ بھی ہو فریاد دل
جانے جب قاتل کہ ہان کچھ محفل آرائی ہوئی

آئینہ جب دیکھتا ہے یار زلفین کھول کر
دیکھتا ہون صاف دریا پر گھٹا چھائی ہوئی

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

مجکو نہ گریبان سے نہ دامان سے گلہ ہے	ہر دست جنون کو تن عریان سے گلہ ہے
دیکھی نہ کبھی خواب مین بھی زلف پریشان	آنکھون کو مری خواب پریشان سے گلہ ہے
دو پھول بھی لایا نہ سر گور شہیدان	تا حشر یہ اس رشک گلستان سے گلہ ہے
شکوہ نہین بسمل کو تری تیغ قضا سے	البتہ تری خنجر مژگان سے گلہ ہے
مین زلف و رخ یار سی رکھتا ہون شکایت	ہندو سے نہ شکوہ نہ مسلمان سے گلہ ہے
شکوہ ہے اگر مجکو تو وحشت سے ہے اپنی	نہ دشت سے نے خانۂ زندان سے گلہ ہے

رو رو کے کیا راز دل اُس نے مرا افشا
مجکو ظفر اس دیدۂ گریان سے گلہ ہے

تو نے کس سے دل و دین اے بت بے دین لیے	آپ سے کس نے دیے جس نے لیے چھین لیے
چشم نے اُسکی کمان سرمہ کا دنبالہ ہے	دل غارت کو یہی ہے ست قرابین لیے
گالیان دین ہمین ہر بوسہ پہ اُسنے دو چار	بوسہ اُسکے دہن و لب کے جو دو تین لیے
کون دل شاد گیا غمکدۂ دنیا سے	جو گیا یہان سے گیا خاطر غمگین لیے
اپنے دامن مین بجائے گل تر پارۂ دل	ہین ہمیشہ چمن عشق مین گلچین لیے
دل لیا تیر نژگان نے تری چشم زبون	جسطرح صید کو جنگل مین ہو شاہین لیے

اے ظفر بحر تفکر مین لگا کر غوطہ
ہم نکلتے نہین بے درِ مضامین لیے

انصاف کی آنکھون سے دیکھا جو ظفر ہمنے
دو چار سے بہتر ہے دو چار سے بدتر ہے

آشنا ہو تو آشنا سمجھے
ہو جو نا آشنا تو کیا سمجھے

ہم اسی کو بھلا سمجھتے ہین
آپ کو جو کوئی برا سمجھے

وصل ہے تو جو سمجھے اس سے وصل
تو جدا ہے اگر جدا سمجھے

زہر دیوے جو اپنے ہاتھ سے تو
تیرا بیمار غم دوا سمجھے

تو ہی کعبہ مین تو ہی تبکدہ مین
ہے وہ مشرک جو دوسرا سمجھے

ہو وہ بیگانہ ایک عالم سے
جسکو اپنا وہ دلربا سمجھے

اے ظفر وہ کبھی نہو گمراہ
جو محبت کو رہنما سمجھے

جو تو کاغذ کا چمن مین گل کتر کر پھینک دے
اپنے پر منقار سے بلبل کتر کر پھینک دے

باغ مین آوے جو تو اپنی کتر کر بٹریان
موے زلف اپنے ابھی سنبل کتر کر پھینک دے

یون اڑا دیتے ہین سر عاشق کا وہ بیداد گر
شمع کا گلگیر جیسے گل کتر کر پھینک دے

[illegible]

گر چمن سوز اپنی برق نالہ ہوگی عندلیب
جل کے خاکستر ہزاروں آشیانے ہوئینگے

سجدہ گردانی کرینگے عشق میں آنکھونسے ہم
تار نظر کا نہیں جو کچھ کہ انکی گون وانے ہوئینگے

شام ہی وہ جو نکلے دیکھ میرا حال زبغ
گھر میں یان لگی کہ چراغ انکے جلانے ہوئینگے

نکلے اتو وہ اعدہ جلوہ گر ہوئی پیغام وصل
ڈھونڈتے دلمیں نہ آئینگے بہانے ہوئینگے

اپنی انجم تجکو دکھلا کر فلک کہتا ہو دیکھ
عشق میں اتنے ہی تجکو داغ کھانے ہوئینگے

آدم خاکی میں ہی جو یہ زرِ حسن اے **ظفر**
کر دیے اس خاک میں پنہان خزانے ہوئینگے

برای روشنی دل ہی دلمیں داغ اوڑلے
درونِ خانہ تاریک ہی چراغ اوڑلے

بہار دیکھ لگا اپنے دست و پا میں حنا
نہیں ہی اس سے تماشائے جا بہ باغ اوڑلے

مجھے دکھا دی ذرا اپنی چشم میگون تو
کہ میرے حق میں ہی ساقی یہی ایاغ اوڑلے

زیادہ رتبہ ہمکو ہو خوش کلام سے کیا
کہ ہوسکے کبھو طوطی سی کیونکہ زاغ اوڑلے

نہ وہ ملا نہ ملے گا سوائے کوچۂ زلف
جو ہی نہان دل گم گشتہ کا سراغ اوڑلے

سمجھ نہ سلطنت جم سے کم قناعت کو
ہزار ملک سے یک گوشۂ فراغ اوڑلے

ظفر ہو کیوں کہ نہ عالم پسند تیرا سخن
کہ تیرا فکر رسا دل صفا دماغ اوڑلے

خطِ سبز اُسکا کیا زیبِ ذقن ہے
| بہ رنگِ کعبہ جنت کا چمن ہے

[illegible]

داغ حسرت جو دل فرما بزم جانان یہ ہے ‏ ‏ عشق کی مہر زرک دہقان لالستان یہ ہے

ہنسے جانا آج پھر آیا ہی عقرب مین قمر ‏ ‏ اس طرح تیرے کہ زلف اسکی رخ تابان یہ ہے

دیکھ پیشانی پہ چین تیرا اسکا نہ جبین ‏ ‏ سر گردان سد اگر دون سر گردان یہ ہے

ابر تو بھی مانگ دی موتی کہ معراض صبا ‏ ‏ دیکھ تو کیا کیا کرتی لہر ریگستان یہ ہے

یار کی لعل حیات افزا پہ دیکھو خط سبز ‏ ‏ خفر آبہو بخا یہ گویا چشمۂ حیوان یہ ہے

ناتوانی سے گران ہے وہ بھی مجنون کو ترے ‏ ‏ تار آنسو کا اگر کوئی تن عریان یہ ہے

اک تبسم سے کریگا تیرا سو ٹکڑے جگر ‏ ‏ غنچہ تو کس بیچ ہنستا اس لب خندان یہ ہے

جسکی گردن پر پھرا نا نگاہ نہانی اس پہ بھی ‏ ‏ آبداری چشم تیری خنجر بران یہ ہے

ہے تو نشت خاک یہ ناچیز پر کچھ جیسے ہے

ای ظفر جس سے فرشتو تکی بھی رشک لیسان یہ ہے

زندہ یون عشق مین ہین مائل گیسو جلتے ‏ ‏ جسطرح سے کہ کس از مرگ ہین ہندو جلتے

گرمی دل سے ہین یہ سینہ و پہلو جلتے ‏ ‏ کہ نکلتے مری آنکھون سے ہین آنسو جلتے

آدمی پیراہن تیرا گھر مین کہان جا سکتے ‏ ‏ پر فرشتون کے ہین وان شوخ پری رو جلتے

پارہ دل کو ہوا گریہ سے مژگان پہ فروغ ‏ ‏ دیکھو پانی سے چراغان ہین لب جو جلتے

شعلہ سے برق تلک شمع سے خورشید تلک ‏ ‏ دیکھکر سب ہین یہ تیرا رخ نیکو جلتے

سرد ہو گرمی بازار تری ای خورشید ‏ ‏ داغ سینہ مین مری دیکھے اگر تو جلتے

ڈرہی خوبان کمان ابرو سی یہ ناوک فگن
تیر مژگان دل یہ ہین سو سو برابر مارتے

پاس خاطر تھا اسیری مین ہمین صیاد کا
ورنہ ہوتا دام سو ٹکڑے اگر پر مارتے

سرکشی کرتی تھے میری روبرو ای شعلہ خو
شمع کو محفل مین یان گردن کیونکر مارتے

فتنۂ محشر ہزارون ہیٹھ پا افتادہ ہین
پر نہین فتنہ رسیدہ ایک ٹھوکر مارتے

دمبدم کرتا ہی ہمپر تیز تو تیغ ستم
اور ہرگز ہم نہین دم ای ستمگر مارتے

کچھ تو منھ کھولا تری آگی کہ جھوکی باد کے
ہین طمانچے دمبدم منھ کی برابر مارتے

خیر گذری تو نے دکھلائی نہ اپنی چشم مست
ورنہ میکش سر سے اب ساقی کی ساغر مارتے

لکھے تو ایسی غزل کوئی قلم برداشتہ
اے ظفر لاف سخن ہین کیا سخنور مارتے

دیگر

دہان تہ برگشت و خون و قصد ظلم رانی ہے
بیان ہے صبر و شکر اور آرزو سے جانفشانی ہے
نہین ہم ڈرتے گر قاتل کو قصد تیغ رانی ہے
ہمین پاس وفا ہے جان دینی شادمانی ہے
تری آب دم شمشیر آب زندگانی ہے
شہیدون کے لیے تیرے حیات جاودانی ہے

بچاؤں تیری آنکھوں سے دل اپنا کیونکر ای کافر | نہین چلتی کوئی تدبیر ان آنکھونکی آگے ہے

نہین ہے اعتبار گلشن ہستی کہ رنگ اُس کا
ہوا کیا کیا ظفر تغییر ان آنکھون کے آگے ہے

ان سے شب خواب مین ہوتی جو ملاقات سی ہے | صبح بھی چشم تصور مین مرے رات سی ہے
سوزش عشق مین آنکھون سے رواں ہین آنسو | عین گرمی بھی مرے واسطے برسات سی ہے
زندہ کردینا دل مردہ کا ای عیسے دم | آگے تیرے لب جان بخش کے اک بات سی ہے
روک سکتا نہین مین اپنی درفشانی اشک | کہ بدولت ترے اے عشق یہ خیرات سی ہے
صید کرنیکو مرے دل کے وہ چشم قاتل | دیکھیے کیا ہو لگائے ہوئے گھر گھات سی ہے
کوئی ہشیار نہین جو ہو سر مست شراب | بزم دنیا عجب اک بزم خرابات سی ہے

تجکو ہر لحظہ و ہر دم ہے اے اللہ رجوع
بات بھی اُنکی ظفر ایک مناجات سی ہے

دیگر

خط و پیغام اُنکو نامہ بر پہونچا ہی جائین گے
پہونچکر لاکھ دُھب سے وہان خبر پہونچا ہی جائین گے
بچھوڑا ہے نچھوڑین گے ہم اُنکی زلف کا سودا
بلا سے وہ اگر ہمکو ضرر پہونچا ہی جائین گے

دیگر

دیگر

دھرے ہے زلف شانہ بھین زلف یار مین انگلی
وگرنہ کون دیتا ہے وہان مار مین انگلی

کہا مین نے کہ گل سے بھی زیادہ کوئی نازک ہے
اٹھائی شاخ نے تیری طرف گلزار مین انگلی

جنون کو شوق چاک جیب ور پہان ناتوانی ہے
کہ ہل سکتی نہین ابھی جہان یکتار مین انگلی

سلائی گر نہین پیکان تو ہے اُس ناوک افگن کا
نہ پھیر اے چارہ گر زخم دل افگار مین انگلی

دکھائین جا مین گے اپنے جو زیر بار حسرت ہم
دبانے کوہکن دانتون تلے کہسار مین انگلی

بتایا تھا کہین انگلی سے اس نے شاہ خوبان کو
کٹے ہے شمع کی جو حسن کے بازار مین انگلی

مجھے کس آنکھ سے دیکھا کہ جو تار شعاعی سے
فلک نے کی ہے چشم مہر انوار مین انگلی

دیگر

بلا سے ٹوٹیں مری پاؤن دشت وحشت مین | ولے یہ خار مرے کیون تہ قدم ٹوٹے
انھین ہو رشک سے اس زلف پرشکن کی عجب | اگر نہ شاخ سنبل تر کھا کے پیچ و خم ٹوٹے
دل شکستہ کا احوال گر کرون تحریر | لکھون نہ حرف بھی ثابت کہ جھٹ قلم ٹوٹے
برس گیا کہ ہی عاشق نے ابر تر سے ترا | نہ تار آنسوؤن کا دیکھ چشم نم ٹوٹے
الجھ کے زلف سے یون ٹوٹ موتی کے بالے | کہ تارے رات کو اس طرح ہونگے کم ٹوٹے
ترے ہی جام مین ساقی طلسم کیفیت | اگر یہ ٹوٹ تو گویا کہ جام جم ٹوٹے
یہ شوق بت شکنی ہے تو اپنے نفس کو توڑ | کہ ٹوٹ تجھ سے اگر یہ بڑا صنم ٹوٹے

بیان کے آنے کی اس یار نے قسم کھائی
کچھ ایسی بات ظفر ہو کہ یہ قسم ٹوٹے

دیگر

کہتے تھی جو نازنین یار اپنی گل چھاتی ہے یہ | سنگ خارا کا اب مگر فرش گل چھاتی ہے یہ
یاد آتا ہے جہان چھاتی ہے اسکا تو شنا | طفل اشک آنکھون سے آتا دوڑ مین چل چھاتی ہے یہ
واسطے اس کے دہ کرتا نہین مین چاک سینہ | داغ جو چھاتی کا ہے جاتا وہ کھل چھاتی ہے یہ
کیا لگاؤن جام شیشہ سے مین کب جاتی ہے تو | کرتی بیہوشی ردان ہونٹو سے مل چھاتی ہے یہ
ہول اٹھا کہ چپ ہو چھو گری دل سے مری | پشت کی تختی لگی جیسے موم گھل چھاتی ہے یہ
بیکل ہو جاتا ہے جسدم کوئی ماتم زدہ | ہاتھ اپنا مارتا باشور غل چھاتی ہے یہ
وہ عنایت ہو ظفر پر سب سے مٹ جائے تمام | بار غم جو اسکی اے شاہ رسل چھاتی ہے یہ

کاروان حیات سے تن زار
ہے مگر گرد کاروان باقی

سینہ کاوے نگر نگین کر رہا
کس کا یان نام اور نشان باقی

دم محبت کا زندگی ہے مری
ورنہ ہے مجھ مین وہ کہان باقی

کچھ کھٹکتا ہے دل مین ای جراح
کوئی پیکان ہے یا سنان باقی

خال خال اس زمانے مین ہوگا
اے ظفر کوئی نکتہ دان باقی

نہ دل خوشی ہے نہ رنجیدہ صبح تو یہی یون ہے
جو یک نفس کبھی وان ہے تو یک نفس یون ہے

فغان سے اپنی دل اہل قافلہ ہے دو نیم
جگر خراش کہان نالۂ جرس یون ہے

قفس کے گرد اڑا دون پھڑک پھڑک کر آج
ارادہ میرا اسیران ہمنفس یون ہے

حذر نکر جو لگے آستین سے تیغ تر
نکالا تیری سے ہنسنے عطر خس یون ہے

کسی کے خال لب شکرین پہ تھا سے رنگ
یہ تیزون ہاتھون سے پیر ستی مگس یون ہے

یہ سر ہو اور ظفر آستان فخر الدین
اگر ہوس ہے تو کیسی مجھے ہوس یون ہے

جو زخم دل کو مری صاف کر کے دو ٹانکے
تو اس مین کچھ نمک سودہ بھر کے دو ٹانکے

ہزار تار شعاعی کو تاب دے خورشید
نگین نہ چاک مین جیب سحر کے دو ٹانکے

تمہاری سوزن مژگان سے فائدہ کیا
جو زخم دل مین نہ تار نظر کے دو ٹانکے

جو یاں ذکر وہ دو چار بار و نہیں نکالیں گے
تو ہم دل کا بخار اپنے ہزار و نہیں نکالیں گے

سراپا شمع ساں جلجا ئینگے لیکن زباں سے ہم
نہ حرف سوز دل آتش زبانو نہیں نکالیں گے

نہیں نکلی یہ حسرت گر تری آزردہ جانو نکی
تو ہمکا ارمان دل کی دہ ہزار و نہیں نکالیں گے

خدا نخواستہ گر ہو گئے برہم تو پھر گھر سے
دہ بیچارونکو بھی تقصیر زار و نہیں نکالیں گے

محبت کا خواص اصلا نپایا پارسا و نہیں
رہ اخلاص اب ہم پارسا و نہیں نکالیں گے

نکالیں گے جو دل سے آہ آتشبار ہم اپنے
شرر شعلہ میں اور شعلہ شرار و نہیں نکالیں گے

ستمگر جان دیگر ردیہ چاہ ہم کو دکھا ئینگے
جو منھ سے بات تیری جان نثار و نہیں نکالیں گے

جبیں پر تیرے چین قشقا نہ سبیں گر تو دکھا ئیگا
تو پھر ہم عیب چین کر ستار و نہیں نکالیں گے

ظفر ہم چشم پوشی دیدہ و دانستہ کرتے ہیں
وگرنہ کام سب اپنے اشار و نہیں نکالیں گے

سیفی اے قاتل ترے تصویر منھ میں نگئی
قتل کو میری زبان شمشیر منھ میں نگئی

آہ دل میں پر اثر تھی پر مری تقدیر سے
کیا کروں نہیں آ کے بے تاثیر منھ میں نگئی

کہتا اُنکی روبرو کیا میں کہ حیرت سے زبان
شکل برگ غنچہ تصویر منھ میں نگئی

بات اب منھ سے جو کرتا ہے تو اگلے ہے زہر
پان کی مسی کی کیا تحریر منھ میں نگئی

شمع میں گرمی نتھی جو کھا گیا شعلہ کو تو
گل کی گویا سی ترا اے گلگیر منھ میں نگئی

پرورش کو طفل غنچہ کی بنی دایہ بہار
بوند شبنم کی برنگ شیر منھ میں نگئی

گر پڑے پانون پہ مثل سایہ اس خوش قد کے سرو
کیا مجال آگے کھڑا رہوے قدم گاڑے ہوئے

حسرت و درد و الم رنج و تعب اندوہ و یاس
ساتھ دل کے دیکھا مین نے جمع کیا دھاڑے ہوئے

تھے عدم مین جب تلک واقف نہ تھے جھگڑون سے ہم
آکے ہستی مین یہ سب معلوم تھا جھاڑے ہوئے

اوڑ گئی صیاد اب دل سے ہوس پرواز کی
بیٹھا رہنے دے قفس مین ہمکو پر جھاڑے ہوئے

گرم نالون سے ہوئی ہین یون تو کیا کیا گریبان
سرد آہون سے ظفر لیکن ٹرے جاڑے ہوئے

دیگر

جب دل سوزان کی مژگان سے گئی تاری جھڑ
کیا کہین کیا آگ برسی کیسی انگاری جھڑے

قطرے پانی کی جھڑی کیسی اُسکے عبد غسل
کیا تماشا ہے شب تاریک مین تاری جھڑے

خوب ہنس ہنسکر سنائین تو نے ہمکو گالیان
پھول کیا کیا واہ دانتھ سے تری پیارے جھڑے

جھڑیوں مژگان سے میرے اشک کے قطرے اگر
ساری شیخی اکدم مین تری تلوار سے جھڑے

کفش پا سے اس پری موش کے ہنگام خرام
سب شب تاری کیا جھڑے گویا کہ سیارے جھڑے

آہ سوزاں کا مری چرخ پہ انجم ہی حریف	آبلے سینے پہ جل جاتے نہ کیونکر پڑتے
تشنۂ خون وہ نہوتا جو مرا اے سفاک	کاٹنے جوہر سے خنجر کی زبان پر پڑتے
خاک اڑ جاتی نہ کیوں عرصۂ دل کی میری	غم و حسرت کی یہاں روز ہین لشکر پڑتے

اے ظفر کسکے یہ عارض سے ہوا تھا روکش
کہ طمانچے ہین ہوا سے رخ گل پر پڑتے

ہو گئے شیر و شکر وہ یار بھی ایسے ہوئے	تلخ کردی زندگی بیمار بھی ایسے ہوئے
قد قیامت کیا بنا فتنے نے وہ رفتار بھی	اس قیامت کی نمود آثار بھی ایسے ہوئے
ہے جو مفتون تمھاری نرگس بیمار کے	پھر وہ جانبر ہجر سے بیمار بھی ایسے ہوئے
برق تھرائی کہ دامن کے کہیں ٹکڑے ہوں	تیز وادی کی ہماری خار بھی ایسے ہوئے
میر کہنا تو نمانا حضرت دل نے وہ لے	خوب پچھتائے ذلیل و خوار بھی ایسے ہوئے
آپ سے جو عہد ہوئے لاکھوں محبت مین کئے	پھر پر اتنا تک نہین دو چار بھی ایسے ہوئے
کنج تنہائی مین مونس ہی ہے جو تو رنج و غم	میری قسمت سے رہے غمخوار بھی ایسے ہوئے
برسی یا دل لاکھ بار اس چشم تر کے سامنے	پر کبھو یارو کبھی خونبار بھی ایسے ہوئے

شکوۂ رنجش نکر ہین اتنو لطف انکے ظفر
گر عتاب ایسے ہوئے تو پیار بھی ایسے ہوئے

دل ہے میرا داغ دل کی یون سیاہی کے تلے	بادشہ ہو جیسے چتر بادشاہی کے تلے

کھلتے کھلتے رک گئے وہ آنکھ تو نے اے ظفر
بیچ گوس آنکھ سے دیکھا کہ چاہت کھل گئی

پھر بہار آئی ہے لو اور ہوا پھرتی ہے — جھاڑتی صحن چمن باد صبا پھرتی ہے
نہ چھری پھیر کہ ہم ذبح ہوئے بیٹھے ہیں — ابھی ظالم جو تری آنکھ ذرا پھرتی ہے
میں شبیہ مہ کنعاں کو بھلا کیا دیکھوں — صورت آنکھوں میں تری مہ لقا پھرتی ہے
لاکھ تدبیر سے پھیریں بھی پھر احباب — کوچۂ یار سے پر میری بلا پھرتی ہے
کوچہ گردی کی جو کچھ دل میں ہوس باقی ہے — خاک بھی اڑتی مری بعد فنا پھرتی ہے
دے کے دل قاتل بے رحم کو پھیریں کیونکر — کہ نہ تقدیر پھرے ہے نہ قضا پھرتی ہے

اے ظفر گردش چشم اسکی ہے کچھ اور بلا
آسیا چرخ کی پھرتی ہے تو کیا پھرتی ہے

قہر سی صفات ہو کے بشر کیونکہ ہو گئے — ہم بھی اُدھر سے اُدھر اِدھر کیونکہ ہو گئے
کیا عاشقوں سے پوچھے ہے مژگان سے اپنی پوچھ — یک لخت ٹکڑے انکے جگر کیونکہ ہو گئے
دیکھا انھیں جو ہنستے تجھو ہستی میں آنکر — کم ہنستے ہنستے مثل شرر کیونکہ ہو گئے
در سوے کسی کا نہیں ہے زیادہ تر — پوچھو تو عاقلوں سے نڈر کیونکہ ہو گئے
پرتو پڑا ہوا ہے ترے نور حسن کا — روشن دگرنہ شمس و قمر کیونکہ ہو گئے
گرمی نہیں ہے تری آب تیغ تیز — تو خشک اپنے زخم جگر کیونکہ ہو گئے

مصحف رخ پر ترے خط ہے کہاں
دل سمجھ جائے ہمارا ناصحا
خانۂ زندان ہے تجھ بن صحن باغ

وہ کلام اللہ کی تفسیر ہے
دیکھیں کیسی آپ کی تقریر ہے
موج رنگ گل نہیں زنجیر ہے

کوچۂ فخر جہان کی اے ظفر
خاک کی چٹکی بھی بس اکسیر ہے

جب قفس کی سمت گلشن سے ہوا سی آگئی
ہم صفیران چمن کی اک صدا سی آگئی

کھول کر زلف سیہ اُنسے جو دیکھا آئینہ
صاف دریا پر نظر کالی گھٹا سی آگئی

کیا ہوا ابتک نہیں کہتا کوئی دیتی ہے آنکھ
کے دل کو کچھ تری دلمیں دغا سی آگئی

تھی برنگ گل شگفتہ غیر کی محفل میں وہ
دیکھتے ہی مجکو چہرے پر اداسی آگئی

اے قناعت کر دیا ہے تو نے مستغنی مجھے
تیری دولت ہاتھ میرے کیمیا سی آگئی

آنکھ نیچی باغ میں نرگس کی کیجو اے صبا
روبرو شاید کسی گل کے حیا سی آگئی

دشمن ہجران کا منہ کالا کرے ای بخت سیاہ
سر پہ میرے یہ کہاں سے اک بلا سی آگئی

آگے تو ایسی نہ تھی مجھ پہ تپ ہجر کے
شاید اب پیری کی باعث بے حواسی آگئی

دل ہے وہ آئینہ پھر جو کر نہیں ہوتا ہے صاف
اے ظفر اسمیں کدورت جب ذرا سی آگئی

ہم اپنی جستجو اگر اس صنم کے در سے پھرے
کہینگے لوگ ہمیں یہ ظفر کدھر سے پھرے

مزا تبدیل کرنے سے ہے کیا ہوتا مزا حاصل
مزا یہ ہے کہ کھائے یا مزہ اور بیمزا سمجھے

جو اپنی جان دینے کو حیات جاوداں جانے
وہ اس آب دم شمشیر کو آب بقا سمجھے

بچھائیں زیر پا آنکھیں ہیں وہ تو خاکساروں نے
کہ جنکو خاک رہ پر اپنے ہو تم نقش پا سمجھے

اونھوں نے خط جو میرا کھولتے ہی پھاڑ کر پھینکا
کوئی پوچھے پڑھا کیا آپ نے کیا مدعا سمجھے

ترے بیمار غم کا حال یہ ہے ناتوانی سے
اگر ہاتھ آئے پائے مور تو اسکو عصا سمجھے

امید زندگانی اپنی آخر قطع کر بیٹھے
ظفر عشق و محبت کا یہی ہم انتہا سمجھے

دیگر

ہے دلکو جو یاد آئی فلک پیر کسیکی
گریہ بھی ہو تا ابھی ہو اور آہ و فغاں بھی
ہاتھ آئی ہے کیا خاک ترے خاک کف پا

آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر کسیکی
پر دل میں ہوئی اسکے نہ تاثیر کسیکی
ہے بڑ کے نہ قسمت میں ہو اکسیر کسیکی

خدانخواستہ بجھ جائے گر یہ شعلۂ آہ
چمن مین کون سنے عندلیب کی فریاد

تو دل کی مشعل راہ سراغ گل ہو جائے
جو تیری طرح سے نازک دماغ گل ہو جائے

ظفر بعید نہین اشک خون سے مجنون کے
نمو گر سر ہر خار راغ گل ہو جائے

بتون نے حسن پہ نخوت اگر سیکھی تو کیا سیکھی
نکو رو ہو کے بد خصلت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نہین میری طرح برق جہان کو یاد بیتابی
وہ میری دیکھکر حالت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

جو کھینچے یار کو اپنی طرف ہم اُسکے قائل ہین
کسی نے کھینچنی صورت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

ترے کام آئے عقبیٰ مین جو سیکھے کام سیکھ ایسا
پے دنیا کوئی صنعت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

کتابین دیکھ دیکھ آنکھون کو پھوڑا اپنی واعظ نے
یہ کج بحثی با این محنت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

تری طینت مین بے مہری ہے اب تو نے سکھائی ہے
کوئی رسم رہ الفت اگر سیکھی تو کیا سیکھی

نیا یا اُن سے جو ہمنے کلام کا یارا
ہمارے رہ گئے لب ای ظفر کھلے کے کھلے

سکو جس رات کہ ہم ہجر مین پڑے روتے
خواب مین وصل ہوا صبح کے ہوتے ہوتے

شمع کیطرح سے ہم رات کو رو دیتے روتے
بہہ گئے آنسو وہ نین صبح کے ہوتے ہوتے

جسکے ملنے کی تمنا تھی نپایا اُسکو
ہو گئی عمر بسر جان کو کھوتے کھوتے

نہ ملی عشق مین فرہاد کو فرد محنت
مر گیا مفت وہ پتھر تو مین ڈھوتے ڈھوتے

تیرے دامن سے مرا خون نہ چھٹیگا قاتل
گرچہ دامن ترا پھٹ جائیگا دھوتے دھوتے

موت یار آئی تو غفلت سے ہون ہم ہشیار
ڈر کہ جون خواب مین چونکے کوئی سوتے سوتے

ای ظفر گریۂ بارش سے مری کیا ہے عجب
سبز ہو دانہ اگر خاک مین بوتے بوتے

اشک کے شور ابہ سے کیا آستین گلجاتی ہے
بلکہ جسکی ہے زمین پر تو زمین گلجاتی ہے

دل ترا ہے سخت پر یہ آہ وہ ہے جانگداز
اس سے تو فولاد بھی ای نازنین گلجاتی ہے

رہتا کیون غیر دن سے سرگرم ہم آغوشی ہے تو
جو پسینے سے ترے سرتاجی کے جبین گلجاتی ہے

عشق میں کاتا ہے جسدم قطرۂ زہراب غم
گوشت کیا تا استخوان تن مین گلجاتی ہے

ہے مرگ گریہ سے بدتر یہ تن لاغر کا حال
جیسے لکڑی پکی پانی مین کہین گلجاتی ہے

اور بھی لگتا زیادہ ہے مری چھاتی پہ یہ تنگ
داغ جب وہان غیر کی ای ہمنشین گلجاتی ہے

ذکر نہ لا تو ہمسے ناصح ہر دم ترک محبت کا
کون سُنے ان باتون سے جی تیری قسم گھبراتا ہے

پوچھتے کیا ہو مجھسے باعث دل کی میری گھبراہٹ کا
دیکھتا ہی جسوقت ہجوم رنج والم گھبراتا ہے

راہ نوردِ دشت جنون ہو کس مین ہی ہمت میرے سوا
قیس بھی گر اُس وادی مین رکھتا ہی قدم گھبراتا ہی

آگے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم غم سے گھبراتے تھے
ہو گئے غم کش ایسے اب ہمسے غم گھبراتا ہے

دیگر

وحشت گردی ہی یہ دیوانون نے پھر کیا خاک کی
خاک اُڑادی گر نہ سارے دشت وحشت ناک کی

باگ لی جسوقت اپنے توسنِ چالاک کی
کیا کہون برباد کیا کیا اُسنے میری خاک کی

جب گل غنچہ گر کو وہ بیلچۂ گلبازی کرے
دیکھ پھر قاتل کوئی لذت مرے دلِ صدچاک کی

کون کہتا ہے کہ یہ بجلی ہو شب کو کہکشان
ہی مگر کوئی طناب اس خیمۂ افلاک کی

جامۂ آب رِوان ہو جب ہجوم تار اشک
چشم گریان کو مری حاجت ہو کیا پوشاک کی

لہد و حاضر ہی ابھی سر عاشق جانباز کا
ہی اگر یونہین خوشی اس قاتل سفاک کی

خاک مین ملجائیگی ای ابر تیری آبرو
دیکھ ہی چشم نہ کر اس دیدۂ نمناک کی

سموم آہ سے میرے چمن مین
رہے ہی پر خلش دشمن دم جنگ
جو بیٹھین دشت مین ہم اور مجنون
بجز مژگان چشم یار ہم نے
خلش سے عشق کے نالان ہین عشاق

ہوے گل سوکھ کر سنبل کے کانٹے
نہین پر مرغ لڑتا کھل کے کانٹے
نکالین پانون سے مل جل کے کانٹے
نہ دیکھے گرد جام مل کے کانٹے
گر بو ئے کا اسنے حق مین گل کے کانٹے

ظفر پڑتے ہین گرمی سے فغان کے
زبان پر وقت شور و غل کے کانٹے

تار اشک خون مین جو دیکھی مژہ اُلجھی ہوئی
تھی رگ برق و رگ ابر مژہ اُلجھی ہوئی

تیری مژگان کو کہان تسخیر دل سے ہی فراغ
کام مین اس ملک کے ہی یہ سپہ اُلجھی ہوئی

تار دامن میرے کب کانٹون سے اُلجھی وحشت مین
ہے جنون دستار تیری ہر جگہ اُلجھی ہوئی

کیونکہ چھوٹے دیکھیے اس زلف کی پھندی مین ہم
جان میری باعث تار نگہ اُلجھی ہوئی

رات دن اس فکر مین سودا سا ہی مجکو ظفر
کیون نہ سلجھی ہوئی اس رخ پہ اُلجھی ہوئی

زیبا ہی دور کیا یہ یون قسمت ہمین
جسطرح لوح پر سر قرآن پر آ بنی
مطلق نہین عمارت کسی کو جو تھی تمام
گویا کہ ہے ہوا کے بیابان پر بنی
رکھا تو آگے بار امانت اٹھا لیا
ظفر کیا کہون غضب کہ جو انسان پر بنی

دیگر

[illegible]

جب چمن مین اسکی آنیکی خبر اڑ جائیگی
گل کی رونق دم مین ای باد سحر اڑ جائیگی

آپکا کیا جائیگا گر خواب مین آو گے تم
نیند آنکھوں سے ہماری رات بھر اڑ جائیگی

کھولدیگا صیاد تو کھڑکی قفس کی شوق سے
بلبلے بال و پر ظالم کدھر اڑ جائیگی

خون کو دل لیگا میرے تو کف پا پر رہے
سرخی رنگ حنا ای فتنہ گر اڑ جائیگی

آئیگا وہ مہر وش ای دل تو شبنم کیطرح
تاب طاقت تیری اسکو دیکھ کر اڑ جائیگی

یہ صبا کوئی پوچھے تیری کیا آئے گا ہاتھ
خاک میری اسکی کوچے سے اگر اڑ جائیگی

شعلہ رخسار ساقی گر ہوا پر تو فگن
مے جو ہو ساغر مین تیرے ای ظفر اڑ جائیگی

کیا جانے کیا وہان دل نالان پر بنی
جسکے قلق سے یہان ہے مری جان پر بنی

پہلے تو عشق مین دل و ایمان پر بنی
پھر ایسی بنگئی کہ مری جان پر بنی

ناصح نہ پوچھ مجھ سے کہ فصل بہار مین
ہاتھون سے کیا جنون کے گریبان پر بنی

منظور ایسا پردہ ہے کس سے کہ مہ جبین
دیوار اور کوٹھے کے دالان پر بنی

دیتا ہے اک نگاہ مین دل لیکے ساتھ جان
قیمت نہ اسنے اپنی بھی نقصان پر بنی

وحشت مین جتنی خاک پڑی اڑ کے جسم پر
پوشاک وہ مرے تن عریان پر بنی

جون آئینہ نہ کہہ سکے دل کی نہ چھپ سکے
مشکل ہے اب تو عاشق حیران پر بنی

خط کا جواب لائیگا قاصد یقین تھا
اسسے نہ بات پھر کسی عنوان پر بنی

ولہ

[illegible]

آمد نامۂ لیلیٰ ہو اگر اے مجنون
دل ترا کیونکہ نہ آواز جرس مین پھڑکے

خوبرو جتنے ہون اک ایک کا جائے پھڑک
شوخ جسوقت کہ تہا ترا آئینہ مین پھڑکے

دل بسمل کا ہے یہ حال تری مژگان مین
مرغ مذبوح کوئی جیسے کہ خس مین پھڑکے

وصل اوسکا نہ میسر ہوا گر لاکھ برس
آنکھ میری ابھی امید و ہوس مین پھڑکے

ہل نہین سکتا ہے گو طائر تصویر ظفر
پر مرے نالے سے وہ ایک نفس مین پھڑکے

ہی کہا گر کہیے دنیا سے محبت اٹھ گئی
پاس تھا جنکو محبت کا وہ خلقت اٹھ گئی

جلوہ تیرا ہی نظر آیا تصور مین ترے
آنکھ اپنی جسطرف اے ماہ طلعت اٹھ گئی

غیر جو کچھ ہمکو کہتے ہین کھڑے سنتے ہین ہم
جب سے در پہ بیٹھے تمھین دل اپنی غیرت اٹھ گئی

تشنۂ مے سے چمن مین اور اک فتنہ اٹھا
جب ہی شرم و حیا اے سرو قامت اٹھ گئی

کوئی رکے سے رکو ہے توسن دیوانگی
اب تو جھکی باگ سوے دشت وحشت اٹھ گئی

کر چکے سو بار تیرا امتحان اب تو ہمین
تجھسے امید وفا اے بے مروت اٹھ گئی

کس توقع پر کسی کی ہم لگائین اپنا دل
اے ظفر بالکل جہان سے رسم الفت اٹھ گئی

جب اوسکا تیر نگہ ناوک قضا بنجاے
تو کیسے صید محبت کی جی پہ کیا بنجاے

ہزار عقدۂ مشکل ہون ابھی دل سے
جو تیرا ناخن ابرو گرہ کشا بن جاے

جو ہوتا ظرف ساقی ہمکو معلوم — تو منت کش نہ جام مل کے ہوتے
ہمارے وقت مین فرہاد و مجنون — جو ہوتے دن بسر ل چل کے ہوتے
خلاف شرع سے نادان نہوتا — غریق بحر عصیان پل کے ہوتے
جتاتے مست گر نازک دماغی — تو برہم شور سے قلقل کے ہوتے
لگاتے شمع سان گر لو نہ تجھ سے — تو یون آخر ہم گھل گھل کے ہوتے
نہوتے حضرت دل پابزنجیر — جو سودائی نہ اس کاکل کے ہوتے

ظفر سنتے جو تیرے شعر پھر وہ
نہ قائل طالب آمل کے ہوتے

ہان عقل تو کہتی ہے تدبیر چلی جاے — پر تیری ملک بھی کچھ تقدیر چلی جاے
گو ہمکو جواب خط بھیجین وہ ای قاصد — پر اپنی طرف سے کچھ تحریر چلی جاے
ہم ساکن و ہم مسکن فانی ہے اور اسپر بھی — دل چاہتا ہے ہوتی تعمیر چلی جاے
منظور ہر صلوٰت ہے کلک نقش سے — تصویر یہ یہان کھینچے تصویر چلی جاے
مین زخم کے قابل ہون اتنا کہ اجل سر بر — کھینچی ہوئی گر آئے شمشیر چلی جاے
جان آگئی ہونٹھون پر تو ابتلک آتا ہے — افسوس تری اب بھی تاخیر چلی جاے
وہ خانہ دل میرا ہے غمکدہ گر اسمین — آجای خوشی ہو کر دلگیر چلی جاے
گر تیر چلے تیرا جان صید محبت کی — ہونے کو ہدف آئے سو تیر چلی جاے

لے خبر تو اسکی اے عیسیٰ نفس جلدی کر آج
ہے ترے بیمار کی حالت سوا بگڑی ہوئی

آدمی کہتے ہین جسکو ایک پتلا گل کا ہے
پھر کہان کل اسکو گل ہو ذرا بگڑی ہوئی

کھل گئی ہمپر کہ رندون سے کہین بگڑی ہے لے
سر پہ ہے پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی

دیکھیے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو
ہے تری خوبی طرح اے دلربا بگڑی ہوئی

ہین سبھی باتین بناتے پر ہین قائل اسکے ہم
اے ظفر جو بات دے کوئی بنا بگڑی ہوئی

گر دل وارستہ زندان ہوس مین بند ہے
مرغ وحشی ہے کہ وہ گویا قفس مین بند ہے

آئے دنیا کو فریب نہین کوئی کیا تیز ہوش
شعلہ ہو سکتا کہین بھی خار و خس مین بند ہے

ایک پل مین جسکو توڑا میری جوش گریہ نے
تو سنا دریا کہ وہ سو برس مین بند ہے

ہو گرفتار ہین دنیا کے حلاوت سے جو بعض
یعنی وہ قید آہین یا مگس مین بند ہے

ساتھ دل کے ہر دم ہے انبساط و انقباض
کھلتا ہے یکدم مین ہوتا اک نفس مین بند ہے

گر مقید شرع کا ہے کوئی بدمذہب بزور
یہ سمجھیے وہ زنجیر عسس مین بند ہے

مضطرب ہو کر جو مارا ہمنے سر دیوار سے
ای ظفر بنیاد تک بھی اُنکے گھر کی ہل گئی

ہو پڑے رحل کو نہ چشم مست مہوش کھینچلے	اپنے مذہب مین نہ ہس صوفی کو سرکش کھینچلے
شمع کی جذب محبت مین نہوے گر اثر	کون پروانے کو پھر اُن سے آتش کھینچلے
پھینکدے وہ کھینچکر جانے کہ شاید مر گیا	دم کو عاشق اپنے گر کھا کر دو غش کھینچلے
وہ کماندار اپنے عاشق پر ہو گر ناوک فگن	خالی ترکش چھوڑ دے سب اپنے ترکش کھینچلے
کھینچکر قشقہ جبین کا نقشہ کھینچا ہے جو یار	تو مصور صورت لوح منقش کھینچلے
زلف تیری اے شوخ کافر کیش تیری یاد وہ کمند	صد دل مغموم صد جان مشوش کھینچلے

دم محبت کا ظفر دیکھین تو پھر بھرتا ہے کون
گر ذرا تیغ ستم وہ شوخ سرکش کھینچلے

اشک خون سے ہینگے مژگان پر چمن پھولے ہوے
ہین شگوفے عشق کے ای گلبدن پھولے ہوے
گر نہین منھ مین بھرا انکے صبا خون جگر
ہین یہ کیون گلشن مین غنچونکے دہن پھولے ہوے
قشقہ سرخ اس جبین پر دیکھ دیکھے ہے دلا
کیا شفق کو تو سر چرخ کہن پھولے ہوے

نہ تو روتے ہین نہ ہنستے ہین نہ بکتے منہ سے
ولیہ جو گذرا ہے ہم کہہ نہیں سکتے منہ سے

بیٹھے ہین مار سیہ حسن کے گنجینے پر
نہیں دیکھے سو تنکین جو سر کتے منہ سے

ہونٹھ تر کرنیکو بھی لب ہین ترستے ساقی
یا لگاتے تھے کبھی جام چھلکتے منہ سے

ٹوٹتے رات کو تارے ہین کہ ہو نہ زلف
قطرے ہین تیرے پسینے کے ڈھلکتے منہ سے

سوز دل خاک چھپاؤن کہ نکلتے ہین سدا
ساتھ ہر آہ کو شعلے سے بھڑکتے منہ سے

دیکھو لف عرق افشان کو نہ دیکھا ہو اگر
تمنے زہراب کو افعی کے ٹپکتے منہ سے

منہ لگائے کوئی کیا ایسے اُچکون کو ظفر
ہین جو کمبخت نوالے کو اُچکتے منہ سے

ہین ضعیف و ناتوان ہوتے ہی یار کی گلی
اسکی ہو وے اوصل پر مجکو اُٹھا کے لے چلی

حال صدم نہ کچھ کھلا گذری جو خستگان پہ کیا
کوئی حقیقت آ نکر کہتا نہیں بری بھلی

جب کف پا ہین یار کے غیر نے وہان ملی حنا
یہان دل پائمال بس کر نہ لگا تلا ملی

خاک پہ میرے کیا قدم رکھے وہ شوخ نازنین
چبھتا ہو خار زیر پا گرچہ فرش مخملی

میرا علاج درد سے جو تجھ سے ہو سکے
سر سے تو میرے کر باندھ دے اپنا دوپٹہ صندلی

گل ہے وہ غنچہ لب مرا مجھ سے جدا جو ہو گیا
جان کو اضطراب ہے دل کو ہے میرے بیکلی

رہوے ظفر یہ تا کجا رنج و الم مین مبتلا
اسکی مدد شتاب ہو وقت مدد ہے یا علی

تو جو کہے کچھ ہمسے بجا تو ہم بھی لائین حکم بجا
تالی دو ہتی بجتی ہے اک ہاتھ سے کب ای یار بجے

حسن تو ساز عشق ہے بلبل تو نہ اگر ہو نغمہ سرا
چٹکے غنچۂ گل کے پھر بے لطف بجے بیکار بجے

دل جو ہمارا گھر ہو تمہن کا کیون نہ جگر فریاد کرے
ہووے جہان بتخانہ وہان ناقوس بھی وان سو بار بجے

ہر رگِ جان لبریز فغان انگشت سے تو گر مزگانکے
چھیڑ دے اسکو ایکسا ذرا طنبور کا جیسے تار بجے

پہونچے جس دم نوبت راز عشق کے افشا ہونے کی
کیا کہون کیا رسوائی کے نقارے سر بازار بجے

زلف سیہ کو دیکھ کے سرکش آج ظفر اُس کافر کی
دل ہے میرا یون نالان جیسے تو ہتی بیش مار بجے

ہم اسطرح ہین ہجر کی راتون کو کاٹتے	سینہ ہین اپنا کوٹتے ہاتھون کو کاٹتے
کرتے نہ قطع آپ اگر مجھ سے دوستی	بزم عدو مین کیون مری باتون کو کاٹتے
ڈستی جو لہر زلف کی اسکی تو خط موج	دریا مین سانپ انکے نہاتون کو کاٹتے
کوچہ مین انکے ہونچ مرے بخبر رقیق	ورنہ وہ کوچے دیکھ کے ہاتھون کو کاٹتے

دولب دو چشم دو ابرو دو عارض اور دو زلف | یہ کیون ہین قاتل سفاک دس ہمارے لیے

ظفر بنایا اسی واسطے بشر ہمکو
کہ ہر بناے ہوا و ہوس ہمارے لیے

آخر ہم ہکو اندامت سے بہ ہو نجائینگے
دل نہ دیتے انکو ہم اپنا اگر یہ جانتے
یہ تو ممکن ہی نہین پہونچین در تاثیر تک
دل کے جلنے دینگے سوز غم سے ہم لینگے بجھا
زلف کے کوچے مین اے دل تجکو جانا ہی پڑا
قاصد اشک اسکے کوچے تک نجائیگا اگر

دیکھ لینا زخم دل کو تا جگر بہ ہونجائینگے
دہ ہین صدمے پہ صدمے اسقدر پہونچائینگے
نالۂ دل آپ کو گر عرش پر پہونچائینگے
دیدۂ تر آپ کچھ پانی اگر پہونچائینگے
یون نجائیگا اگر تو باندھکر پہونچائینگے
میر دل کی تو بھلا تجکو خبر پہونچائینگے

بیجکر دل انکے ہاتھون رکھ نہ تو امید یہ
دیکھنا وہ اے ظفر تجکو ضرر پہونچائینگے

دیگر

لگانے مفسد ہین ردز آ کر ہماری تم سے تمھاری ہمسے
یقین ہے بگڑے گی اب مقرر ہماری تم سے تمھاری ہمسے
سدا جو باہم ہو شور افزا تمھارے حسن اور عشق اپنا
تو ہو نہ شہرت جہان مین کیونکر ہماری تم سے تمھاری ہمسے

اہل ریا کے منھ پہ ہین ٹیکے کلنگ کے
کچھو نشان نہ انکی جبین پر سجود کے

باندھے ہے اپنی ہستی الکدم پہ تو ہوا
قائل نہین حیات تری ہم نمود کے

پڑھتا ہون ایک مطلع و مقطع مین جس کا حال
دیکھے تماشے مین نے جو ملک وجود کے

اک دن وہ تھا کہ ٹوٹے نہ تھے دانت دودھ کے
پھر یہ ہوا گذرنی لگے کھیل کود کے

اب ہے یہ حال عالم پیری مین ای ظفر
باقی نہین حواس بھی گفت و شنود کے

ہم قریب مرگ جنکے عشق مین غم سے ہوئے
دیکھ کر ہمکو وہ اور الٹے خفا ہم سے ہوئے

شانہ سان گستاخ کب ہم زلف پر خم سے ہوئے
ہو گئی برہم اسقدر خم رو جو تم ہمسے ہوئے

دیکھ کر گلشن مین اس کے رخ عرق آلود کو
لالہ و گل غرق آب شرم شبنم سے ہوئے

فتنہ ای دمساز تیرے آگے کیا مار نگاہ
سیکڑون فتنے یہان پیدا تری دم سے ہوئے

عشق مین مرہم گئے لیکن کبھی ای چارہ گر
زخم دل اپنے ذرا واقف نہ مرہم سے ہوئے

باغ بھی اس سرو قد بن کیا ہوا ماتم کدہ
نخل بھی معلوم مجکو نخل ماتم سے ہوئے

کیا ہوا اگرچہ فرشتون سے ہوئی اک بندگی
کام پر سارے خدائی کے تو آدم سے ہوئے

یہ غضب دیکھو نہین وہ بھی ہمین کہتے بھلا
واسطے جنکے بری ہم ایک عالم سے ہوئے

آتش غم دل مین بھڑکی ہے دو وہی ابتک ظفر
کہتے ہین دریا روان گو چشم پرنم سے ہوئے

قامت یار کی جب رعنائی
یاد آئی تو قیامت آئی

خون کی بوندین ہین جو ٹپکتی چشم جلفت سے جوہر سے
دیکھ کے اپنے بسمل کو کیا خنجر قاتل روتا ہے

ہوتے ہین اشک گرم سے پیدا آبلے جا بجا چھالو نکے
بیٹھ کے تیرا سوختہ جان یہ جب لب ساحل روتا ہے

دیر نہ کر بھر مے سے پیالہ دیکھ تو ابر بہاری کو
جان کو تیری کب سے یہ ای ساقی محفل روتا ہے

اشک کے دریا جن نے بہائے اور نہ بجھائی سوزش دل
رونیسے کیا حاصل اسکے وہ لاحاصل روتا ہے

ہاتھ مین جسکے تیرا دامن آکر قاتل چھوٹ گیا
ہای پھر اپنے نصیبون کو وہ کیا کیا بسمل روتا ہے

پونچھ کبھی تو اشک ظفر کے قاتل اپنے دامن سے
آٹھ پہر وہ غم مین تیرے ای حور شمائل روتا ہے

یہ جو تیزی تیری ای بیداد گر خنجر مین ہے
کام کیا قاتل ہمین جب مر گئے ہم تشنہ کام
کون ہمسر ہو سکے اس ابر دے خمدار سے
جام تجھ بن تشنۂ خون ہو ہمارا ساقیا

کچھ تری ٹھوکیسی تا تیر نظر خنجر مین ہے
آب آب زندگی تیری اگر خنجر مین ہے
دم نہ اتنا تیغ مین نی اسقدر خنجر مین ہے
شکل موج بادہ ملتی بیشتر خنجر مین ہے

دیگر

اُٹھا کے تھین گدا بھی فقیر کی جھولی	خدا بچائے نظر سے گرسنہ چشموں کے
گلوں سے اس تیرے غم کے اسیر کی جھولی	ہجوم پارۂ دل نے بھری ہے زندان مین
بھری جو تمنے گلال اور عبیر سے جھولی	چلے ہو کھیلنے ہولی تم آج کسکے ساتھ
وہ چارپائی کسی گوشہ گیر کی جھولی	کھنچے پلنگ سے بہتر ہے تیری ای منعم

ظفر گدائی مین کیا کام ہے تکلف کا
نہین فقیر کو زیبا حریر کی جھولی

تھی جہان مہر و وفا وان ہی جفا ہی رہ گئی
آشنائی ہو چکی نا آشنائی رہ گئی
صاف ہین منھ پر مثال آئینہ دلمین غبار
ہم پری رویون کی دیکھو کیا صفائی رہ گئی
جب دیم اظہار مطلب تم ہوے چین بر جبین
بات بھی جو دل کی وہ دلبر پہ نہ آئی رہ گئی
لاش پر بھی میرے قاتل نے کیے ہاتھ اپنے صاف
تھی مگر کچھ خواہش تیغ آزمائی رہ گئی
دین و ایمان دیچکے جب اس بت بدمست کو
حضرت دل پھر کہان کی پارسائی رہ گئی

منھ پہ طمانچے طعن بلا جب دل پہ ہے صدمہ درد نہان
ہم بھی سہنے والے ہین کیا ظاہر و باطن سختی کے

زلف تری وہ سخت بلا ہے سلسلہ ہین یہ اُسکے ردا
لائق کا فر راحت کے ہون قابل مومن سختی کے

کیا ہے تعجب سخت کمان سے تیر اگرچہ کاری ہو
جو ہین کرش اُنسے نکلتے کام نہین بن سختی کے

شیشہ سنگ سے دور ہی بہتر ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا
یعنی نازک دل متحمل ہون کب ممکن سختی کے

پکڑی ہے دل کو سخت جو اتنا کافر بچہ مژگان مین
سیکھے ڈھب یہ کس سے ظفر وہ چشم مفتن سختی کے

ہم تصور ہین یہان اس گلبدن کو دیکھتے
یارب کب تک ہین گلہای چمن کو دیکھتے

وہ لگا کر تیر جب چلتا رہا ہم رہ گئے
دیدۂ حسرت سے اس ناوک فگن کو دیکھتے

پھر چمن مین سینۂ مجروح کے آئی بہار
تازہ ہم ہین ہر گل زخم کہن کو دیکھتے

موجزن آتا نظر ہے سربسر دریای حسن
ہین جو ہم اُس رخ پہ زلف پرشکن کو دیکھتے

ندلون جوبن جو ہے اُبھر تو کس کس نازسے
راہ مین چلتے ہین وہ اپنی پھبن کو دیکھتے

لالہ و گل خاک مین کیا گیا نہ ملتے رشک سے
گر شہیدین کو ترے پُرخون کفن کو دیکھتے

تو کیا ہوا اگر دانہ اسیری کے مزے سے	سب دانہ ہین اے مرغ قفس چاٹ سے لپٹے

الفت کی ظفر چاٹ پڑا جسنے جو لگایا
ہم بھی لہے دو چار برس چاٹ سے لپٹے

دل ہے جو درد آشنا یہ بھی کیا اسی نے ہے	لجان جو ہین غم مین مبتلا یہ بھی کیا اسی نے ہے
ہو کے دلبر جو عدو کرتا ہے مجھ سے گفتگو	مین بھی ہون خوب جانتا یہ بھی کیا اسی نے ہے
پہلے کرم تھا اب ستم پر نہین کرتے شکوہ ہم	وہ بھی کیا اسی نے تھا یہ بھی کیا اسی نے ہے
کسکو ہے تاب اسقدر جلین کرے تیرے اثر	تا کہ دل کو مرحبا یہ بھی کیا اسی نے ہے
دل جو مرا رفیق تھا ہوتا نہ تھا کبھی جدا	اب جو الگ وہ ہوگیا یہ بھی کیا اسی نے ہے
کوئی کرے قصور ہان وہ ہے مجھسے بدگمان	کہتا ہے سب برملا یہ بھی کیا اسی نے ہے

کرتا تھا شاد وصل سے اپنے جو اے ظفر مجھے
ہجر مین حال اب مرا یہ بھی کیا اسی نے ہے

تری جو رخ پہ خط مشک فام اوپر ہے	تو دیکھتا ہون سحر نیچے شام اوپر ہے
بدل کے دیجیو سر نامہ خط اسے قاصد	خفا نہو کہ لکھا میرا نام اوپر ہے
جو نکلی زلف سے تو ڈر ہے دل کو کاکل کا	وہان تو دام کے اک اور دام اوپر ہے
بھری ہوئی ہے مے عشق شیشۂ دل مین	جو مہر داغ سے اسکے مدام اوپر ہے
بڑھا کے کیون نہ مرا سنان پہ قاتل	کہ میرا سب شہدا سے مقام اوپر ہے

جو مرد جاتے ہین کہ دنیا ہی فاحشہ	کہتے ہین وہ نہ آئے یہ مردار سامنے
حیران اسپہ مین ہون وہ ہر جوہر کو سامنے	جاتی ہے جس سے بار کر سو بار سامنے

یہ چشم اشکبار وہ طوفان ہین ظفر
آئے نہ جسکے ابر گہر بار سامنے

صاف مین ہون پاک ہو نا صاف تمکو چاہیے	اپنے دل میں آپ یہ انصاف تمکو چاہیے
داغ ہین سینہ مین مرہم رکھے بے درم	بر نظر یک ذرہ ہی صراف تمکو چاہیے
جانتا ہون تمکو مجنون سے جو تم نرسلوک	عشق دیرگر رو برد کیا لاف تمکو چاہیے
زاہدو ہم اور وہ کوچہ سلامت تم کو ہو	بہشت و نہ دوزخ و اعراف تمکو چاہیے
کیونکہ ہیسے سید سادہ ہو ہیں کب آپکی	ہیسے تم حراف ہو حراف تم کو چاہیے
آسمان حاضر کرے لاکر خطوط مہر کو	گر زرِ کاغذِ روش ہو بات تمکو چاہیے

اُس پری کے عشق مین ہم ہون اگر دیوانہ وار
اے ظفر تو سیر کوہ قاف تمکو چاہیے

خاکساری گر کرے روشن اس دل ہو گیا ہی	خاک وہ شی ہی کہ دیکھ آئینہ کو چمکا ہی ہی
ای صبا ہون بلبل تصویر مجھکو کیا خبر	کب بہار آئی ہی گلشن مین خزان کب آئی ہی
تم وہان جلاّد چڑھاتی ہو کمان ہر ادر یہان	کوئی صید عشق ہوکر مضطرب چلاّئے ہی
کاہیکو میری سمجھ مین آئیگی ناصح کی بات	ہی وہ دیوانہ کہ جو دیوار کو سمجھائے ہی

تری دیوانی کو تجھ بن جو گھر ہو خانۂ زنداں
تو ہر موجِ سرشکِ چشمِ تر زنجیرِ پا ہووے

اُگے گیا خاک ہو اُنکی خاک سے جو نرگسِ شہلا
کہ جو اُس شوخ کا مفتون چشمِ سرمہ سا ہووے

ترا جو تشنۂ آبِ دمِ خنجر ہوا ہے قاتل
لگا دو وہ نہ منھ گر ساغرِ آبِ بقا ہووے

مثالِ موج دو دریا مجھ میں آشنائی ہے
نہ میں اُس سے جدا ہوں اور وہ مجھ سے جدا ہووے

ظفر جسکو تمنا ہو حیاتِ جاودانی کی
فنا ہونے سے اُسکو چاہیے پہلے فنا ہووے

کیا ہے بیخبر دل کو خبرداری بہت سی کی
ہوئے ہیں ہوش گم ہر چند ہشیاری بہت سی کی

اگرچہ بیکسی دل تو نے دل آزاری بہت سی کی
تری اسپر بھی ہمنے ناز برداری بہت سی کی

غلط سمجھے تجھے عیار اپنا یار ہم سمجھے
کہ ہاری تونے کی تھوڑی سی عیاری بہت سی کی

ہماری چشمِ گریاں کی نہ پہونچا در فشانی کو
اگرچہ ابرِ نیساں نے گہر باری بہت سی کی

فروغ اصلا نپایا رو برو اس ماہ طلعت کے
نہ کسنے گرچہ اپنی گرم بازاری بہت سی کی

نہ دیکھی جام مے میں تیری آنکھوں کی سی کیفیت
اگرچہ میکدہ میں ہمنے میخواری بہت سی کی

سزا ہو گر رہی بیمار تیری نرگسِ فتاں
کہ ہے اس فتنہ گر نے مردم آزاری بہت سی کی

نہ آیا حرفِ شکوہ جب زباں پر سادہ لوحوں کے
تو اونے اور بھی مشقِ ستمگاری بہت سی کی

سزا دیکھیں ملے گی کیا ظفر روزِ قیامت کو
کہ ہمنے آکے دنیا میں گنہگاری بہت سی کی

جلد اول دیوان ظفر

دیگر

دیگر

[illegible]

گرجھڑی شگوفوں کی اسے ہر ذرہ لگجا ئیگی	ایک پھڑی کا ہوتیونکی ہر جگہ لگجا ئیگی
کیا رہیگی چشم مین قدر جواہر سرمہ خاک	ہاتھ اپنی جب تمھاری خاک رہ لگجا ئیگی
ماہتابی پر جو تو دیکھے گا سیر ماہتاب	ماہ کی تجکو نظر اے رشک مہ لگجا ئیگی
حکم ہو مژگان کو فتح قلعۂ دل کے لیے	اک اشارہ مین ادھر ساری سپہ لگجا ئیگی
دل لگاتا ہین اس کا ذرے گر ہین جاننا	جان تک تجھے بلا زلف سیہ لگجا ئیگی
اسکے زخم دل پہ کیا مرہم لگائیگا کوئی	جسکے دل پر یار کی تیغ نگہ لگجا ئیگی

کیون نہ ڈھونڈے ظفر سے تو کہ ہوگا یہی حال
گر کسیکی آنکھ تجھ سے کج کلہ لگ جائیگی

نہ ہوسکتی بیان ظلم و ستم بسمل سے قاتل کے	کھلے جو ہر زبان خنجر قاتل سی قاتل کے
بہایا ہمنے گو دریائی خون ہر زخم سے اپنے	کدورت دھو سکی لیکن نہ ہرگز دل سی قاتل کے
کوئی ہی چھوٹنا آسان قیامت تک نچھوٹیگا	کہ ہو نخچیر خوان مرا دہن تلک بسمل سی قاتل کے
وہ بعد از قتل ہی کسلیے رنجیدہ ہوتا ہی	کہ اب کیا فائدہ ہی رنج لا حاصل سی قاتل کے
دہن مین ہر جراحت کے نہ جبتک ہو زبان پیدا	ادا ہو شکر احسان کیونکر اس گھائل سی قاتل کے
ترا ہین عشاق نام عشق اس قتال عالم کا	اگرچہ ہو وین عاشق کیسے ہی قائل سی قاتل کے

نہین شمشیر قاتل سے تمنائے شہادت ہی
ظفر مشتاق ہو کر آئین سو منزل سی قاتل کے

[illegible]

دیگر

[illegible]

کیون

کیوں کیا آزردہ ہاتھ اُنکے لگا کہہ یا توں کو
ہنستے تقصیر اپنی کی اثبات اپنے ہاتھ سے

سونپ اوروں کے نہ ہاتھو پر کرو وہ کھاوینگے خاک
ہو سکے تو کر لے کچھ خیرات اپنے ہاتھ سے

مہرۂ شطرنج سان اپنی ظفر ہے کیا بساط
کرتا ہے وہ آپ برد و مات اپنے ہاتھ سے

نہ کیونکر بات اسکی ہر دو اب یوں کی یوں ہووے
جسے منظور ہو یہ گفتگو اب یوں کی یوں ہووے

کبھی تو لب پہ حرف خواہش وصل آوے ہی آوے
نہاں یہ کب تک دل میں آرزو اب یوں کی یوں ہووے

جفا کو چھوڑ کر گرم وفا ہو تو یہ کیا امکان
سبب ہو کر ظالم تیری خو اب یونکی یوں ہووے

خودی کو کھو خدا کو پا کہ اسکو تو وہی پاوے
جسے حاصل ہو اک جستجو اب یونکی یوں ہووے

ادھر کی ہوا گر دنیا اُدھر لیکن نہو ہرگز
اگر تقدیر اپنی ہو اُٹھی تو اب یونکی یوں ہووے

کبھی تو ہم اسکے دامن تک ہی پہونچا خاک کو میری
صبا پر باد کلفت کو بکو اب یونکی یوں ہووے

اگر تم قیمت یک بوسہ پر اسکی گران سمجھے
تو وہ بس حسن والے ہی ماہرو اب یونکی یوں ہووے

دل صد چاک کا سینہ ہے چاک جیب سے بہتر
مناسب ہے کہ تدبیر رفو اب یونکی یوں ہووے

گرے گر دیکھ کر وہ چشم صوفی وجد مستانہ
تماشہ ہو ظفر جب ہا و ہو اب یونکی یوں ہووے

ترے زخمی سے کہتا چارہ گر یون تھا سنا یون ہے
اگر پہلے تو نہ شق تیرا جگر یون تھا سنا یون ہے

مری قسمت سے باز آیا مرے تو قتل سے ورنہ
ارادہ آج تیرا فتنہ گر یون تھا سنا یون ہے

پریشان حال دیکھا ہم کو تیرے عشق مین سب نے
بھلا مجنون کہان آشفتہ سر یون تھا سنا یون ہے

لگے کیون رُکنے آنسو سے بہاتے کیون نہین دریا
تجھے منظور تو اے چشم تر یون تھا سنا یون ہے

نہ یون باور نہ یون باور خدا جانے کہ ہے کیونکر
کہو نہین کیا کہ حال اے نامہ بر یون تھا سنا یون ہے

نہ ہوتا اس سے گر جرم وفا تو قتل کیون ہوتا
وہ کہتا میرا لاشہ دیکھ کر یون تھا سنا یون ہے

خدا جانے ہوا اب کیا جو اُسنے پھیر لین آنکھین
اگر پہلے تو نہین مد نظر یون تھا سنا یون ہے

وہ آوے یا نہ آوے پر کہا تھا رات آنے کو
کیا اقرار تو اُسنے سحر یون تھا سنا یون ہے

ابھی ہین وہ مرے ہمدم ابھی ہو جائین گے دشمن
نہین اک وضع پر صحبت کبھی یون ہے کبھی وون ہے

جو شکل شیشہ گریان ہون تو مثل جام خندان ہون
یہی ہے یان کی کیفیت کبھی یون ہے کبھی وون ہے

کسیوقت اشک ہین جاری کسیوقت آہ اور زاری
غرض حال غم فرقت کبھی یون ہے کبھی وون ہے

کوئی دن ہے بہار گل پھر آخر ہو خزان بالکل
چمن ہے منزل عبرت کبھی یون ہے کبھی وون ہے

ظفر اک بات پر دائم وہ ہووے کسطرح قائم
جو اپنی پھیر تانیت کبھی یون ہے کبھی وون ہے

جب تلک بے نیازی ہمسے کچھ برائی کی نہ تھی	ہمکو کاہی برائی اور بھلائی کی نہ تھی
یہ توقع ہمکو تمسے بیوفائی کی نہ تھی	آشنائی کی تھی ہمنے کچھ برائی کی نہ تھی
تھے مکدر تم ہی ورنہ میرے دل کا آئینہ	بے کدورت تھا اُسے حاجت صفائی کی نہ تھی
لگ گیا تھا جی جو یون کنج قفس مین اپنا دل	ہمکو اے صیاد کچھ پروا رہائی کی نہ تھی
تو نے کسکے دیدہ پر آب پوچھے تھے اشک	آج وہ سُرخی تری دست حنائی کی نہ تھی
دل ظفر جو تمہین جو آشنا سے آ گیا	ایسی کیا آگے کسی سے آشنائی کی نہ تھی

موم مین کیونکر کرون دل کو ترے اے سنگدل
آہ و نالہ مین تو جو تاثیر ہے اک ہی سی ہے

قتل گر منظور ہے میرا تو میرے واسطے
ابروی قاتل ہے یا شمشیر ہے اک ہی سی ہے

مرگ میرے درد کا چارہ بتاتے ہین طبیب
سب کے نزدیک اسکی جو تدبیر ہے اک ہی سی ہے

دل اسیر غم ہے میرا مین دل غم کا اسیر
پانو مین معشوق کے گر زنجیر ہے اک ہی سی ہے

ہو گئے جو خاک راہ عشق انکے سامنے
ای ظفر ہے خاک کیا اکسیر ہے اک ہی سی ہے

جو دل مین بات ہوتی ہے زبان پر وہی ہوتی ہے
سے ہین پھیرتے پھر پھر کے ہان پر وہی ہوتی ہے

کل اس غمزے سے دل تو بچ گیا پر دیکھیے کیا ہو
کہ آفت آج جان ناتوان پر وہی ہوتی ہے

فلک کے آئینہ مین عکس افگن مانگ ہے اسکی
نظر سب کہکشان پر آسمان پر وہی ہوتی ہے

کہان ہے مے کہ ساقی سیر دریا کی ہو کیفیت
مجھے تو یاد اس آب روان پر وہی ہوتی ہے

کہان ہین اشک کوئی بوند ہے دل مین جو لو ہو گی
مری مژگان چشم خونفشان پر وہی ہوتی ہے

کسی کے جب تصور کی نظر بندی لگی ہونے
تو ہو کر چشم بندی کھڑکی در بندی لگی ہونے

الٰہی خیر ہو پھر چشم مین تحریر سحر کی
سیاہ ناز و غمزے کی کمر بندی لگی ہونے

یہان مشتاق نے آنکھون سے باندھا تار اشکون کا
دہان کا نون کے بالون پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے طفل اشک نکلے ہے
ہمین معلوم اب اسکی جگر بندی لگی ہونے

کلیجے بھی لگا اب شعر کہنے کیا تماشہ ہے
کہ مضمون بندی ان دونون چھپر بندی لگی ہونے

کہان مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے
کہ تار اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھ نہ کچھ بہتان باندھا کھل گیا پھر
جو اپنی اُنکے کوچے مین ظفر بندی لگی ہونے

تری جو ربیداد کا فر جو کوئی نام لیتا ہے
تو عاشق کھا کے مکا سا کلیجہ تھام لیتا ہے

کھلا رنگ شفق سے یہ کہ ہر روز اپنی گردن پر
ہزارون خون ناحق چرخ نیلی فام لیتا ہے

شب فرقت مین نیند آتی نہین اور بیقراری سے
سحر تک کروٹین بستر پہ یہ ناکام لیتا ہے

وہ مرغ ناتوان صیاد کیا نالہ کرے جس کا
ہوا ہوتا ہے دم گردم بھی زیر دام لیتا ہے

نماز فجر و مغرب ہے یہ عاشق کی کہ اٹھ اٹھ کے
بلائین اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے

گریبان ہوا سا یہ چاک جیب مین سینہ بھی تا
جنون کے کام دیکھو کام مین یہ کام لیتا ہے

پیون کیونکر نہ خون اپنا ظفر مین وقت بیہوشی
کہ اس لعل لب میگون کے بوسے جام لیتا ہے

بن کے وہ دریا جو نکلا دریا میں جہان جا کر ملی
گر ہو وصل حق کب ہو وہ دوئی سے گزشتہ
دور دان سے یری جان ناتوان جا کر ملی
ہاتھی جاے تو گر بالین سے وہ جلدی سے گئی
لب سے لب جو گر زبان مجرح زبان جا کر ملی
ہو گئی تشنہ مگر بوسے ترے شیرین دہن
تیغ تری اسے جو نامہ بان جا کر ملی
ہو گئی اک عمر کی عاشق کو جب اک کر گئی
یان جو گر روز زمین او آسمان جا کر ملی
ہاتھ سے تیرے زمین پر کہیں بوسہ جبین

اگر ردتی ہو ای شبنم چمن سی جا کے باہر رو
تری اشکون سے ہان گل کا زخم دل چھوڑا جاتا ہی

جو زاکر خم کے خم پیجائینگے کیون ساغر سے
عبث تو ہم سے اچھا ای ساقی محفل چھوڑ آتا ہی

اڑا لیتا ہی باتھون ہاتھ وہ دزد حنا دل کو
چھوڑ آتا بھی ہی گر کوئی بصد مشکل چھوڑ آتا ہی

چھوڑے کوئی کا للہ چور دل کو پر جو تو پوچھے
کہون میں تجھ سے کہ تیرے رخ کا کافر تل چھوڑ آتا ہے

نہیں تجھ کا موزون ایسے اس انداز کا مصرع
تری قامت کا مضمون سرو لا حاصل چھوڑ آتا ہی

ظفر اک عاشق جانباز ہی مرنے پہ دم دیتا
وگرنہ جان یہان نادان سی نا عاقل چھوڑ آتا ہے

پاس جانان کے کہا کس نے کہ جانا منع ہی
دل کو برا جس دشمن جان سی لگانا منع ہی

ہو کے سرکش گر پڑا فوارہ آخر سر کے بل
جھک کے چلنا چاہیے یہان سر اٹھانا منع ہی

گل کھلایا تازہ یہ خون شہید ناز سے
ہون جبتک بھول کر انکو یان کھانا منع ہی

کر کے منہ اس در کی جانب آہ کھینچون کس طرح
تیر قبلے کی طرف ای دل لگانا منع ہے

اپنے زخمون سے کہا ہنس ہنس کے زخمی نے تیرے
آج ہی شادی کا دن آنسو بہانا منع ہے

عشق کے مذہب میں واجب ہے بہانا اپنا خون
خون بہا کا ذکر بر قاتل سے لانا منع ہی

عشق نے دل کو ظفر اتنے دیے کیون آبلے
یہ وہ ہی بیمار جس کو آب و دانا منع ہے

خاک میں تو قبر میں دلستان جا کر ملی
دل لگانے کی نہیں یہ داد و ہان جا کر ملی

ہو ترا آرائش تن خاک ہو اُس مجنون کی
جسنے جز خاک کبھی سر پہ نہ ڈالا پانی

دیکھے گر وہ گل رخسار عرق ناک ظفر
تو بھرے باغ مین سیرابی لالا پانی

چھینکی آب ہی شبنم جو رخ گل دھوکے
تو لیتی ہے اُسی منقار کو بلبل دھوکے

زاہد خشک کو ہی شربت کوثر کی طلب
ہان پلا دو اسے پانی قدح مل دھوکے

خاک عاشق کی لگی ہی تو جھٹکدی ظالم
تو خراب اپنا نہ کر دامن فرغل دھوکے

شانہ و آئینہ خورشید ہو لیکر حاضر
بیٹھے جب منھ کو وہ باشان و تجمل دھوکے

رحمت ای اشک ندامت کہ کیا تو نے سفید
رو سیاہ ہون کہ سیہ نامہ کو بالکل دھوکے

کرتی ہی پاک مرے زخم کو مانند شراب
آب تیغ نگہ مست تغافل دھوکے

حرص دنیا کی نمایش پہ نجا نا سراب
دکر ہے ای تشنۂ صحرای توکل دھوکے

اُسکی بھیگے ہوی بالون سے حذر کر ای دل
کہ تری تیچھے پڑی ہاتھ وہ کاکل دھوکے

یا علیؑ ہے وہ ظفر خاک سر راہ ترا
آب حیوان بھی پیے تو سم قاتل دھوکے

جا کیون دیر مین اور کیون وہ حرم مین آوے
جسکو اللہ نظر اپنے صنم مین آوے

درم و داغ جگر کام نہ غم مین آوے
دل یہ کہتا رہا لیتیا وہ ہم مین آوے

اس دم سرد تو بار نہ دم مین آوے
ہان جو کچھ نالہ مین دم ہو تو وہ دم مین آوے

وفور اشک کے آگے سمندر کیا ہے یون ہین ہے	
	اور اُسکے بلبلے سے چرخ ہمسر کیا ہے یون ہین ہے
نہ کر اتنا ستم تو نیم جان پر اپنے جانے دے	
	کہ اسمین جان باقی اے ستمگر کیا ہے یون ہین ہے
خدا جانے پری رویون نے کیون اسکو لگایا منھ	
	وگرنہ آئینہ مین ایسا جوہر کیا ہے یون ہین ہے
تری یہ آنکھین نہ یہ مژگان نہ یہ گوش اور نہ یہ ابرو	
	ترے مکھڑے کے آگے ماہ انور کیا ہے یون ہین ہے
جو پی جاتے ہین آنسو بھر کے اپنی چشم ساقی مین	
	وہ کیا جانے کہ مے کیا اور ساغر کیا ہے یون ہین ہے
جو تجھ سے ہو سکے تو خانۂ عقبیٰ کو دے تزئین	
	نہ کر آرائش دنیا کہ یہ گھر کیا ہے یون ہین ہے
بجھا تجھ سے نہ سوز دل ذرا بھی بس تجھے دیکھا	
	یہ جوش گریہ تیرا دیدۂ تر کیا ہے یون ہین ہے
کہو تمین حسن مین گر تجھکو رشک ماہ کنعانی	
	تو تجھ سا اسمین بتا اے ماہ پیکر کیا ہے یون ہین ہے

چھبتی ہے کوئی چاہ کی چتون بھی نشتر
صبح دم ملی نگہ سے نگہ صاف کھل گئی

غافل کبھی ہو کبھی ہشیار ہم یہاں
گو آنکھ بند ہو گئی گہ صاف کھل گئی

چھپ چھپ کے گرچہ آپ گئے گھر میں غیر کے
لیکن خبر ہزار جگہ صاف کھل گئی

نشتر سے کھل گئی نہ رگ جان مری ظفر
چھبتے ہی پردہ نوک مژہ صاف کھل گئی

بدن پہ بال ہیں یوں اس ملول کے کانٹے
کہ ہوں درخت میں جیسے ببول کے کانٹے

زیادہ گوئی سے کیونکر نہ ہو خلش پیدا
کہ حق میں ہوئے بیہودہ بو الفضول کے کانٹے

تری درازی مژگان کا ہے بڑا کھٹکا
کہ ہم نے دیکھے نہیں اتنے طول کے کانٹے

رقیب نیش زن اس گل کے ہمنشین ہیں مدام
یہ کیا ستم ہے کہ ہیں پاس پھول کے کانٹے

جو دیکھے اس گل عارض کو باغ میں گلچیں
چنے گلوں کی جگہ ہوش بھول کے کانٹے

کلام کیوں نہ ہو سنجیدہ نکتہ سنجوں کے
کہ تولتے ہیں وہ لیکر اصول کے کانٹے

غم و الم کی شتابی دل ظفر سے نکال
الٰہی صدقہ سے اپنے رسول کے کانٹے

دیگر

نہ ہم سے پوچھ اے ہمدم بھلی کیا ہے بری کیا ہے
بتائیں اب تجھے کیا ہم بھلی کیا ہے بری کیا ہے

مری ہر بات پر وہ آج ہی ہوتا ہے کیا برہم
ظفر اس بے مروتی کی ہمیشہ سے ہے خو ایسی

جب اُس عالم سے اِس عالم مین ہم گریہ کنان آئے
کہان وہ دل مین کہان تھے ہم کہان سے ہین کہان آئے

مری بالین پہ وہ آرام جان اک دم نہ آوے گا
اگر سو بار دم آنکھون مین آئے لب پہ جان آئے

دل اپنا لگ گیا کنج قفس مین اب کسے پروا
بہار آئے چمن مین ہمصفیر و یا خزان آئے

بھرین خانہ بخانہ مہر و مہ پر حیف اے گردون
کہ میرے گھر نہ یک شب وہ مہ نا مہربان آئے

جواب صاف ہی تو کاش دے تسکین کے بدلے
بلا سے صبر تو دل کو مرے اے دلستان آئے

ترے ہاتھون سے گرچہ ناک مین دم اپنا آتا ہے
مگر کیا تاب جو لب پر کبھی آہ و فغان آئے

لگا ئین منزل ہستی مین دل کیا خاک ہم اپنا
کہ ہین وہ روز اس مہمان سرا مین میہمان آئے

مخمس ثالث

ہر طرف عیش کا سامان ہے عشرت کا رواج ۔ ای ظفر خاطر یاران کا ہوا خواہ کو آج

فرحت افزا ہے دم گرمی صحبت پنکھا

مخمس ثانی

کوئی جاوی جو ادھر شام دگاہے گاہے ۔ تو کہے اس سے یہ با نالہ و آہ گاہے

چاہیے زخم سر خال بنا ہے گاہے ۔ اس طرف بھی ہمیں لازم ہے نگاہ گاہے

دمبدم لحظہ بہ لحظہ نہیں گاہے گاہے

دل پہ سوزش ہے سدا لپ پہ ہے ہر دم دم سرد ۔ اشک سرخ آنکھوں میں ہے رنگ ہے رخسار کا زرد

ہمدمو پوچھو نہ تم حال دل غم پرورد ۔ ہے بلا کثرت انبوہ ہجوم غم و درد

دل کو فرصت نہیں اتنی کہ کراہے گاہے

کیا کہوں کیونکہ غم ہجر میں گھڑیاں گن گن ۔ دن ہم رات کیا کرتے ہیں اور رات کے دن

مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن ۔ بزم جاناں میں ہمیں بار کہاں ہے لیکن

دیکھ لیتے ہیں اسے ہم سر راہے گاہے

فرصت اک دم کی نہ دی دل کو ہجوم غم نے ۔ خون کے دریا کیے جاری کبھی چشم نم نے

جو نہ کرنا تھا کیا تیرے لیے عالم نے ۔ ابتو یہ عہد کیا چاہ کے تمکو ہم نے

رد سے وہ جو کوئی اور کو چاہے گاہے

جب سے میں عشق میں اس شوخ کی ہوں تجویز خواب ۔ گہ فغاں لب پہ ہے اور چشم سے جاری خون آب

مخمس ثالث

مطلع دیوان نظم

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

ہیر کیواسطے تھا لطف سے رانجھا مجنون
لطف سا نے کوئی جادو ہے نہ کوئی افسون
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

عاشق لطف ہیں ہم عاشق و ہم جانانہ
لطف سے شمع بھی شب تو جلا پروانہ
لطف وہ شے ہے کہ اغیار سے یارانہ
گر نہو لطف تو اپنا بھی ہے بیگانہ
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف کے آگے ہے کیا چیز طلسم اکسیر
روبرو لطف کو سب ہیچ ہے اور تسخیر
حق تعالیٰ نے تری لطف میں دی ہے تاثیر
لطف بن غیر ہو کب دام محبت میں اسیر
لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

تو کرے سبزۂ بیگانہ پہ گر لطف عیان
ہو کے خوش تجھ سے وہ خوشبو ہو مثال ریحان
[illegible]

عازم کعبہ ہو تو خواہ ہو تو ساکن دیر	لطف کن لطف کہ ہے لطف سے انجام بخیر
تو کرے لطف تو کوئی نہ کرے تجھسے بیر	لطف سے ہووے ہے اپنے سے سوا اپنا غیر

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے وحشی صحرا ہی نہیں تنہا رام	لطف سے ماہی و مرغ آئے حلقۂ دام
لطف سے بنتے ہین انسان ہی فقط کیا خدام	لطف سے ہووے پرستار پری دیو غلام

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے آدمی ہے فیل کی گردن پہ سوار	لطف سے ڈالتے ہین ناک مین شتر کے مہار
لطف سے پکڑے گئے شیر و پلنگ اژدر و مار	لطف وہ شے ہے کہ بنجاتے ہین اغیار بھی یار

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے کن کہ ہوئے کہتے ہین دونون عالم	لطف سے روح ہوئی داخل جسم آدم
لطف سے گرچہ ہو معشوق بھرے عشق کا دم	لطف سے غیر بنے بندۂ بے دام و درم

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

لطف سے مطلب اظہار وفا کی تمہید	لطف ہے قفل در خانۂ الفت کی کلید
صاحب لطف کی بر آئے ہے آخر امید	اکر لیا لطف سے یوسف کو زلیخا نے خرید

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

قیس لیلی پہ بنا لطف کو باعث مجنون	کوہکن لطف سے شیرین کا ہوا تھا مفتون

[illegible]

لطف سے جام کرہی حلقۂ طاعت مین جو می ۔۔۔ یہ بجا دائرۂ عیش مین دف کہتا ہے

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

حلقۂ موج ہوا قوس قزح قوس ہلال ۔۔۔ گردش چرخ برین گردش مہ گردش سال

گردش ساغر مے گردش فانوس خیال ۔۔۔ سب تجھے کہتے ہین یہ حلقہ بگوشونکی مثال

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

جب کمان خم ہوا جھکی لطف سے باعجز و نیاز ۔۔۔ لیا آغوش مین جب تیر ہوا سرکش طناز

سب کے گوشون سے ہو وقت کشش تیر انداز ۔۔۔ نکلتی ہے یہی دل سے کمان کے آواز

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

پرتوِ لطف سے خورشید کے ہو نور آگین ۔۔۔ رات کو کہتا تھا گردونیہ مہ ہالہ نشین

حلقۂ بندگی مہر ہے یہ ہالہ نہین ۔۔۔ مہر کو مہر کے ہو کے خیر محبت آئین

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

کچھ گل و سرو مین بھی لطف کا دیکھا اسلوب ۔۔۔ انکو بھی بلبل و قمری نے جو سمجھا محبوب

ای ظفر لطف ہے وہ شی کہ ہے سب کو مرغوب ۔۔۔ گلستان مین کہا بلبل شیراز نے خوب

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

مخمس رابع

بیقراری مجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

اے گل خندان بتا ہمکو ہمارا کیا قصور | مثل خار راہ پھینکے ہو گلی سے تو جو دور
ہم نحیفون کو اٹھانا خاک در سے کیا ضرور | ضعف سے ہی ہمکو صرف جنبش مژگان ہو
ایک جھو کے مین خدا جانے کدھر اڑ جائینگے

کچھ نہ پوچھو ہمدمو جو دل مین ہی سوز نہان | ساتھ دم کے ہر نفس نکلے ہی شعلہ یا دھوان
سوزش دل آہ کرون گا مین اگر آہ و فغان | برج آتشبار کیصورت بر اوج آسمان
دیکھنا پھر کرہ دود جگر اڑ جائینگے

روز رخصت کیا کرامت ایک سنتے ہین جدید | روز کہتی ہین کہ باغ قدس کی کر آئین دید
آخرش انکو بنا کر طائر عرش مجید | شیخ صاحب کو اگر یونہین اڑا دینگے مرید
بل نہ سکتے ہونگے تو بھی عرش پر اڑ جائینگے

صبح گلشن مین صبا تیرا اگر ہو وے گذر | کہیو بلبل سے ذرا اتنا کہ ای شوریدہ سر
کر رہی ہے وے چھپے کیا شاخ گل پہ شہپر | یہ چمن یونہین رہیگا اور ہزارون جانور
اپنی اپنی بولیان سب بول کر اڑ جائینگے

بات جو کرتے نہین ہرگز فریب و مکر سے | تو ہوا خواہی کا دعوی معتبر انکو نہ گن
گل کھلیگا جبکہ ہوگا کوئی انکا ممتحن | لوگ باغ سبز دکھلاتے تو ہین ہر ایک دن
ہاتھ کے طوطے سے آنکھے ای ظفر اڑ جائین گے

مخمس خامس

نہین پر وا اسکو افسوس کہ میرا بسمل
تڑپے ہی خاک پہ اب تک کہ گیا خاک مین مل

نہین معلوم وہ کافر ہے کدھر کو مائل
نگہ یار کو اب کیون ہی تغافل ایدل

وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی

کچھ خوش آتا ہی نہین اسکو مری ایذا بن
بلکہ در پے ہے مرے قتل کے وہ رات اور دن

اسکے ہاتھون سے مری جان بچے کیا ممکن
چشم قاتل مری دشمن ہی ہمیشہ لیکن

جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی

جانتا ہی اُسے تو خوب کہ ہی عاشق زار
دل تو کیا جان کے دینے مین نہین ہی انکار

وہ کسی بات پہ تجھ سے نہین کرتا تکرار
کیا سبب تو جو بگڑتا ہی ظفر سے ہر بار

خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

مخمس سادس

نظر پڑے جو کہین چاک در کھلے کہ کھلے
شگاف دل کے سبب سربسر کھلے کے کھلے

عجب ہے کیا کہ دہن لب اگر کھلے کے کھلے
کسی کے روزن در دیکھ کر کھلے کے کھلے

ہمارے رہ گئے دیدے ادھر کھلے کے کھلے

کرے ہے سر پہ فلک جسکے روز فتنہ بپا
جو گھر کو چھوڑ کے ہی آخر شش نکل جاتا

نہ پوچھ مجھ سے یہ خانہ خراب ہی کیسا
کہو نہین چرخ کی خانہ خرابیان کیا کیا

مخمس ... من

خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

کوئی مغرور اسکے زور پر ہے کوئی دولت پر
کوئی نازان شکوہ و شان پر ہے کوئی حشمت پر
گھمنڈ مجھکو کیا میں نے فقط اسکی عنایت پر
زبونی مین نہین کہتا ہون راضی ہی قسمت پر
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم

[illegible]

کرونگا پر نہ شکوہ گرچہ ہونگی لاکھ غم پر غم	کہ جاونگا مین پردم یہی جبتک ہی دم مین دم
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم	
فلک کے ہاتھ سے کیا کیا مرا دل رنج سہتا ہے	کہ اک اشکوں کا دریا چشم سے دن رات بہتا ہی
نہین فرصت ذرا غم سے اسی مین غرق رہتا ہی	مگر تائید حق پر جب نظر کرتا ہی کہتا ہے
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم	
غم و اندوہ سے حالت ہوئی ہی سقدر میری	کہ ہوتا غم ہے غمگیں آپ صورت دیکھکر میری
اگرچہ بار غم سے اب شکستہ ہی کمر میری	نہین پر دل شکستہ مین خدا پر ہی نظر میری
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم	
مرا دل رنج و غم سے ہی بہت جسوقت گھبراتا	تو یہ احوال ہوتا ہے کلیجا منھ کو ہے آتا
نہین ہرگز سمجھتا کوئی گر ہی لاکھ سمجھاتا	مگر جب مین یہ کہتا ہون تو بارے ہی ٹھہر جاتا
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم	
بلا سے گر نہین کوئی رفیق و آشنا میرا	خدا پر دھیان ہی میرا نگہبان ہی خدا میرا
خدا آسان کریگا گو ہی مشکل مدعا میرا	خدا حامی ہی میرا اور خدا مشکلکشا میرا
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم	
نہین غمخوار کوئی کون کر سکتا ہی غمخواری	توقع جسسے یاری کی تھی وہ کرتے ہین عیاری
خدا سے اپنی مین کہتا ہون سید دگاری	زبان ہے جبتلک منھ مین زبان سے ہے یہی جاری

[illegible]

اُس دم کہین صحرا مین پانی کا تھا قطرہ ۔۔۔ جون آبلہ پایسے کانٹو نیہ گرا قطرہ

تھا آب بقا حق مین ان خشک زبانون کے

معلوم نہین تیری ای عشق یہ ہی کیا خو ۔۔۔ اگر جگر و دل کو اک دم مین ہے مرلو ہو

دکھلانے لگا اپنی جب شان و تجمل کو ۔۔۔ ساتھ آہ و فغان کے یون آنکھو نسی ہی آنسو

ہو فوج روان جیسے باساز و نشانون کے

ای عیسیِ دوران ہی تیرا یہ سخن شیرین ۔۔۔ امکان نہین غم سی دے ہمکو ذرا تسکین

تو حق مین ہمارے ہے جلاد ستم آئین ۔۔۔ جان بخش ہین یہ تیرے گو لعل لب رنگین

پر ہمکو تو ای ظالم لالے پڑے جانون کے

جادو کی کمندین مین آنکھونکے یہ ڈورے ہین ۔۔۔ مژگان ہین تری گافر سب بھیکی کہتے ہین

اور ابرو نکو تیری سب دیکھ کے کہتے ہین ۔۔۔ کاجل کی بھوین تیری تحریر ہی کہتی ہین

رستم کے یہ چلے ہین حلقون کے کمانون کے

دل پاک نہو جبتک دنیا کی تمنا سے ۔۔۔ کیا کام نکلتا ہی تسبیح و مصلی سے

نادان سی نہین ہم کہتے ہین دانا سے ۔۔۔ دانا ہی جو دل اپنا پھیرے ہے وہ دنیا سے

کیا پھیرنے سے حاصل تسبیح کے دانون کے

زلفین تری بکھری ہین عالم مین جو بستی کے ۔۔۔ ٹھہرین ہین بلائین یہ چھوٹینگی نہین ڈسکے

اور گوشون کو آوزے دشمن ہو نگیسون جلیسے ۔۔۔ جون آبلہ زہر آگین ہو کام مین عقرب کے

ہوتے ہیں مژگان رخصت قطرہ خون جگر
مجکو گریہ سے کہان فرصت کہ لکھون میں خبر
ہم نفس سینہ سے نالے کو ہی آہنگ سفر
تو جلدی میں غزل میں ڈرکی بس اے ظفر
تو ہی کہہ گر وقت فرصت میں کہون تو کیا کہون

تم سے اے حضرت سلامت میں کہون تو کیا کہون
تم نہیں آگاہ ناصح عشق میں ہوتا ہے کب
ہجر صلابت عشق میں کیا ادراک میں ہی کب
ابہی جانے بلا احوال اب میرا ہے کب
تم جو فرماتے ہو یہ مجکو تجھے سودا ہی کیا
اب زبان طاقت رخصت میں کہون تو کیا کہون

مخمس عاشر

کل نظر جو آگئی قسمت سے دم بھر اسکی شکل		جسمین تھا کچھ میں کہونگا دیکھ کر پر اسکی شکل
	ہوگئی سکتے کی حالت میں کہون تو کیا کہون	
گو نہ کی منھہ سے بیان شرح و تمنای وصال		انکو سب معلوم ہے جو دل میں گذری ہے خیال
کوئی چھپتی ہے محبت اسکا چھپنا ہے محال		میری نظرین ہی کہے دیتی ہین سارا دل کا حال
	ان سے اپنا راز الفت میں کہون تو کیا کہون	
ہمکو غیر دن سے نہین محفل مین فرصت ایک آن		جو سنے تو گوش دل سے راز دلکا سب بیان
کیونکہ سرگوشی کرون ہے مجھسے عالم بدگمان		کان لگنے سے تری سب کے کھڑے ہوتے ہین کان
	تجھ سوای کان ملاحت میں کہون تو کیا کہون	
کوئی وحشت مجکو بتلاتا ہے اور کوئی جنون		دل سے نکلی ہے فغان اور چشم سے جاری ہے خون
دوستی میں انکی جو کچھ ہے مرا حال زبون		دوستی تو چاہتی ہے یہ کہ کچھ انسے کہون
	اور کہون تو ہو عداوت میں کہون تو کیا کہون	
بستر غم پر پڑا ہون زار و بیتاب و غریب		چشم رخ زرد دل سے بدر جان حسرت نصیب
اسکی دوری سے ہوا ہون تو مرنے کے قریب		مجھسے چل تو دل کیا پوچھتا ہے اے طبیب
	سب کہے دیتی ہین صورت میں کہون تو کیا کہون	
لیکے نامے کو مرے جب نامہ بر چلنے لگا		جسمین آیا کچھ کہون پر سوچکر جیمین کہا
آرزوی شوق شرح ہجر عجز و التجا		مدعا خط تو سب قاصد کو مین نے لکھدیا

مخمس

نہ جس مطلب پہ اور وں سے کبھی پوچھا گیا باعث
بدیرا عرض غیر فرنگی ہوئی کسطرح کیا باعث
گزارش کرتا بندہ کبھی تو ہان خدمت مین یونہین تھا

ہمین منظور تھا جو کچھ مقرر ہم وہ کرجاتے
نہ آتے آپ گر یکدم تو ہم جی سے گذر جاتے
کہ جاتی اس جہان سے آج ہم اور چشم تر جاتے
تماشہ وقت آپہونچے وگرنہ ہم تو مرجاتے
ارادہ ہوچکا اپنا غم فرقت مین یونہین تھا

کیا تو نے نہایت کیون نحیف ایدل مزاج اپنا
دکھاتا کیا ہی حال ناتوانی ہمکو آج اپنا
تجھے کرنا کچھ اندیشہ تھا بیش از احتیاج اپنا
دل بیمار جب ہمنے کہا تھا کر علاج اپنا
کہ آیا فرق کچھ تیرے ابھی طاقت مین یونہین تھا

مرادم دید سے آنکھوں نہین تھا مشتاق نظارا
ترحم چاہیے تھا کچھ تجھے اے شوخ خودآرا
نہ تھا پر دیکھنے کا تیر اک لحظہ مجھے یارا
دکھا کر غیر کو صورت مجھے کیون رشک سے مارا
کہ مین تو مر رہا دیدار کی حسرت مین یونہین تھا

وہی آتا ہے یان جسکی گرفتاری ہے قسمت مین
برا ہے کیا سمجھ کر تو بتا رنج و مصیبت مین
نکل سکتا نہین پھر آ گیا جو کوئی الفت مین
نہین ہے جا گر نہ آیا دل اگر تجکو محبت مین
تو آیا تو ارے دیوانے اس آفت مین یونہین تھا

خدا جانے کوئی وہ ہے پری یا حور یا انسان
نہ پوچھو مجھسے کیا حیرت فزا ہے جلوہ جانان
تصدق جان سے ہے شکل کے اس حسن کے قربان
ظفر تم دیکھتے ہو جسطرح آئینہ کو حیران

اسکا مت پوچھ سبب بت غارتگر ہوش — تھا تری تیغ تبسم مین حلاوت کا یہ جوش

رہ گئے مہر سے لب زخم جگر بند کے بند

جو ہری کا ہو اگر جمع جہان کے آدین — اور خوش آب گہر کان عدن کا لادین

آب و تاب انکی وہ کیا خاک ہمین دکھلادین — کھلین دندان ترے ہنستے مین تو پھر یہ جاوین

دہن درج ہین دندان گہر بند کے بند

کوچ کی اپنی سنائی ہمین جب اُسنے خبر — اپنا اک سکتے کا سا ہو گیا عالم سنکر

ہائے ہوتی ہمین کچھ طاقت گفتار اگر — کچھ نہ کچھ کہہ کے انھین روکتے ہم وقت سفر

پر زبان ہو گئی بندھتے ہی کمر بند کے بند

لیکے ہم اسکو جو گلشن مین سحر گہ جائین — جو کہے منہ سے وہ گل لالہ گل سہ جائین

منہ ہی کیا غنچون کا جو سامنے کچھ کہہ جائین — گر کھلے بات تو نہین وہ غنچہ دہن ہو جائین

باغ مین غنچون کے منہ باد سحر بند کے بند

جی تو چاہے ہے یہی گل کی ہوس مین صیاد — پھونکین باغ تلک اک نفس مین صیاد

پر کرون کیا کہ مین اب ہون ترے بس مین صیاد — باندھکر پر نہ مجھے چھوڑ قفس مین صیاد

فائدے کرنے سے کیا طائر پر بند کے بند

تیری سودائیون کو دی ہے سزائے تقصیر — لا کے زندان مین کیا پایہ دبے ہر چند اسیر

شوق صحرائے جنون جنکے ہوا دامنگیر — گئے دیوانے نکل مثل صدائے زنجیر

گر ہو حساب دام و درم لکھ کے بھیجدون

قاصد روان ہو باندھ کے اپنی سفر کا رخت
کھل جائیگا اگر ایسا تو عرصہ نہیں ہے سخت
اگرچہ اس الم سے مرا دل ہے لخت لخت
کیون لکھون کہ مین ہون بے درد زمانہ
مضمون خط و خال ہم لکھ کے بھیجدون

مری طرف سے غیر نے کیا جانے کیا لکھا
جو اعتبار مجھ پہ نہ ہو اُسے قول کا
تو ہے مرے نوشتہ کو بھی جھوٹ جانتا
باور نہ ہو کبھی بھی سمجھے اسے شوخ بیوفا
سو عہد نامہ گر بقسم لکھ کے بھیجدون

اُسکا خیال زلف میں کیا کیا وبال دل
لیکن اُسے ذرا نہین آتا خیال دل
ہو وہ بھی کچھ تو واقف رنج و ملال دل
اک پرچہ مین جگر کے مختصر اُسکو حال دل

جو دل مین ہے اٹھاؤن قلم لکھکے بھیجدون
خط غلامی اپنا صنم لکھ کے بھیجدون
اور جو کہے خدا کی قسم لکھ کے بھیجدون

آگاہ خوے یار سے ہوتا اگر نہ مین
قاصد خط اسکو لکھتا کبھی بخطر نہ مین
مشق جفا سے اُسکی ہے تو بیخبر نہ مین
ڈرتا ہون وہ قلم نکرے ہاتھ ور نہ مین
جو جو کیے ہین اُسنے ستم لکھ کے بھیجدون

جسوقت تجھ سے حضرت دل دادخواہ ہون
اور اُن سے پوچھا جای جو تجھسے گواہ ہون
جھگڑے تمام یہ نسوی ہین نہ آہ ہون
ظالم ہزار دستہ کاغذ سیاہ ہون
گر ایک قصۂ شب غم لکھ کے بھیجدون

کیا کیا تھی یار اپنے زمانہ کے انتخاب
سب نے عدم کی راہ لی اے ہستی خراب
ہوے وہ مثال نامہ نکمیون دل کو پیچ و تاب
لا سکتا رفتگان کا نہین کوئی بھی جواب
خط کسکے ہاتھ سوے عدم لکھ کے بھیجدون

اُس گل کی ایک عمر سے تھی جستجوے وصل
اب جی مین ہے کہ یون ہو اگر گفتگوے وصل
بائی پتا کہ کہین بھی نہین بوے وصل
معلوم تا ہو اُسکو مری آرزوے وصل
وصلی بہ حال رنج و الم لکھ کے بھیجدون

لکھتے ہین بار بار وہ مجھکو کہ ہو شتاب
لکھ بھیج حرف عشق ہوا ہے جگر کباب
اسکے سوا ہمین آتا نہیں اور کچھ جواب
جاکر دکھاؤن دل کے جو ہین داغ بیحساب

توکہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری ۔ توخداوندکمینی توخداوندیساری

تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہان مین جو سفیدی و سیاہی ۔ قلم صنع یہ دیکھے ہے تری ذات گواہی
تیری یکتائی مبرا ہی ہراک شی سے سائی ۔ توزن وجفت بخوئی تو خور و خفتن سے جدا ہی

احد ای زن وجفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت ۔ نہ اعانت تجھے در کار کسو کی نہ حمایت
نہ شراکت ہی کسی سے کبھی ہے قرابت ۔ نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت

تو جلیل الجبروتی تو امیرا لامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری ۔ جسے تو چاہی بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نکرے عذر پذیری ۔ تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری

تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہی تو رزق رسانی ۔ تیری الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کردہ ستار ہے تو واقف اسرار نہانی ۔ ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی

ہمہ رزاق رسانی کہ تو موجود عطائی

خرد و وہم کو دل نے کوئی بات تراشی ۔ اگر ہوا دل و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مگر نزدیک سوا اسکی ہی سب ہمہ خراشی ۔ نہ بدی خلق تو بودی نبود خلق تو باشی

لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اسوقت مین خاموش ہو کیا غنچہ مانند	کرے اشعار مناجات کر یاد آئے اُسے چند
کرے اوصاف ہین کسطرح تری اپنی زبان بند	لب دندان سنان ہمہ توحید تو گویند

مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

مخمس ثمانیہ عشر ۱۸

ہمیشہ از ندامت اشک بارم	ز جرم خویشتن خود شرمسارم
مگر از رحمت امید دارم	الٰہی واقفی از حال زارم

تو میدانی کہ جز تو کس ندارم

گناہون کا مرے از بس ہے طغیان	رہے ہر موج زن طوفان پہ طوفان
تری بے دستگیری ہا ہون ہراسان	اگر غرقہ ام در بحر عصیان

ز دست رحمت افگن بر کنارم

جہان ہے مجمع رباب غفلت	مہیا ہین سبھی اسباب غفلت
پیان پیکر شراب ناب غفلت	اگر رفتہ ام در خواب غفلت

برہ بیداری زین کار و بارم

ترے آگے نہین مانند تصویر	زبان عذر کو یارائے تقریر

[illegible]

مخمس [illegible] و مرثیہ

[illegible]

تجھی سے ہے امید عفو تقصیر
الٰہی از کمال لطف بپذیر
دل سوزان و چشم اشکبارم

رہا مین جیسے یہان خرسند و فیروز
رہون دونون جہان مین بہرہ اندوز
ہون مین ہون حشر کو بھی جلوہ افروز
الٰہی گر عزیزم کردی امروز
مکن فردا بنزد خلق خوارم

یہ کافر نفس ہے ایسا بلا بد
عداوت مجھسے یہ رکھتا ہے بیحد
کہ جس سے جز بدی ہو کچھ نہ سرزد
الٰہی گر نہ توفیق تو باشد
برآرد نفس بد از جان ما دم

مکان تاریک مین تنہا و بے زور
سنے کون آہ و نالے کا مرے شور
جو کوئی پاس ہے تو مار یا مور
الٰہی در شب منزل گہ گور
تو لطف خویش گردان غمگسارم

نشے مین مین تو ہون غفلت کے سرمست
کہان جاؤن کرون مین کسطرف جست
لگے در پے ہین دو دشمن قوی دست
الٰہی نفس و شیطان در کمین ست
ز تقواے عبادت کن حصارم

ظفر ہے جنکو ایمان اپنا درکار
کہے ہو دیکھ تو کیا مرد ہشیار
دعا ایمان کی وہ مانگے ہین ہر بار
الٰہی بر جنید ایمان نگہدار

[illegible]

[illegible] قاسم [illegible] شادی [illegible]

[illegible] عباس [illegible]

[illegible] خون [illegible]

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضے وابناہما والفاطمہ

ہی ہر جسکو پیار سے زہرا نے گودی پالے		اُسکے تن پر گھاؤ لاگے بہتے لہو کے نالے
سر اب اسکا ہے اور نوک سنان ہے
جسے زہرا نے گودی مین کھلا یا		نبی نے دوش پر جسکو چڑھایا
چارون اور سے اُسکے لاگی برچھی بھالے تیر		ماٹی اوپر لوٹے رن مین گھائل سارا سر
لہو کا زخم سے دریا روان ہے
ہوا زین العبا محبوس افسوس		پیادہ پا چلا افسوس افسوس
جسکی پاؤن کی ماٹی ہو چاند سورج پر فوق		اُسکے ہاتھون ہتھکڑیان ہوا اور گلے مین طوق
سفر در پیش ہے اور ناتوان ہے
طرف اس غم سے اک عالم ہے مغموم		زمین سے تا فلک ماتم کی ہے دھوم
میلا تا گگن اکاس نے کینہ چانی اندھیری رین		تارے نا ہین آنسو لگن ہے بکھر زمانہ مین
جسے دیکھو غرض ماتم کنان ہے

مسدس

چلنے لگی ہے بے طرح باغ جہان مین یہ ہوا | | جا بجا کہتے ہین سب جسکو وبا، وہ وبا
یا رب طفیل پنجتن مجکو اس آفت سے بچا | | مین ہر گھڑی اور ہر نفس تجھ سے ہی یہ ہون منگتا

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضے وابناہما والفاطمہ

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضے وابناہما والفاطمہ

والشعر از پنجتن یار ... کمان
یا درنہ آتا ... دیکھو جہان کا کیا بیان
لکھتے ہین ... بلا ... اللہ

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضے وابناہما والفاطمہ

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضے وابناہما والفاطمہ

الغیاث

آج کہتا ہے ... نام ... جن ... کے ...

ہے ہوا سرد اور چمن سیراب ۔ رخ خورشید پر ہے ابر نقاب
ہے گناہ شکستِ توبہ ثواب ۔ آج ہے دور دورِ جام شراب

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ بنوش

گل تو گلشن میں تھے ہمیشہ ہی سوڑ ۔ آج غنچے بھی کہتے ہیں منھ موڑ
شیشۂ توبہ شراب کو توڑ ۔ دامنِ عیش کو نہ ہاتھ سے چھوڑ

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ بنوش

ہر رگِ رگِ گل ہے اک ستار کا تار ۔ زخمہ ہے عندلیب کی منقار
جب وہ چھیڑے ہے اسکو مطرب وار ۔ ہوتی ہے یہ ترانہ سازِ بہار

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ بنوش

ابر بھی اسقدر رہا ہے جھوم ۔ لے گا روے زمین کو گویا چوم
لالہ و گل کا ہے چمن میں ہجوم ۔ بلبلیں یہ مچا رہی ہیں دھوم

اے ظفر آمدہ بہار بجوش
موسمِ توبہ نیست بادہ بنوش

جو نخل پر ثمر ہین اُٹھا سکتے سر نہین
سرکش ہین وہ درخت کہ جنمین ثمر نہین

باد صبا اُڑائے چمن مین ہو سر پہ خاک
ملتے ہین دمبدم کف افسوس گل تاک

غنچے ہین دل گرفتہ گلو کے جگر ہین چاک
کرتی ہین بلبلین بہی فریاد درد ناک

شاداب حیف خار ہون گل پائمال ہون
گلشن ہون خوار نخل مغیلان نہال ہون

نزدیک اپنے آپکو جو کھینچتے ہین دور
دیکھا تو صاف فہم ہین کچھ انکے ہے قصور

ورنہ جو با صفا ہین خردمند ذی شعور
کیا دخل انکو آوے کبھی نخوت و غرور

رکھتے غبار کینہ سے وہ سینہ صاف ہین
ہر نیک و بد سے صورت آئینہ صاف ہین

جائین نکل فلک کی احاطہ سے ہم کہان
ہو وینگا سر پہ چرخ کبھی جا وینگے ہم جہان

کوئی بلا ہے خانۂ زندان یہ آسمان
چھٹنا محال اس سے ہے جبتک ہے تن مین جان

جو آگیا ہے اس محل تیرہ رنگ مین
قید حیات سے ہے وہ قید فرنگ مین

یہ گنبد فلک ہے عجب طرح کا قفس
طاقت نہین ہے نالے کی بھی جسمین یک نفس

جنبش ہو ایک پر کی تو ٹوٹ جائین ورنس
ہے جا دل کی دل مین یکسطرح سے ہوس

کس ویلے دین پھرے مینڈی کرادھیان
جب دیکھے تو آوے ہو کد سب مشکل آسان

ہر لحظہ ہے دریا غم و رنج کا طغیان
ہاتھ آتا نہیں دامن ساحل کسی عنوان
اور باد مخالف سے اٹھا ہوا طوفان
امین خوف سے کیا کیا صفت موج ہوا لرزان

کون لمکہارے بار نوں تا ٹوٹ پڑے منجھدھارا
ساڈے ٹوٹنے تیری واہی توہی کھیون ہارا

ہون خاک نشین صورت نقش کف پا مین
ہمدرد نہیں درد دل اپنا کون کہا مین
اتنا ہوا پامال کہ جاتا ہون مٹا مین
جو دل پہ گذرتی ہے وہ دل جانے ہے یا مین

کسنو آکھان بھید مین دل دا کون بندھاوے دھیر
توہی کرے کرم نظر اپنا سینڈی داھاوے ھیر

کسطرح ظفر اپنا کرے حال دل اظہار
اور دل مین کھٹکتے غم و اندوہ کے ہین خار
حیرت سے یہ ہے نقشہ کہ ہے نقش بدیوار
کس سے کہے ہے کون سوا تیری مددگار

جلدی آسد دل سے کدہ لی ساری گمدی رسول
نینڈا وہ لوکمادی جگ وچ نار کھ اسنو ملول

ایضاً

پریرو تو نے کیا جلوہ دکھلایا
مجھے اک دم مین دیوانہ بنایا

ایکا ایک گل پر اپنی آنکھوں دیکھ چلی بہار		شوق رنگ اُسکے بہا تو غلاب کیجیے کی اعتبار
	ہم تو اُس یار کی تقریر کو پلے کھاتے	

مثلث دیگر

	دنیا سے دل لگانا عزیز و بھلا نہین	
جوہی ہاتھ تساڈیکا وکرالیدن ہاتھ ہی جھوٹ		سوچ سمجھ لو اُترین من وچ سچ گلا نا جھوٹ
	سب ہمنے کہدیا ہے نہ کہنا کہا نہین	
اکدن لیساآدر تساڈی ایک تھوڑ ساتھ		چار و کی ہین یہ سنگاتی چار و ن ہاتھن ہاتھ
	پھر کون آشنا ہو کوئی آشنا نہین	
اکدن گردن وچ کفنی ہوندور تن کو لاگی خاک		جس تن تے پیرا ہی چاندنی نئی نئی پوشاک
	پھر خاک کا بھی ڈھونڈھو تو ہرگز پتا نہین	
جو ہی ایڑان تساڈے ساتھی سو دی اتہ ساتھ		سینسو اٹرن انکھن نیڑان کوئی ہاتھ
	ہمدم تو اپنا کوئی بھی دم کے سوا نہین	
وہ تو سانو نجر نہ آوندے کن کن کالون نام		جن لوگان ان اکھان ڈٹھا گئے کہان آرام
	پیدا کبھی جہان مین ہوے تھے وہ یا نہین	
زبان سائی سوچ وچ ابھی لوٹی جاندی آس		کس دا اپنا دھیا لگا ہے کوئی نہین ہے پاس
	سب کچھ تو اپنے پاس ہے کیا جانے کیا نہین	

نارٹی پر ہاتھ طبیبا دو تو چھیون کوی بھید | روگ لگا سینہ نہیں پر ربّا جانے یہ بھید

کوئی کیا جانے یہ کیا درد اور اسکی دوا کیا ہے

ییم پیالی بھر بھر پیوان لیلے کے ہاتھ | مین مدہ ماتی تیہ دی کو دنجا تو بات

دم جان بخش عیسی کیا ہے اور آب بقا کیا ہے

مین تو بادری ہو کبہان جانون سات اور پانچ | تبلا دو لوگان نین مین من مین جلے جیچ

کہ لذت عشق مین کیا ہے محبت کا مزا کیا ہے

کی تبلادان تو چھین ہار اور کی بھید کرے حال | دو دی بندی جان ہے اور جندری ایدی خال

نہیں معلوم جینا کس کو کہتے ہین قضا کیا ہے

ایٹ ے دیکھا لکھا بندی دی سمجھ نہین آئے | سید پر اتم کوئی لا دین پھر پھر تبلائے

کہ لکھا مدعی نے کیا اور اسکا کیا ہے

ایسی کسدی چاہ لگی جو آٹھو پہر مین رو ندا | یہن آنسو بہا نیکے کیون جندریکو تو کھو ندا

تبا دے مجکو تو اب ای ظفر یہ ماجرا کیا ہے

الضا

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

پی کے بلائین جائینگے جب نبی کے پاس | امدنن گیلیشی ہو دیگی مینو بھی ہراس

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

خوف ہے مجھے تو یہ ہے ڈر ہے مجھے تو یہ ہے

الضا

ہم نگر کی پنٹھ لگی ہو دلالی نے ماری | سودا بار دیا ٹھگ جو ہو دیکھا ناری

کہ اس سودے مین نادان سود پیچھے ہو ضرر پہلے

نیکی دی اگل کردی ہو ند سوچ سمجھ پہچان | بری گلان میٹھی لگدی تو میٹھی مت جان

کہ آخر زہر قاتل ہے اگرچہ ہے شکر پہلے

سوچ سوچ کے من مین اپنے ملتی ہو رکھ ندا | ہونا تھا سو ہو ہی چکا اب وندے کی ہو ندا

تجھے لازم تھا اپنا کام کرنا سوچ کر پہلے

منزل تیری دور پڑی اور گھاٹی تیرے ہاتھ | کچھ تو نیکی کمائے کے لیلے اپنے ساتھ

مسافر چاہیے اندیشۂ زاد سفر پہلے

رین دی نامین گذری ہو دی بکل پنڈی جان | لیکن جب دکاران گندی پہ ٹری دور جلے ہو سیان

اکہی کیا ہوا تھا وہ جو نالون مین اثر پہلے

پھندلیا دل نے پنڈا مار برہ دا جال | ایک چھوٹا اس پھندے سے پھنسا بڈ ہی ال

پھنسا تا دل نہ مین معلوم یہ ہوتا اگر پہلے

سیانا نہین دیوانہ ہو جو ہر کچھ منہ سے بکدا | جو کرم مین لکھو دیو وہ میٹ نکوئی سکدا

جو کچھ ہونا تھا سو وہ ہو چکا ہے اے ظفر پہلے

ایضاً

ستم در پردہ کرتے ہو بظاہر پیار کرتے ہو

ایضاً

کیون ہو بیمار نگہ کی ماری پچکاری
دیکھو کنور جی دو نگہی مین کٹاری

سبکو مکھ دکھانی ہے ہو گاری بھری سبھا مین آج	جب مین آپ نے لاج چلون تو کسکی تو ہے لاج

یکے کردہ بے آبروئے بسے
چہ غم دارد از آبروئے کسے

جو کچھ کرنی تو نے تا کی تھی وہ بھی ہو گئی	اپنے من مین سوچ کے مین یہ چپکی ہو رہی

اگر نادان بوحشت سخت گوید
خردمندش بنرمی دل بجوید

بہت دنن مین ہاتھ لگے ہو کیسے جادو ن	آج مین پکڑوا ہون کا نہا بیٹھ پکڑ کے لون

دیر آمدے اے نگار سرمست
زودت ندہم ز دامنت دست

شوق رنگ ایسے ڈھیٹھ مگر سے کھیلا کون ابہی	پکڑ لینگا اور ہاتھ مروڑ کر کے وہ برجوری

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد
ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

تمام شد

جلد اول دیوان ظفر